روزنامہ
الفضل ربوہ
فون
213029
رجسٹرڈ نمبر
ایل
۵۲۵۴
ایڈیٹر: نسیم سیفی

سالانہ نمبر 1996ء

قارئین الفضل کے لئے
محبت بھری دعاؤں
کے ساتھ
والسلام
لندن
9.12.96

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب
امام جماعت احمدیہ الرابع

ارشادات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

جاننا چاہئے کہ عالم آخرت درحقیقت دنیوی عالم کا ایک عکس ہے۔ اور جو کچھ دنیا میں روحانی طور پر ایمان اور ایمان کے نتائج اور کفر اور کفر کے نتائج ظاہر ہوتے ہیں وہ عالم آخرت میں جسمانی طور پر ظاہر ہو جائیں گے۔ اللہ جلّ شانہ فرماتا ہے۔ یعنی جو اس جہان میں اندھا ہے وہ اس جہان میں بھی اندھا ہو گا۔ ہمیں اس تمثیلی وجود سے کچھ تعجب نہیں کرنا چاہئے۔ اور سوچنا چاہئے کہ کیونکر روحانی امور عالم رؤیا میں متمثل ہو کر نظر آجاتے ہیں اور عالم کشف میں تو اس سے بھی عجیب تر ہے کہ وجود عدم غیبت حس اور بیداری کے روحانی امور طرح طرح کے جسمانی اشکال میں انہیں آنکھوں سے دکھائی دیتے ہیں۔ جیسا کہ بسا اوقات عین بیداری میں ان روحوں سے ملاقات ہوتی ہے جو اس دنیا سے گزر چکے ہیں اور وہ اس دنیوی زندگی کے طور پر اپنے اصلی جسم میں اسی دنیا کے کپڑوں میں سے ایک پوشاک پہنے ہوئے نظر آتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں اور بسا اوقات ان میں سے مقدس لوگ باذنہٖ تعالیٰ آئندہ کی خبریں دیتے ہیں اور خبریں مطابق واقعہ نکلتی ہیں۔ بسا اوقات عین بیداری میں ایک شربت یا کسی قسم کا میوہ عالم کشف سے ہاتھ میں آتا ہے اور وہ کھانے میں نہایت لذیذ ہوتا ہے۔ اور ان سب امور میں یہ عاجز خود صاحب تجربہ ہے۔ کشف کی اعلیٰ قسموں میں سے یہ ایک قسم ہے کہ بالکل بیداری میں واقع ہوتی ہے۔ اور یہاں تک اپنے ذاتی تجربہ سے دیکھا گیا ہے کہ ایک شیریں طعام یا کسی قسم کا میوہ یا شربت غیب سے نظر کے سامنے آگیا ہے۔ اور وہ ایک غیبی ہاتھ سے منہ میں پڑتا جاتا ہے۔ اور زبان کی قوت ذائقہ اس کے لذیذ طعم سے لذت اٹھاتی جاتی ہے اور دوسرے لوگوں سے باتوں کا سلسلہ بھی جاری رہے اور حواس ظاہری بخوبی اپنا اپنا کام دے رہے ہیں۔ اور یہ شربت یا میوہ بھی کھایا جا رہا ہے اور اس کی لذت اور حلاوت بھی ایسی ہی کھلے کھلے طور پر معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ وہ لذت اس لذت سے نہایت الطف ہوتی ہے اور یہ ہرگز نہیں کہ وہ وہم ہوتا ہے یا صرف بے بنیاد تخیلات ہوتے ہیں۔ بلکہ واقعی طور پر وہ خدا جس کی شان (-) ہے ایک قسم کے خلق اور پیدائش کا دنیا میں ہی نمونہ دکھا دیتا ہے۔ اور ہر ایک زمانہ کے عارف اس کے بارے میں گواہی دیتے چلے آئے ہیں۔ تو پھر وہ تمثلی خلق اور پیدائش جو آخرت میں ہو گی اور میزان اعمال نظر آئے گی اور پلصراط نظر آئے گا۔ اور ایسا ہی بہت سے امور روحانی جسمانی تشکل کے ساتھ نظر آئیں گے۔ اس سے کیوں عقلمند تعجب کرے۔ کیا جس نے یہ سلسلہ تمثلی خلق اور پیدائش کا دنیا میں ہی عارفوں کو دکھا دیا ہے اس کی قدرت سے یہ بعید ہے کہ وہ آخرت میں بھی دکھا دے؟ بلکہ ان تمثلات کو عالم آخرت سے نہایت مناسبت ہے کیونکہ جس حالت میں اس عالم میں جو کمال انقطاع کا تجلی گاہ نہیں یہ تمثلی پیدائش تزکیہ یافتہ لوگوں پر ظاہر ہو جاتی ہے تو پھر عالم آخرت میں جو اکمل اور اتم انقطاع کا مقام ہے کیوں نظر نہ آوے۔

یہ بات بخوبی یاد رکھنی چاہئے کہ انسان عارف پر اسی دنیا میں وہ تمام عجائبات کشفی رنگ میں کھل جاتے ہیں جو ایک محجوب آدمی قصہ کے طور پر کلام الٰہی کی ان آیات میں پڑھتا ہے جو معاد کے بارے میں خبر دیتی ہیں۔ سو جس کی نظر حقیقت تک نہیں پہنچتی وہ ان بیانات سے تعجب میں پڑ جاتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات اس کے دل میں اعتراض پیدا ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کا عدالت کے دن تخت پر بیٹھنا اور ملائک کا صف باندھے کھڑے ہونا اور ترازو میں عملوں کا تلنا اور لوگوں کا پلصراط پر سے چلنا اور سزا جزا کے بعد موت کو بکرے کی طرح ذبح کر دینا اور ایسا ہی اعمال کا خوش شکل اور یا بد شکل انسانوں کی طرح لوگوں پر ظاہر ہونا اور بہشت میں دودھ اور شہد کی نہریں چلنا وغیرہ وغیرہ یہ سب باتیں صداقت اور معقولیت سے دور معلوم ہوتی ہیں۔

موت کے بعد جو کچھ انسان کی حالت ہوتی ہے درحقیقت وہ کوئی نئی حالت نہیں ہوتی۔ بلکہ وہی دنیا کی حالتیں زیادہ صفائی سے کھل جاتی ہیں۔ جو کچھ انسان کے عقائد اور اعمال کی کیفیت صالحہ یا غیر صالحہ ہوتی ہے وہ اس جہان میں مخفی طور پر اس کے اندر ہوتی ہے اور اس کا تریاق یا زہر ایک چھپی ہوئی تاثیر انسانی وجود پر ڈالتا ہے۔ مگر آنے والے جہان میں ایسا نہیں رہے گا۔ بلکہ وہ تمام کیفیات کھلا کھلا اپنا چہرہ دکھلائیں گی۔ اس کا نمونہ عالم خواب میں پایا جاتا ہے کہ انسان کے بدن پر جس قسم کے مواد غالب ہوتے ہیں عالم خواب میں اسی قسم کی جسمانی حالتیں نظر آتی ہیں۔ جب کوئی تیز تپ چڑھنے کو ہوتا ہے تو خواب میں اکثر آگ اور آگ کے شعلے نظر آتے ہیں۔ اور بلغمی تپوں اور ریزش اور زکام کے غلبہ میں انسان اپنے تئیں پانی میں دیکھتا ہے غرض جس طرح کی بیماریوں کے لئے بدن نے تیاری کی ہو وہ کیفیتیں تمثل کے طور پر خواب میں نظر آجاتی ہیں۔ پس خواب کے سلسلہ پر غور کرنے سے ہر ایک انسان سمجھ سکتا ہے کہ عالم ثانی میں بھی یہی سنت اللہ ہے۔ کیونکہ جس طرح خواب ہم میں ایک خاص تبدیلی پیدا کر کے روحانیت کو جسمانی طور پر تبدیل کر کے دکھلاتا ہے۔ اس عالم میں بھی یہی ہو گا۔ اور اس دن ہمارے اعمال اور اعمال کے نتائج جسمانی طور پر ظاہر ہوں گے۔ اور جو کچھ ہم اس عالم سے مخفی طور پر ساتھ لے جائیں گے۔ وہ سب اس دن ہمارے چہرہ پر نمودار نظر آئے گا اور جیسا کہ انسان جو کچھ خواب میں طرح طرح کے تمثلات دیکھتا ہے اور کبھی گمان نہیں کرتا کہ یہ تمثلات ہیں۔ بلکہ انہیں واقعی چیزیں یقین کرتا ہے۔ ایسا ہی اس عالم میں ہو گا۔ بلکہ خدا تعالیٰ تمثلات کے ذریعہ سے اپنی نئی قدرت دکھلائے گا چونکہ وہ قدرت کامل ہے پس اگر ہم تمثلات کا نام بھی نہ لیں اور یہ کہیں کہ وہ خدا کی قدرت سے ایک نئی پیدائش ہے تو یہ تقریر بہت درست اور واقعی اور صحیح ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے (-) کوئی نفس نیکی کرنے والا نہیں جانتا کہ وہ کیا کیا نعمتیں ہیں جو اس کے لئے مخفی ہیں۔ سو خدا تعالیٰ نے ان تمام نعمتوں کو مخفی قرار دیا جن کا دنیا کی نعمتوں میں نمونہ نہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ دنیا کی نعمتیں ہم پر مخفی نہیں ہیں۔ اور دودھ اور انار اور انگور وغیرہ کو ہم جانتے ہیں اور ہمیشہ یہ چیزیں کھاتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ چیزیں اور ہیں اور ان کو ان چیزوں سے صرف نام کا اشتراک ہے۔ پس جس نے بہشت کو دنیا کی چیزوں کا مجموعہ سمجھا اس نے کلام الٰہی کا ایک حرف بھی نہیں سمجھا۔

قاعدہ کلی کے طور پر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ موت کے بعد جو حالتیں پیش آتی ہیں کلام الٰہی نے انہیں تین قسم پر منقسم کیا ہے اور عالم معاد کے متعلق یہ تین (کلام الٰہی کے) معارف ہیں جن کا ہم جدا جدا اس جگہ ذکر کرتے ہیں۔

اول یہ دقیقہ معرفت ہے کہ کلام الٰہی بار بار یہی فرماتا ہے کہ عالم آخرت کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ اس کے تمام نظارے اس دنیوی زندگی کے اظلال و آثار ہیں جیسا کہ وہ فرماتا ہے (-) ہم نے اسی دنیا میں ہر ایک شخص کے اعمال کا اثر اس کی گردن سے باندھ رکھا ہے اور انہیں پوشیدہ اثروں کو ہم قیامت کے دین ظاہر کریں گے اور ایک کھلے کھلے اعمال نامہ کی شکل پر دکھلائیں گے۔ اس آیت میں جو طائر کا لفظ ہے تو واضح ہو کہ طائر اصل میں پرندہ کو کہتے ہیں۔ پھر استعارہ کے طور پر اس سے مراد عمل بھی لیا گیا ہے۔ کیونکہ ہر ایک عمل نیک ہو یا بد ہو وہ وقوع کے بعد پرندہ کی طرح پرواز کر جاتا ہے اور مشقت یا لذت اس کی کالعدم ہو جاتی ہے اور دل پر اس کی کثافت یا لطافت باقی رہ جاتی ہے۔

یہ کلام الٰہی کا اصول ہے کہ ہر ایک عمل پوشیدہ طور پر اپنے نقوش جماتا رہتا ہے۔ جس طور کا انسان کا فعل ہوتا ہے اس کے مناسب حال ایک خدا تعالیٰ کا فعل صادر ہوتا ہے۔ اور وہ فعل اس گناہ کو یا اس نیکی کو ضائع ہونے نہیں دیتا بلکہ اس کے نقوش دل پر منہ پر آنکھوں پر ہاتھوں پر پیروں پر لکھے جاتے ہیں اور یہی پوشیدہ طور پر ایک اعمال نامہ ہے جو دوسری زندگی میں کھلے طور پر ظاہر ہو جائے گا۔

اور دوسری جگہ بہشتیوں کے بارے میں فرماتا ہے (-) اس دن بھی ایمانی نور جو پوشیدہ طور پر (ایمان والوں) کو حاصل ہے کھلے کھلے طور پر ان کے آگے اور ان کے داہنے ہاتھ پر دوڑتا نظر آئے گا۔ پھر ایک اور جگہ بدکاروں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے (-) دنیا کی کثرت حرص و ہوا نے تمہیں آخرت کی تلاش سے روک رکھا یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پڑے۔ دنیا سے دل مت لگاؤ تم عنقریب جان لو گے کہ دنیا سے دل لگانا اچھا نہیں۔ پھر میں کہتا ہوں کہ عنقریب تم جان لو گے کہ دنیا سے دل لگانا اچھا نہیں۔ اگر تمہیں یقینی علم حاصل ہو تو تم دوزخ کو اسی دنیا میں دیکھ لو گے پھر برزخ کے عالم میں یقین کی آنکھوں کے ساتھ دیکھو گے۔ پھر عالم حشر اجساد پورے مؤاخذہ میں آجاؤ گے اور وہ عذاب تم پر کامل وارد ہو جائے گا۔ اور صرف قال سے نہیں بلکہ حال سے تمہیں دوزخ کا علم حاصل ہو جائے گا۔

دوسرا دقیقہ معرفت جس کو عالم معاد کے متعلق کلام الٰہی نے ذکر فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ عالم معاد میں وہ تمام امور جو دنیا میں روحانی تھے جسمانی طور پر متمثل ہوں گے۔ خواہ عالم معاد میں برزخ کا درجہ ہو یا عالم بعث کا درجہ۔ اس بارہ میں جو کچھ خدا تعالیٰ نے فرمایا اس میں سے ایک یہ آیت ہے (-) جو شخص اس جہان میں اندھا ہو گا وہ دوسرے جہان میں بھی اندھا ہو گا۔ اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ اس جہان کی روحانی نابینائی اس جہان میں جسمانی طور پر مشہود اور محسوس ہو گی۔ ایسا ہی (-) فرماتا ہے (-) اس جہنمی کو پکڑو۔ اس کی گردن میں طوق ڈالو۔ پھر دوزخ میں اس کو جلاؤ۔ پھر ایسی زنجیر میں جو پیمائش میں ستر گز ہے اس کو داخل کرو۔ جاننا چاہئے کہ ان آیات میں ظاہر فرمایا کہ دنیا کا روحانی عذاب عالم معاد میں جسمانی طور پر نمودار ہو گا۔ چنانچہ طوق گردن دنیا کی خواہشوں کا جس نے انسان کے سر کو زمین کی طرف جھکا رکھا تھا وہ عالم ثانی میں ظاہری صورت میں نظر آجائے گا۔ اور ایسا ہی دنیا کی گرفتاریوں کی زنجیر پیروں میں پڑی ہوئی دکھائی دے گی اور دنیا کی خواہش کی سوزشوں کی آگ ظاہر ظاہر بھڑکی ہوئی نظر آئے گی۔ فاسق انسان دنیا کی زندگی میں ہوا و ہوس کا ایک جہنم اپنے اندر رکھتا ہے اور ناکامیوں میں اس جہنم کی سوزشوں کا احساس کرتا ہے۔ پس جبکہ اپنی فانی شہوات سے دور ڈالا جائے گا اور ہمیشہ کی نا امیدی طاری ہو گی تو خدا تعالیٰ ان حسرتوں کو جسمانی آگ کے طور پر اس پر ظاہر کرے گا جیسا کہ وہ فرماتا ہے (-) ان میں اور ان کی خواہشوں کی چیزوں میں جدائی ڈالی جائے گی۔ اور یہی عذاب کی جڑ ہو گی۔ اور پھر جو فرمایا کہ ستر گز کی زنجیر میں اس کو داخل کرو یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایک فاسق بسا اوقات ستر برس کی عمر پا لیتا ہے۔ بلکہ کئی دفعہ اس دنیا میں اس کو ایسے برس بھی ملتے ہیں کہ خورد سالی کی عمر اور پیر فرتوت ہونے کی عمر الگ کر کے پھر اس قدر صاف اور خالص حصہ عمر کا اس کو ملتا ہے جو عقلمندی اور محنت اور کام کے لائق ہوتا ہے لیکن وہ بدبخت اپنی عمدہ زندگی کے ستر برس دنیا کی گرفتاریوں میں گزارتا ہے اور اس زنجیر سے آزاد ہونا نہیں چاہتا۔

روزنامہ الفضل ربوہ	پبلشر: آغا سیف اللہ - پرنٹر: قاضی منیر احمد مطبع: ضیاء الاسلام پریس - ربوہ مقام اشاعت: دارالنصر غربی - ربوہ	قیمت 25 روپے

31- فتح 1375 ھش 31- دسمبر 1996ء

ہمارا سالنامہ - جلسہ سالانہ کا انعقاد

وقت ایک اکائی ہے اور اپنے راستے پر رکے بغیر چلتا رہتا ہے۔ یہ ایک لمبے دھاگے کی طرح ہے جس میں کوئی گانٹھیں نہیں۔ گانٹھیں ہم نے اپنی آسانی کے لئے، ذہنی طور پر، اس میں دے رکھی ہیں۔ دن، رات، ہفتہ، مہینہ، سال، صدی، یہ سب ایسی گانٹھیں ہیں جو وقت کی ذات پر تو موجود نہیں ہیں لیکن ہم نے اپنی آسانی کے لئے وقت کے مختلف فاصلے مقرر کر رکھے ہیں جو ہماری زندگی میں باقاعدگی کے ساتھ آتے جاتے رہتے ہیں۔ دن آتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ رات آتی ہے اور چلی جاتی ہے ہفتہ مکمل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مہینہ اور سال بھی مکمل ہو جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ صدیاں بھی مکمل ہو جاتی ہیں۔ لیکن وقت کی اکائی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کسی کا سال کبھی شروع ہوتا ہے اور کسی کا کبھی۔ وقت ہمیں نہیں بتاتا کہ سال شروع ہو رہا ہے یا کسی سال کا انجام ہو گیا ہے۔ ہر روز سورج چڑھتا ہے اور غروب ہوتا ہے لیکن ہم سورج کے چڑھنے اور غروب ہونے سے اس بات کا اندازہ نہیں لگا سکتے کہ ہفتہ یا مہینے یا سال کا کون سا دن ہے۔ اگر ہم از خود گنتی کو سامنے نہ رکھیں اور گنتے نہ رہیں تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وقت کی اکائی کہاں تک آگے بڑھ گئی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ فلاں بات کو ایک ہفتہ ہو گیا ہے۔ فلاں بات کو ایک مہینہ ہو گیا ہے فلاں بات کو ایک سال ہو گیا ہے یا فلاں بات کو ایک صدی ہو گئی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ سب ہمارے اپنے بنائے ہوئے وقت کے فاصلے ہیں۔

انسانی زندگی کی طرف دیکھا جائے تو اس میں ہر شخص کا اپنا اپنا الگ وقت کا حساب ہے۔ جب کوئی پیدا ہوتا ہے اس کے لئے اس کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اسی وقت سے اس کے دن اور رات، اس کے مہینے اور سال گنے جاتے ہیں۔ یہ نہیں کہ ساری دنیا کا ایک ہی وقت میں ایک ہی جیسا وقت کا فاصلہ ناپا جاسکے۔ کوئی ایک دن کا ہے کسی کو اس دنیا میں آئے ایک سال ہو گیا ہے کسی کو بیس سال ہو گئے ہیں۔ گویا کہ ہر شخص کے وقت کے ناپنے کا ذریعہ اس کی اپنی زندگی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے یا یوں کہہ لیجئے کہ کسی واقعے کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ فلاں واقعہ کو اب اتنا وقت ہو گیا ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم نے کہا ہے کہ وقت کی اکائی پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ وقت اسی طرح چلتا رہتا ہے۔ بغیر کسی رکاوٹ کے اور بغیر کسی ہچکچاہٹ کے۔ ہمیں اپنے وقت کو اس طرح تقسیم کرنے کی ضرورت ہے کہ اس کی افادیت ہمارے لئے قائم و دائم ہو جائے۔ واقعات کو یاد رکھنا یا واقعات کے رونما کئے جانے کے لئے کوشش کرنی یہ ہمارا اپنا کام ہے۔

ہم روزنامے الفضل کے اس پرچے کو سالانہ نمبر کہتے ہیں یا سالنامہ کہتے ہیں۔ در اصل یہ سالانہ نمبر یا سالنامہ اس حیثیت سے نہیں ہے کہ اسی تاریخ کو یہ پرچہ شروع کیا گیا تھا۔ اور اب اسے ایک سال ہو گیا ہے۔ ہم اس موقعہ کو جلسہ سالانہ کی نسبت سے منسلک کرتے ہیں۔ جلسہ سالانہ چونکہ سال کے بعد ہوا کرتا تھا اس لئے اب جبکہ جلسہ سالانہ یہاں ربوہ میں منعقد نہیں ہوتا جہاں سے ہم یہ پرچہ شائع کرتے ہیں تو ہم اسے جلسہ سالانہ کی بجائے سال سے نسبت دیتے ہیں یعنی اسے سالنامہ کہتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم اس وقت کی تقسیم کو جلسہ سالانہ ہی کے ساتھ منسلک کرنا زیادہ مناسب سمجھتے ہیں۔ وہ واقعہ جسے جلسہ سالانہ کہا جایا کرتا تھا۔ ایک ایسا بابرکت واقعہ ہوتا تھا جو اب بھی ساری دنیا میں ہو رہا ہے اور اگر نہیں ہوتا تو صرف ربوہ میں نہیں ہوتا۔ اس کے ساتھ ہماری ایمانی کیفیت وابستہ ہے۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اس جلسے کا آغاز کیا تھا۔ اور پھر خدا کے فضل سے سال گزرنے کے بعد ایک اور جلسہ ہوا اور پھر ہر سال کے گزرنے کے بعد ایک جلسہ ہوتا رہا۔ ہمارے لئے یہ بات اس طرح بھی نہایت بابرکت ہے کہ ہر پہلے جلسے سے دوسرے جلسے پر جلسے میں شریک ہونے والوں کی تعداد بڑھتی رہی۔ اللہ تعالیٰ کے نشان ظاہر ہوتے رہے۔ ہماری دعاؤں کو خدا تعالیٰ درجہ قبولیت عطا کرتا رہا اور اس کی دی ہوئی برکت کی وجہ سے ہمارا پھیلاؤ بڑھتا گیا۔ ہمارے پھیلاؤ کا اصل مقصد نہیں ہے کہ ہم صرف ظاہرا طور پر لوگوں کو اپنی جماعت میں شامل کر لیں۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو خدا کے آستانے پر لے کر آئیں۔ لوگوں کا خدا سے تعلق پیدا کریں۔ ان کے دلوں میں نیکی اور تقویٰ جاگزیں کریں۔ اور جلسہ سالانہ جس کی نسبت سے ہم یہ سالنامہ نکالتے ہیں دراصل اسی کام میں ہمارا ممد و معاون ثابت ہوتا تھا۔ ایک بہت بڑا مجمع جب خدا تعالیٰ کی طرف اپنا رخ پھیر کر دعا کرتا تھا تو اس دعا سے ساری دنیا کے احمدی متمتع ہوتے تھے۔ انہیں ان دعاؤں کا فائدہ پہنچتا تھا۔ اب جلسہ تو یہاں نہیں ہوتا۔ لیکن چونکہ اسی کی نسبت سے ہم سالنامہ شائع کرتے ہیں اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ تمام دوست اس موقعہ پر جلسہ سالانہ کو یاد کرتے ہوئے وہ تمام برکات حاصل کرنے کی کوشش کریں جو جلسہ سالانہ کے منعقد کئے جانے کی وجہ سے ہمیں ملتی تھیں۔ اپنے تعلقات کو بڑھائیں۔ خدا تعالیٰ سے دعائیں کریں۔ اور اپنے اہم امور کو ان ایام کے ساتھ وابستہ کرلیں۔ اگر ہم ایسا کر سکیں تو یقیناً جلسہ منعقد نہ ہونے کے باوجود اس کی برکات ہمیں ملتی رہیں گی۔ اور وہ دعائیں جو حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے جلسہ میں شریک ہونے والوں اور اس میں شریک نہ ہو سکنے والوں کی مجبوریوں کے پیش نظر ساری جماعت کے لئے کی تھیں ہمارے حق میں پوری ہوتی رہیں گی۔ ہم اللہ تعالیٰ کے قرب کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرتے رہیں گے اور اپنی زندگیوں کو بہتر سے بہتر بنا کر دنیا بھر کے لئے ایک نمونہ کی حیثیت اختیار کر جائیں گے۔ اور دراصل اس زمانہ میں جماعت احمدیہ کے قیام کی اصل غرض ہی یہ ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کے تعلق کو دنیا میں قائم کریں اور پھیلائیں۔ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو خدا کے آستانے پر لاکر خدا کے حضور کھڑا کریں۔

پس ہمارے اس سالنامے کو جلسہ سالانہ کے انعقاد کے ساتھ منسلک کیجئے اور ان باتوں کو ان ایام میں زیادہ سے زیادہ رواج دیجئے جو جلسے کے انعقاد کے ایام میں ہوا کرتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں ایک دفعہ پھر ان ایام میں جلسہ سالانہ منعقد کرنے کا موقعہ حاصل ہو اور پھر وہ موقعہ کبھی منقطع نہ ہو۔ ہم ہمیشہ جلسہ سالانہ منعقد کرتے رہیں اور اپنے سالناموں کو اسی جلسے کے ساتھ منسلک کر کے اس کی برکات سے حصہ وافر حاصل کریں۔

اے خدا تو ہمیں اس کی توفیق عطا کر۔

حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی کا بابرکت منظوم کلام

(1)

عشق و وفا کی راہ دکھایا کرے کوئی
رازِ وصالِ یار بتایا کرے کوئی

آنکھوں میں نور بن کے سمایا کرے کوئی
میرے دل و دماغ پہ چھایا کرے کوئی

سالوں تک اپنا منہ نہ دکھایا کرے کوئی
یوں تو نہ اپنے دل سے بھلایا کرے کوئی

دنیا کو کیا غرض کہ سنے داستانِ عشق
یہ قصہ اپنے دل کو سنایا کرے کوئی

میں اس کے ناز روز اٹھاتا ہوں جان پر
میرے کبھی تو ناز اٹھایا کرے کوئی

چہرہ مرے حبیب کا ہے مہرِ نیم روز
اس آفتاب کو نہ چھپایا کرے کوئی

ہے دعوتِ نظر تری طرزِ حجاب میں
ڈھونڈا کرے کوئی تجھے پایا کرے کوئی

محفل میں قصے عشق کے ہوتے ہیں صبح و شام
حسن اپنی بات بھی تو سنایا کرے کوئی

پیدائشِ جہاں کی غرض بس یہی تو ہے
بگڑا کرے کوئی تو بنایا کرے کوئی

دشتِ طلب میں

(2)

دشتِ طلب میں جا بجا- بادلوں کے ہیں دل پڑے
کاش کسی کے دل سے تو چشمۂ فیض ابل پڑے

بے آسراؤں کے لئے کوئی تو اشکبار ہو
پیاس بجھے غریب کی تشنہ لبوں کو کل پڑے

بادِ سموم سے چمن- دردوں دکھوں سے لد گیا
آہِ فقیر سے مرے اشک ابل ابل پڑے

چشمِ حزیں کے پار ادھر- دردِ نہاں کی جھیل پر
کھلتے ہیں کیوں کسے خبر- حسرتوں کے کنول پڑے

سود و زیاں سرور و غم- روشنیوں کے زیر و بم
آس بجھے تو یاس کے دیپ کی لو اچھل پڑے

چاند نے پی ہوئی تھی رات- ڈول رہی تھی کائنات
نور کی مے اتر رہی تھی- عرش سے، جیسے طل پڑے

بن گئی بزمِ شش جہات میکدۂ تجلیات
دیر و حرم کو چھوڑ کر رند نکل نکل پڑے

صبر کا درس ہو چکا- اب ذرا حالِ دل سنا
کہتے ہیں، تجھ کو ناصحا- چین نہ ایک پل پڑے

آنکھ میں پھانس کی طرح ہجر کی شب اٹک گئی
اے مرے آفتاب آ- رات ٹلے تو کل پڑے

کون رہِ فراق سے لوٹ کے پھر نہ آسکا
کس کے نقوشِ منتظر- رہ گئے بے محل پڑے

راہِ خدا میں منزلِ مرگ پہ سب مچل گئے
ہم بھی رکے رکے سے تھے- اذن ہوا تو چل پڑے

آئندہ زمانوں کے جو نقشے ابھر رہے ہیں ان میں ایک یہ بھی نقشہ ہوگا کہ ایک عظیم عالمی جلسے میں جہاں کئی ملین احمدی شامل ہو رہے ہوں گے وہاں بیک وقت 15-10 بڑی بڑی زبانوں میں جلسے ہو رہے ہوں گے

خطبہ ارشاد فرمودہ حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع بتاریخ 6 ستمبر 1996ء بمطابق 6 تبوک 1375 ہجری شمسی بمقام بیت الفضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع نے فرمایا (-)

پچھلے دو مہینے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ دو اہم مرکزی جلسوں کی وجہ سے بہت مصروفیت میں گزرے ایک یو کے کا جلسہ اور ایک جماعت جرمنی کا جلسہ' دونوں کے اپنے اپنے الگ الگ رنگ اور الگ الگ مزاج ہیں۔ جہاں تک جماعت یو۔ کے۔ کے جلسے کا تعلق ہے یہ فی الحقیقت عالمی نوعیت کا ان معنوں میں ہے کہ تمام دنیا سے' ہر جگہ سے کچھ نہ کچھ لوگ جو توفیق رکھتے ہیں ضرور اس جلسے پر پہنچ جاتے ہیں اور وہ مرکزی حیثیت جو کبھی ربوہ کے جلسوں کو نصیب تھی اس شان کے ساتھ تو نہیں' اس کثرت کے ساتھ تو نہیں مگر مزاج کے طور پر ضرور یو۔ کے۔ کی جماعت کے جلسے کو نصیب ہو چکی ہے۔ جرمنی کا جلسہ اپنی نوعیت کی الگ شان رکھتا ہے اس میں جو آنے والوں کا ہجوم ہے اور شامل ہونے والوں کی کثرت وہ محض کثرت کی بناء پر نہیں بلکہ مختلف قوموں کی نمائندگی کے لحاظ سے جو چند ہیں ایک غیر معمولی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ وہ صرف افراد کی کثرت نہیں بلکہ قوموں کی بحیثیت قوموں کے شمولیت کی کثرت بھی ہے۔

ربوہ کے جلسے میں بھی اور یو۔ کے۔ کے جلسے میں بھی اگرچہ ہر قوم کے لوگ آتے رہے' ہر ملک کے لوگ آتے رہے' آتے ہیں' (اللہ نے چاہا تو) آتے رہیں گے مگر باقاعدہ اس طرح باجماعت کے طور پر کثرت سے دوسری قوموں کے لوگوں کا آنا یہ جرمنی کا ہی حصہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز جرمنی کو بخشا ہے۔ چنانچہ اس سال جو ہجوم کی کثرت دیکھی تو امیر صاحب نے اس بارے میں مجھ سے ذکر کیا کہ اب اتنے مختلف زبانوں والے بیک وقت سنبھالنے مشکل ہو رہے ہیں اور اس کا کیا حل ہو سکتا ہے۔ اتفاق سے جو حل میرے ذہن میں آیا اسی حل کی وہ بھی سوچ رہے تھے کہ جرمنی کا جلسہ بیک وقت دو تین قوموں کا جلسہ ہو رہا ہو اور ایک جلسہ اور ایک پنڈال نہ ہو بلکہ بوزنین مقررین بوزین زبان میں اپنا جلسہ جاری رکھیں اور البانین مقررین البانین زبان میں اپنا جلسہ جاری رکھیں۔ ان کے علماء ان سے اسی طرح گفتگو کر رہے ہوں جیسے ہمارے ہاں لجنہ کا جلسہ' خواتین کا الگ ہو رہا ہوتا ہے اور مردوں کا الگ اور بعض تقریبات اکٹھی ہو جاتی ہیں۔

تو اب جو قومی پھیلاؤ کے دن آئے ہیں جب فوج در فوج لوگ داخل ہو رہے ہیں تو اس کے سوا چارہ نہیں رہا کہ ایک جلسہ اپنے بہت سے پہلو دائروں کی صورت میں رکھتا ہو اور ایک وسیع جلسہ ان سب دائروں پر محیط ہو اور اس میں بعض ایسی مصروفیات ہوں جن میں سب کو اکٹھا شریک ہونے کا موقع ملے۔ مثلاً جو بھی (امام جماعت) ہو اس وقت اس کی تقریر اور بعض مرکزی علماء کی تقاریر یا بعض بیرونی وفود کی آمد پر ان کو جو موقع دیا جاتا ہے کچھ بات کرنے کا' ایسی تقریبات ہیں جو سب میں مشترک ہو سکتی ہیں تاکہ جلسے کی وحدانیت بھی قائم رہے اور اس کے جو پھیلاؤ کے تقاضے ہیں وہ بھی پورے ہوں۔ ورنہ مشکل یہ پیش آتی ہے کہ البانین لوگوں کے لئے صرف وہ خطاب ہی رکھا جائے جو میں ان کے ساتھ بیٹھ کر ان سے مجلس کرتا ہوں تو باقی وقت جلسے میں ان کا دل نہیں لگتا اور اکثر صبح آئے اور پھر رات کو واپس چلے گئے اور اس افراتفری کے عالم میں وہ اپنے آپ کو جلسے کا اس طرح جزو نہیں سمجھ سکتے جیسا ہر شامل ہونے والے کو سمجھنا چاہئے۔

ایک حل اس کا ہم نے یہ کیا تھا کہ البانین اور بوزنین مہمان جو ہزارہا کی تعداد میں آتے ہیں ان کے سپرد ذمہ داریاں کر دی تھیں اور جن کے سپرد وہ ذمہ داریاں کی گئیں ان کے اخلاص میں غیر معمولی ترقی ہوئی۔ انہوں نے بڑی ذمہ داری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت سی باتوں میں پرانے کارکنوں سے بھی بڑھ کر نمونے دکھائے مگر وہ چند لوگ ہیں جو اس طرح منسلک ہو جاتے ہیں' اکثریت اجنبی رہتی ہے اور سوائے اس خطاب کے یا ان خطابات کے جو ان کو سامنے رکھ کر ان سے کئے جاتے ہیں وہ جلسے کا حصہ نہیں بنتے۔ تو اس تجویز کو ابھی تک ہم نے آخری صورت تو نہیں دی مگر مجھے لگتا ہے کہ آئندہ زمانوں کے جو نقشے ابھر رہے ہیں ان میں ایک یہ بھی نقشہ ہوگا کہ ایک عظیم عالمی جلسے میں جہاں کئی ملین احمدی شامل ہو رہے ہوں گے وہاں بیک وقت دس پندرہ بڑی بڑی زبانوں میں جلسے ہو رہے ہوں گے۔ ان کے علماء ان سے خطاب کر رہے ہوں گے اور جہاں مرکزی خطابات آئیں گے وہاں سب اس میں شریک ہوں گے۔ تو یہ نقشہ جو ابھر رہا ہے اس کا آغاز جرمنی سے ہونے والا ہے۔ تو میں امید رکھتا ہوں کہ امیر صاحب جرمنی اس بات کو یاد رکھتے ہوئے اس کا جو انتظامی ڈھانچہ ہے وہ تیار کریں گے اور آئندہ سال ہم اس پر تجربہ کر کے دیکھیں گے۔ (اللہ نے چاہا تو)

تو یہ مصروفیات جو جلسہ جرمنی کی وجہ سے تھیں وہ بھی بہت گہری اور اپنی توجہات کے لحاظ سے بہت پھیلی ہوئی تھیں۔ نہ صرف یہ کہ وہ پروگرام جو آپ نے بھی ٹیلی ویژن پر دیکھے ان میں حصہ لینے کا موقع ملا بلکہ بہت سے ایسے امور تھے جو ٹیلی ویژن پر دکھانے والے امور نہیں تھے' آپس کے مشورے تھے' منصوبہ بندیاں تھیں۔ اور ان پر بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے کافی ٹھوس کام کرنے کی توفیق بھی ملی اور بہت سی نئی نئی راہیں احمدیت کی ترقیات کی خدا تعالیٰ کے فضل سے روشن ہوئی ہیں۔ اور جرمنی کے جلسے میں ضمنی جلسے جو آ جاتے ہیں ایک اس میں سے ہالینڈ ہے' ایک بلجیئم ہے اور آتے جاتے ان دونوں جماعتوں کو بھی اللہ کے فضل سے فائدہ پہنچ جاتا ہے۔ پس یہ جو غیر معمولی جلسوں کی مصروفیت کا کام تھا جس میں زیادہ تر بیرونی مہمانوں کے آنے کے تقاضے جو ہیں اور آئندہ جلسے کے پروگرام بنانے اور نئی راہیں جو کھلتی ہیں ان پر زیادہ ہمت اور خلوص کے ساتھ قدم آگے بڑھانے کے منصوبے طے کرنے ہیں یہ ایک حصہ تو پورا ہوا لیکن کچھ حصہ ایسا ہے جو ابھی پھیلا پڑا ہے آئندہ سال پر اور وہ (اللہ نے چاہا تو) جاری رہے گا۔ اس کی سوچ بچار' فکر کرنا' منصوبے بنانا۔ لیکن وہ جو مرکزی کام مستقل نوعیت کے ہیں اب میں ان کی طرف لوٹا ہوں تو بہت بڑا انبار لگا ہوا ہے کاموں کا اور حیرت ہوتی ہے کہ اتنی دیر الگ رہ کر یہ ضروری کام کیسے پیچھے رہ گئے۔ تو اب (اللہ نے چاہا تو) زیادہ تر توجہ انہی امور کی طرف دی جائے گی جو مستقل ہیں اور اس کی Volume یعنی اس کی مقدار اتنی بڑھ چکی ہے کہ ایک دن بھی اگر باہر رہ جائے یہاں سے تو پیچھے جو کام ہیں وہ ڈھیریوں میں اونچے ہونے شروع ہو جاتے ہیں' ڈھیر لگ جاتے ہیں ان کے۔ مگر اللہ تعالیٰ توفیق دیتا ہے۔ یہ ایک بہت ہی اہم بات ہے جسے آپ کو ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ جو کام ڈالتا ہے وہ توفیق بھی دیتا ہے۔ اس لئے اس بارے میں آپ کو قطعاً فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ کام بڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ وقت میں برکت بھی بڑھا دیتا ہے۔ کام کرنے والے' خدمت کرنے والے ازخود دلوں میں جوش لے کر آگے آتے ہیں اور کبھی بھی اس پہلو سے کمی محسوس نہیں ہوئی۔ اور جو کام مجھے کرنے ہیں وہ مجھے ہی کرنے ہوتے ہیں' وہ بانٹے نہیں جا سکتے۔ اور ان کاموں کے بڑھنے کے باوجود خدا تعالیٰ نے یہ مدد کا سلسلہ ایسا جاری رکھا ہے کہ کبھی بھی یہ محسوس نہیں ہوا کہ کام حد استطاعت سے آگے نکل گئے ہیں۔ تو بعض لوگ گھبراتے ہیں اور پریشان ہوتے ہیں کہ آپ پہ اتنے بوجھ پڑ گئے ہیں۔ اب آپ ان کو بانٹنا شروع کریں۔ جو فیصلے والی باتیں ہیں آخری وہ اس لئے ہمیشہ (امامت) کے ساتھ منسلک رہیں گی کہ فیصلوں کے ساتھ بہت سے غور ہیں' بہت سی باتیں ہیں جو عمومی نظر رکھنے کے بغیر فیصلے ہو ہی نہیں سکتے اور جہاں بھی وہاں کمی آئی ہے وہاں فیصلے غلط ہو گئے ہیں۔ اس لئے جو کام سارے عالم کے ایک مرکزی نمائندے کو کرنے ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے کہ مرکزی دماغ کا کام کرے وہ کام بانٹے نہیں جا سکتے سوائے اس کے کہ کوئی آفت آ جائے۔ تو بعض دفعہ دل میں بھی ایک مرکز بن جاتا ہے لیکن اصل مرکز جو خدا تعالیٰ نے بنایا ہے وہ ایک مرکز ہے سوچ کا' اور بدن کے کام بھی تو دیکھیں کتنے پھیل چکے ہیں۔ اگر آپ کو پتہ لگے کہ کتنے کام ہیں جو انسان کا وجود کرتا ہے تو اس کے تصور سے ہی دماغ مختل ہو جائیں۔ ان کی تفاصیل لکھنے بیٹھیں تو عمریں گزر جائیں تو تفاصیل لکھ نہیں سکتے۔

اس میں راز یہ ہے کہ تدریج اور ترقی کی جو Evolution کا رنگ رکھتی ہو اس کی برکتوں سے بعض کام اپنی ذات میں مکمل ہوتے چلے جاتے ہیں اور سوچنے والا دماغ ان سے بالا ہو کر ان پر نظر تو رکھتا ہے مگر وہ کام پھر اتنی توجہ نہیں چاہتے یہاں تک کہ ہر سال ایک منزل اونچی ہو جاتی ہے اور (پھر وہ عرش پر قائم ہو گیا) مضمون انسان پر روشن ہو جاتا ہے۔ کہ کتنا عظیم کائنات کا کام ہے جس کا وہم و گمان بھی اگر انسان کروڑہا کروڑ سال تک زندہ رہے تو نہیں کر سکتا۔ ناممکن ہے اس کی اتھاہ کو پہنچ سکے۔ لیکن اس کے باوجود خدا نے وہ کام کئے اور کروائے اور اس کی تربیت دی اور نظام ازخود جاری ہو گیا گویا کہ ازخود جاری ہو گیا حالانکہ ازخود جاری نہیں ہے۔ اس پر فرشتے مقرر فرمائے' ہر ایک کا ایک نگران مقرر کیا' ان نگرانوں کے اور نگران بنائے یہاں تک کہ سارے کام اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ یوں چل

پڑے جیسے کوئی نگران ہی نہیں ہے' از خود ہی جاری ہو گئے ہیں۔

یہ جو نظام کائنات ہے خدا تعالیٰ نے مذہب میں بھی یہی نظام جاری فرمایا ہے اور ذمہ داریوں کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ اگر اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی حکمت اور اللہ تعالیٰ کی دکھائی ہوئی راہوں پر چلتے ہوئے انسان کام کرے تو اس فکر کی ضرورت نہیں رہتی کہ کام بہت بڑھ گیا ہے۔ دماغ سے زیادہ اپنے وجود کو سنبھالنے کا جو کام ہے وہ ہو ہی نہیں سکتا۔ ہر شخص کا دماغ اپنی ذات کے محدود دائرے میں ہی اتنے کام کرتا ہے کہ میں نے جیسا کہ بیان کیا ہے اگر آپ اس کا تصور باندھنے کی کوشش کریں تو آپ کی طاقت ہی نہیں ہے۔ ہر حکم جو دماغ دیتا ہے ہر حرکت کے لئے اس کے ساتھ جو بجلی کی لہریں دماغ کے چھوٹے سے محدود دائرے میں آگے پیچھے حرکت کرتی ہیں اور تمام نظام کو منسلک کرتی ہیں اس. ایک حکم کے ساتھ اور اس کے نتائج کے ساتھ اس کے متعلق سائنس دان کہتے ہیں کہ لاکھوں میل کا سفر بجلی کے کوندوں کا ہر حکم کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ اس نے یادداشت کے مرکز تک بھی پہنچنا ہے اور اس نے جسم کے ہر خلیے کو اس کی تعلیم دینی ہے کہ اس کا نتیجہ تم پر کیا ہو گا کیا اثر اس پر پڑے گا۔ یہ بہت ہی تفصیلی اور گہرا مضمون ہے لیکن ہر حکم کے وقت دماغ کے اندر جو رابطے ہیں وہ بجلی کے رابطے وہ لاکھوں میل سفر کر جاتے ہیں اور یہ نظام آناً فاناً تو نہیں پیدا ہوا۔ اس کے لئے ایک ارب سال لگے ہیں کہ رفتہ رفتہ وہ آگے بڑھا ہے لیکن جب بڑھ گیا تو ایسا آسان ہو گیا یوں لگا جیسے کام ہو ہی نہیں رہا۔ ہر آدمی اپنی ذات سے غافل سویا رہتا ہے' اس کا نظام خود بخود حرکت میں رہتا ہے لیکن سوتے ہوئے بھی دماغ کوئی کام ضرور کر رہا ہوتا ہے۔ یہ جو پہلو ہے یہ روحانی دنیا میں بھی اسی طرح جاری ہوتا ہے اور آگے بڑھتا ہے اور کام اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ منظم ہوتے چلے جاتے ہیں اور (پھر وہ عرش پر قائم ہو گیا)۔ والا مضمون روشن ہوتا جاتا ہے اور انسان ایک عرش سے دوسرے عرش' دوسرے عرش سے تیسرے عرش پر ترقی کرتا ہے۔ یہ وہ دور ہے جس میں جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑی کامیابی سے داخل ہو کر اب آگے بڑھ رہی ہے۔

اس لئے جتنے بھی کام بڑھیں گے ایک ذرے کا بھی وہم نہ کریں کہ (امام جماعت) کی طاقت سے بڑھ جائیں گے۔ جو مرکزی نظام خدا نے قائم کیا ہے وہی جاری رہے گا اور وہی سارے کام سنبھالے گا اور ساری ذمہ داریاں ادا کرے گا اور ساتھ ساتھ جو تائیدی نظام ہے سلطان نصیر بنتے چلے جاتے ہیں وہ اپنا اپنا کام کرتے چلے جائیں گے لیکن ہر دفعہ ریفرنس دماغ کو جاتا ہے۔ اور یہ جو ریفرنس جانے والی بات ہے یہ بڑی حیرت انگیز بات ہے۔ سوتے ہوئے میں بھی جسم کے اعضاء میں جگہ جگہ جو تبدیلیاں واقع ہو رہی ہیں ان کا ریفرنس ایک دماغ کو ضرور جاتا ہے یعنی ایک حوالہ جاتا ہے کہ یہ یوں ہو رہا ہے اس کو ریکارڈ کر لو اور یہ یوں ہونا چاہئے کہ نہیں ہونا چاہئے تو اس لئے ریفرنسز جتنے بھی ہوں اگر نظام مرتب ہو تو اس کے نتیجے میں طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں پڑتا۔

مگر اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جس رفتار سے جماعت ترقی کر رہی ہے اس میں مزید دعاؤں کی ضرورت ہے۔ اور یہ مضمون میں نے اس لئے کھول کر بیان کیا ہے باوجود اس کامل یقین کے کہ خدا تعالیٰ خود توفیق دے گا اور بڑھائے گا دعا کا خانہ اپنی جگہ موجود رہتا ہے اور اس سے فرق پڑتا ہے۔ جتنی زیادہ دعائیں مددگار ہوں اتنا ہی انسان اللہ تعالیٰ کی تائید کو آسمان سے اترتا دیکھتا ہے اور محسوس ہوتا ہے کہ یہ دعائیں ہیں جو پھل لا رہی ہیں۔ اس لئے جماعت دعاؤں سے غافل نہ ہو۔ اور دعاؤں والا جو مضمون ہے اس میں فتنوں کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ ایک انسان اگر لاعلمی میں کوئی فیصلے کرتا ہے تو ان فیصلوں میں اسی حد تک خامی پیدا ہو سکتی ہے اور دشمن ہمیشہ چھپ کر وار کرتا ہے اور جب تک اس کے وار کا طریقہ معلوم نہ ہو' اس کی واردات کا اندازہ' طریق معلوم نہ ہو اس وقت تک انسان صحیح طرح اس کے خلاف اگر طاقت رکھتا بھی ہو تو دفاع کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اچانک حملے کا جو فلسفہ ہے جنگوں میں استعمال ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ ایک چھوٹا دشمن بھی بڑے دشمن پر غالب آجاتا ہے اگر سرپرائز (Surprise) کا ایلیمنٹ (Element) آجائے' اچانک پن اس میں آجائے۔ تو دشمن چونکہ ہمیشہ سازش مخفی کرتا ہے اور (کلام الٰہی) نے شیطان کے حوالے سے یہ بات ہم پر خوب کھول دی ہے کہ شیطان تمہیں وہاں سے دیکھ رہا ہے جہاں تم اسے نہیں دیکھ رہے۔ وہاں سے وار کرتا ہے جہاں تمہیں پتہ نہیں۔ اس لئے خدا کی پناہ میں آنے کا مضمون ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے۔ انسان اپنی تمام صلاحیتوں کے باوجود ان دیکھے حملے کے خلاف موثر دفاع نہیں کر سکتا لیکن وہ حملے جو دکھائی دیں اس میں بھی بسا اوقات مزید مدد کی ضرورت پڑتی ہے۔ مگر ان دیکھے حملے تو بہت ہی شدید اور مہلک ہو جاتے ہیں۔ پس اس پہلو سے دعا جاری رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان دیکھی چیزوں کو ہمیں دکھا دے اور وقت پر دکھا دے اور پھر ان کی جوابی کارروائی کی توفیق عطا فرمائے' حکمت بخشے اور اس حکمت کے منصوبے کو جو انسان بناتا ہے اس پر عملدر آمد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تو دعاؤں کا خانہ تو اپنی جگہ ہمیشہ رہے گا اسے نظر انداز کرنا بے وقوفی اور خودکشی ہے۔ پس جہاں خدا مالک اور انسان متوکل ہے اور خدا اس کا وکیل ہے یعنی توکل کرنے والا انسان ہے اللہ تعالیٰ اس کا وکیل بن جاتا ہے ایسی صورت میں بھی (کلام الٰہی) بار بار دعاؤں کی طرف متوجہ فرماتا ہے۔ جو زیادہ دعائیں کرے گا اس کا زیادہ وکیل اللہ ہو جائے گا اور جو جتنا توکل کرے گا اتنا ہی ساتھ دعائیں بھی بڑھائے گا کیونکہ توکل کا مضمون دعا چاہتا ہے۔ توکل کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے تو جو کرنا تھا کر لیا مگر ہم جانتے ہیں کہ ہم کمزور ہیں' نااہل ہیں' ہر چیز پہ ہماری نظر نہیں' عالم الغیب تو درکنار' عالم الشھادہ بھی پورے نہیں ہیں' اس لئے ہمارے منصوبوں میں ضرور خامیاں رہ گئی ہیں۔ لیکن جو پوری کوشش کے باوجود خامیاں رہ جائیں ان میں انسان کہتا ہے کہ اے اللہ میں تجھ پر توکل کرتا ہوں اور تو اب ان کمزوریوں کو سنبھال لے اور ان کے بد اثرات سے ہمیں بچالے۔ یہ توکل سب سے زیادہ آنحضرت ﷺ میں تھا اور اس توکل کے مضمون کو سمجھنے کی وجہ سے آپ کی دعائیں بے انتہا ہو گئیں یعنی اتنی دعائیں تھیں کہ ہم عام زندگی میں اس کا تصور نہیں کر سکتے۔ سوتے میں بھی دعائیں جاری ہوتی رہتی تھیں۔ بدن سو بھی جائے تو دماغ جاگتا رہتا تھا اور ہر لحظہ' ہر ہر لمحہ خدا کی طرف مدد کا ہاتھ بڑھا رہتا تھا۔ پس توکل کے مضمون کو اگر آپ سمجھ جائیں تو دعا کا مضمون از خود زیادہ واضح اور روشن ہوتا چلا جائے گا۔

پس یہ جو سارے کام میں نے بتائے ہیں بڑے عمدہ چل رہے ہیں اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ خامیوں کے احتمالات نہیں۔ خامیوں کے بہت سے احتمالات ہیں اور علم کی کمی منصوبے کی خامیوں کی ذمہ دار بنتی ہے اور انسان عالم الغیب ہے ہی نہیں میں نے جیسا کہ عرض کیا عالم الشھادہ بھی نہیں۔ کئی لوگ آتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جی ہم نے خواب میں دیکھا اور بڑا اخلاص کا اظہار کرتے ہیں ہم احمدی ہو گئے اور سادہ لوح انسان جو اللہ کے نور سے نہیں دیکھتے وہ دھوکے میں آجاتے ہیں حالانکہ (صاحب ایمان) ہوتے ہیں اور بعد میں وہ پھر چکمہ دے کر ان کی رقمیں لے کر بھاگ جاتے ہیں' ان کی جائیدادوں کو نقصان پہنچا جاتے' ان کو فتنوں میں ملوث کرتے' پولیس میں جا کے رپورٹیں کرتے۔ یہ آج کل تو آئے دن ایسی خبریں آتی ہیں اور اس سے بہت تکلیف ہوتی ہے مگر وجہ وہی ہے جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ آدمی عالم الغیب نہیں ہے اور ہر شخص کا عالم الغیب نہ ہونا الگ الگ معنے رکھتا ہے۔

(صاحب ایمان) جو گہری فراست رکھتا ہے وہ بھی عالم الغیب نہیں مگر عام انسانوں کے مقابل پر گویا عالم الغیب ہے۔ اس کو اتنا زیادہ دکھائی دے رہا ہوتا ہے کہ عام آدمی کو اس کا عشر عشیر بھی دکھائی نہیں دے رہا ہوتا۔ لیکن (صاحب ایمان) ہوتے ہوئے یعنی عام باتوں میں (صاحب ایمان) ہوتے ہوئے جب تقویٰ زیادہ گہرا نہ ہو تو پھر فراست پر اثر پڑتا ہے۔ بعض لوگوں کو جو (دعوت الی اللہ) کا جوش ہے' اب وہ تقویٰ کی باریکی کا حال میں آپ کو بتاؤں' کہاں اس کی باریکی فائدہ بھی دے سکتی ہے نقصان بھی دے سکتی ہے۔ اگر جوش یہ ہے کہ میں نے نمبر بڑھانا ہے ضرور' اگر جوش یہ ہے کہ مجھے سو کا ٹارگٹ ہے میں نے پورا کرنا ہی کرنا ہے' اگر جوش اس بات کا ہو کہ ایک آدمی چونکہ اچھی باتیں بتا رہا ہے اس لئے اگر میں مان کر اس کو پیش کروں گا تو اور بھی زیادہ اثر پڑے گا کہ میں نے ایک بڑا متقی بزرگ' دعا گو انسان جماعت کو تحفہ دے دیا۔ یہ فراست کی بات نہیں تقویٰ کی کمی کی بات ہے۔ (صاحب ایمان) کی نظر اس لئے محتاط ہوتی ہے کہ اس کی ذات ملوث نہیں ہوتی۔ جہاں اپنے نفس کی کمائی کا اظہار کرنا پیش نظر ہو کہ میرے نفس نے محنت سے یہ بات کمائی ہے اور اس کا مجھے کریڈٹ ملنا چاہئے وہاں ضرور تقویٰ میں کمی آنے کی وجہ سے دھوکہ ہو گا اور بعض چیزیں نظر نہیں دیکھ سکتی اور دیکھنے میں وہ لوگ متقی ہیں' (عبادت گزار) ہیں' وقت دیتے ہیں' دین کی خدمت میں وقت دیتے ہیں' (دعوت الی اللہ) پر وقت خرچ کرتے ہیں' اموال کی قربانی کرتے ہیں لیکن تقویٰ بہت ہی باریک مضمون ہے۔ جہاں نیکی دکھانے کی بھی خواہش پیدا ہو جائے وہاں بھی یہ شیطان وہاں سے حملہ کرتا ہے جہاں دکھائی نہیں دیتا۔ یہ جو مضمون میں نے بیان کیا ہے کہ دکھائی نہیں دیتا یہ مضمون ہے۔ یہ مراد نہیں ہے کہ موٹی موٹی باتوں میں دکھائی نہیں دیتا۔ موٹی باتوں میں تو شیطان دکھائی دے دیتا ہے پھر بھی انسان ٹھوکر کھاتا ہے' جانتے بوجھتے بھی کھاتا ہے لیکن جہاں دکھائی نہیں دیتا وہ یہ لطیف باتیں ہیں۔ اگر آپ خالصتاً اللہ ہو کر اپنی نگرانی کریں تو آپ کی نظر بڑھ جائے گی' زیادہ لطیف ہو جائے گی' گہرائیوں میں اترنے کی صلاحیت پا جائے گی پھر بھی سب کچھ نہیں دیکھ سکے گی۔ یہ فرق ہے عالم الغیب میں اور اس (صاحب ایمان) میں جو اللہ کی نظر سے دیکھتا ہے۔ جب سب کچھ ہو جائے اور انسان اپنی خداداد صلاحیتوں کو حد کمال تک پہنچا دے پھر جو باقی حصہ ہے وہ بھی بے انتہا ہے اور وہاں توکل شروع ہوتا ہے۔ وہاں سے وہ مضمون شروع ہوتا ہے جسے حضرت (بانی سلسلہ) فرماتے ہیں کہ تم سو رہے ہوتے ہو تو خدا تمہارے لئے جاگ رہا ہوتا ہے۔ تم دشمن سے غافل ہوتے ہو خدا اس پر نظر رکھتا ہے۔ تمہیں معلوم ہی نہیں ہوتا کہ کس چیز کی مجھے ضرورت ہے اللہ کو معلوم ہوتا ہے اور وہ ضرورتیں پوری کر رہا ہوتا ہے۔ یہ جو توکل والا میدان ہے اس میں دعاؤں کی ضرورت ہے کیونکہ یہاں مانگنے والے کو دیا جاتا ہے اور دعاؤں کی اس لئے ضرورت ہے کہ اگر وہ نہیں مانگے گا تو اپنی ذات پہ توکل ہے اس لئے اس کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ بعض لوگ کم فہمی میں یہ سمجھتے ہیں کہ خدا کو کیا منگوانے کا شوق ہے۔ ہم نے توکل کر دیا خدا اب سنبھال لے حالانکہ جو وہ توکل ہے وہ نفس کا دھوکہ ہے۔ اس توکل کا مطلب ہے کہ ہم نے جو چیزیں پوری کر دیں اب لازماً سب کام ٹھیک ہونے چاہئیں اور بالآخر وہ اپنی ذات پر توکل ہی بن جاتا ہے۔ لیکن جہاں خطرات کا احساس ہو اور پتہ ہو کہ سب چیزیں کافی نہیں ہیں وہاں کسی مددگار کی ضرورت پیش آتی ہے اور لازماً دل سے دعائیں اٹھتی ہیں کہ اے ہمارے مددگار' اے خدا! ان ضرورتوں کو پورا کر دے جن پر ہماری نگاہ ہی نہیں ہے۔ ان خامیوں کو دور کر دے جن پر ہماری نظر نہیں ہے اور پھر ہمارے ان کاموں کو سنبھال لے جو ہمارے بس میں نہیں ہیں۔

تو یہ وہ مضمون ہے جس کی اس وقت جماعت کو سمجھنے کی بڑی گہری ضرورت ہے۔ ہمارے کام پھیل رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ۔ اور اتنے پھیل رہے ہیں کہ اگر اپنی طاقت کو دیکھیں تو ناممکن دکھائی دیتا ہے کہ ہم انہیں سنبھال لیں۔ وہ ارتقائی دماغ جس کی میں بات کر رہا ہوں اس کو بھی تو وقت چاہئے اور جب ترقیات تیزی سے آگے بڑھ جائیں تو اس ارتقائی اجتماعی دماغ کے لئے جتنا وقت درکار ہے وہ ہی نہیں ملتا اور وہاں لازماً اللہ تعالیٰ کے براہ راست دخل کی ضرورت پیش آتی ہے۔ یہ جو مضمون ہے اس پر غور کر کے جو جدید سائنس دان ہیں انہوں نے یہ راز معلوم کر لیا کہ جو Evolution کا وقت ہم نے دیکھا ہے وہ Evolution کے لئے کافی نہیں ہے۔ یعنی حیرت انگیز دریافت انہوں نے کی ہے اور اب اس میں ہی وہ غرق ہوئے بیٹھے ہیں۔ کہتے ہیں ہم نے جو حساب لگایا انسانی زندگی تک پہنچنے کے لئے زندگی نے جتنے مراحل کا سفر کیا ہے ایک بلین سال اس کے لئے کچھ بھی نہیں ہے' بالکل معمولی

حیثیت ہے۔ اور یہ سوچ آگے بڑھی تو اب یہ اس منزل میں داخل ہو گئی ہے کہ ہم جو کہتے تھے Big Bang سے بیس ملین سال کے اندر یہ سارا نظام وجود میں آگیا اب جو نئی دریافتیں ہو رہی ہیں وہ دیکھنے کے بعد اور جو کائنات کے انتظام کے پیچ وخم دکھائی دے رہے ہیں اب یہ آواز اٹھ رہی ہے کہ یہ تو کچھ بھی نہیں بیس ملین سال میں تو یہ ممکن ہی نہیں۔ وہاں ان کو توکل کا پتہ نہیں۔ توکل بتاتا ہے کہ خدا ہے جو اس جاری کارخانے کے علاوہ اپنے عرش سے ان باتوں پر نظر رکھتا ہے اور اگر ایک بیرونی دماغ فیصلے کرنے والا ان کے کمپیوٹر میں داخل کر دیا جائے تو ایک بلین سال میں آسانی سے وہ سارے مراحل طے ہو سکتے ہیں لیکن فیصلے باہر کرنے پڑیں گے۔ اتفاقات سے مضمون آگے نہیں بڑھتا بلکہ اتفاقات جو دکھائی دیتے ہیں ان کو اگر کوئی جوڑنے والا ہو اور اس کا ہاتھ دکھائی نہ دے رہا ہو تو وہ سفر جو اتفاقات کے لئے لاکھوں سال کا سفر ہو گا وہ ایک جوڑنے والا ہاتھ چند سالوں میں طے کر سکتا ہے۔ پس خدا کی ہستی کی طرف یہ ہنکائے لئے جا رہے ہیں اور ابھی تک ان کو ہوش نہیں آتی پوری طرح۔ بعض کو آگہی ہے' بعضوں نے کھلم کھلا کہنا شروع کر دیا ہے کہ یہ حقائق ہیں' ہم ان سے کب تک آنکھیں بند کریں گے۔ جو حقائق اب تک معلوم ہوئے ہیں وہ اس بات کو ناممکن دکھا رہے ہیں کہ کسی بیرونی باشعور اور عالم ہستی کے بغیر یہ کارخانہ اس رفتار کے ساتھ آگے بڑھ ہی نہیں سکتا۔ یہ ناممکن ہے۔ تو اس لئے توکل کا مضمون کائنات میں بھی ایک ہے جسے اب آہستہ آہستہ سائنس دانوں نے دیکھنا شروع کیا ہے لیکن ہمیں تو خدا تعالیٰ نے پکی پکائی دی ہے۔ (کلام الٰہی) نے یہ ساری باتیں کھولیں اور آنحضرت ﷺ نے ان کے باریک رازوں سے پردے اٹھا دیئے۔ پس اس پہلو سے جماعت کو جب سب کچھ خدا تعالیٰ نے شعور بخش دیا تو اس آخری مقام سے غافل ہو جانا ان کی ساری محنت کو ضائع کر سکتا ہے۔ اور توکل کے لئے جو اس مضمون کا توکل ہے کہ لوگ کثرت سے آئیں گے تو کیا کرنا ہے (خدا تعالیٰ) نے ہمیں صاف نصیحت فرمائی ہے (-) اس وقت خدا کی تسبیح کرو۔ اپنے آپ کو خالی کر لو ہر تسبیح سے یعنی یہ یقین کر لو کہ تم غلطیوں سے پاک نہیں ہو۔ اللہ ہی ہے جو غلطیوں سے پاک ہے اور یہ اقرار ہے اپنی کم مائیگی کا جو پھر حمد کے مضمون میں داخل کرتا ہے۔ غلطیوں سے پاک ہی نہیں' ہر حمد کا حامل وہی ہے مالک وہی ہے (-) اس سے پھر بخشش طلب کرو۔ (-) پھر وہ تمہاری ہر غلطی کو معاف کرنے کی طاقت رکھتا ہے اور ہر غلطی کو معاف کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس کے خمیازے سے تمہیں بچائے گا۔ یہ مضمون ذہن نشین رکھیں تو اب میں آپ کو بتاتا ہوں کہ (یہ) انتخاب میں نے کیوں کیا جس کی میں نے ابتداء میں تلاوت کی تھی۔

اس (-) میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (-) جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ فوز عظیم حاصل کر لے گا۔ پس ہمارا سفر فوز عظیم کا سفر ہے اور اس میں توکل کے مضمون اور اپنی خامیوں کے مضمون کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ لازم ہے کہ ہم اپنی اصلاح بھی ساتھ ساتھ کرتے چلے جائیں اور بغیر اصلاح کے کوئی ارتقاء ممکن نہیں ہے۔ اور جھوٹ کے متعلق جو میں نے جہاد کا اعلان کیا اس اعلان سے جو ابھی جرمنی میں میں نے تازہ کیا ہے اس مضمون کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ جھوٹ نہ بولنا ایک بات ہے اور قول سدید ایک اور بات ہے۔ محض جھوٹ نہ بولنے کے باوجود انسان کی خامیاں اس کی نظر سے غافل رہ سکتی ہیں اور ان کی اصلاح کی طرف توجہ ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ انسان ایسا ہوشیار جانور ہے کہ بغیر جھوٹ بولے بھی اگلے کو دھوکہ دے دیتا ہے اور بغیر جھوٹ بولے بھی اپنی کمزوریوں پہ پردے ڈال لیتا ہے۔ اور جو شخص سچا ہو مگر انسانی فطرت کی مجبوری کے تحت وہ سچ کے دائرے میں رہتے ہوئے بھی اپنی خامیوں کو اپنی نظر سے تو نہ چھپائے۔ اگر اس کو حیا مانع ہے' شرم مانع ہے تو اول حکم تو یہ ہے کہ وہ خود اپنی خامیوں کا نگران رہے۔ (اپنے رب کی تسبیح وتحمید کر) اجب وہ کہتا ہے تو یہ چیز اس کا لازمی حصہ بن جاتی ہے کہ اگر اللہ خامی سے پاک ہے تو میرے اندر خامیاں ہوں گی۔ ہوں گی پر بات نہ رہنے دے' تلاش کرے کہ وہ کیا ہیں اور جب وہ خامیوں کی نشاندہی کرے گا معلوم کر لے گا کہ یہ یہ خامیاں ہیں تب حمد کا سفر شروع ہو سکتا ہے اس کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ پس یہ ان (-) کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔

(کلام الٰہی) نے اس مضمون کو مزید واضح اور آسان کر دیا یہ کہہ کر' یہ نہیں فرمایا کہ سچ بولو فرمایا قول سدید کہو۔ اگر تم سچ کے دائرے میں قول سدید کی جو باریک سڑک ہے اس پر چلتے رہو تو پھر خدا کا وعدہ ہے کہ وہ تمہاری ضرور اصلاح کرے گا اور یہ بہت عظیم وعدہ ہے۔ قول سدید کے متعلق میں پہلے بھی ایک دفعہ خطبے میں تفصیل سے روشنی ڈال چکا ہوں اب جو ہمارے مختلف کام سر پر آپڑے ہیں ان میں جو منتظمین ہیں ان کو بھی ایک دوسرے کے ساتھ قول سدید سے کام لینا چاہئے اور ایک دوسرے کے دائرے میں دخل دینے سے باز رہنا چاہئے اور اگر دے دیں تو پھر مان لیں کہ ہم سے غلطی ہوئی ہے۔ بہت سے انتظامی جھگڑے جو انتظامات کے پھیلنے کی وجہ سے میرے سامنے آرہے ہیں ان میں یہ پتہ چل رہا ہے کہ قول سدید کی کمی ہے ابھی۔ سچ بولتے بھی ہیں تو قول سدید سے کام نہیں لیتے۔ اگر پکڑے جاتے ہیں تو ضرور بہانے بناتے ہیں کہ نہیں نہیں ہم تو اس وجہ سے اس جگہ دخل دے رہے تھے' یہ ہمارا دائرہ اختیار ہے اس کا نہیں ہے۔ تو قول سدید میں دو باتیں ہیں سیدھی بات کہنا اور سیدھی راہ پر چلنا۔ اگر انسان بات سیدھی کہے اور بل اور فریب اس میں نہ دے تو ایسا آدمی جھوٹا ہو ہی نہیں سکتا۔ ایسے آدمی دو طرح کے ہیں۔ بعض حد سے زیادہ بیوقوف اور وہ ہر جگہ اٹھ کے بات کر دیتے ہیں کہ جی ہم تو سچی بات کریں گے اور یہ جو ہے یہ قول سدید نہیں ہے کیونکہ قول سدید میں بھی کچھ حکمت کے تقاضے ہوا کرتے ہیں۔ یہ مضمون بہت گہرا اور باریک ہے اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا' میں آپ کو یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ ایسے لوگوں کی پہچان متقیوں سے کیا ہے۔ ایک ہے وہ بڑی واضح ہے۔ وہ لوگ جو اپنی بیوقوفی کی وجہ سے سیدھی بات کرتے ہیں اور اپنے رشتے داروں' عزیزوں کے لئے ہر جگہ ایک مصیبت بن جاتے ہیں شرمندگی کا موجب بنتے رہتے ہیں اور وہ اس قسم کے لوگ ہیں اور (صاحب ایمان) جو اللہ کی آنکھ سے دیکھنے والا وہ جو قول سدید اختیار کرتا ہے وہ اور طرح کا انسان ہے کیونکہ تقویٰ کے ساتھ فراست کا تعلق ہے اور یہ جو سادہ بات سیدھی ہے اس کا بے وقوفی سے تعلق ہے اور یہ دو باتیں الگ الگ ہیں' پہچانی جاتی ہیں۔ ایک صاحب فراست انسان جانتا ہے کہ اگر میں بل دینا چاہوں تو بل دے سکتا ہوں وہ جانتا ہے کہ اگر میں بات کو چھپانا چاہوں تو چھپا سکتا ہوں' بے اختیار نہیں ہوتا وہ اور اس کے باوجود وہ راہ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی خاطر جو اس کے لئے کچھ مشکلات بھی پیدا کر سکتی ہے' کچھ شرمندگی کا موجب بھی بن سکتی ہے۔ لیکن ایک بیوقوف تو اس طرح نہیں کرتا۔ اس کو تو پتہ ہی نہیں کہ کوئی اور راہ ہے بھی کہ نہیں وہ تو بات بنائے بھی تو نہیں بنتی' بنا سکتا ہی نہیں ہے۔ تو میں بیوقوفوں والے قول سدید کی طرف آپ کو نہیں بلا رہا بلکہ (صاحب ایمان) کے قول سدید کی طرف آپ کو بلا رہا ہوں۔ جہاں آپ کے اندر صلاحیتیں موجود ہیں کہ ہر بات کو سجا کر سلیقے سے پیش کر سکیں مگر جہاں یہ دیکھیں کہ اس میں تقویٰ کا نقصان ہے وہاں بات کو اتنا کہیں جتنا تقویٰ کا تقاضا ہے اللہ کے تقویٰ کا تقاضا ہے۔ اب یہ فیصلہ کرنا بھی بڑا مشکل کام ہے کیونکہ بسا اوقات انسان اپنے معیار کے مطابق تقویٰ کو پورا سمجھتا ہی نہیں ہے۔ اس لئے جس رستے سے بھی آپ اصلاح کا رستہ اختیار کریں' جس طریق سے بھی اختیار کریں آخر تان دعا پہ ٹوٹے گی۔

لیکن قول سدید میں اللہ تعالیٰ نے ایک وعدہ فرمایا ہے جو باقی باتوں میں نہیں ہے وہ یہ ہے کہ اگر تم سچائی کے دائرے کے اندر یہ باریک راہ اختیار کرو گے جو قول سدید کی ہے تو میرا وعدہ ہے کہ تمہاری اصلاح کروں گا۔ اور یہ انسانی فطرت کی بات ہے ایک شخص اگر کسی خاص نقص میں مبتلا ہے کسی بیماری کا شکار ہے اور بوجہ قول سدید اس کو ہر دفعہ ننگا کرنا پڑتا ہے اپنے آپ کو' اور شرمندہ ہونا پڑتا ہے اور جانتا ہے کہ جب بھی اس محل پر' اس موقع پر مجھ سے کوئی بات ہو گی مجھے یہی بتانی پڑے گی تو ایسا شخص خود اپنے نفس کی شرمندگی کی وجہ سے مجبور ہے کہ اپنی اصلاح کرے یہاں تک کہ اس شرمندگی کے محل سے نکل جائے۔

پس (اپنے اعمال کی اصلاح کرو) میں ایک گہرا انسانی فطرت کا راز ہے جو بیان ہو رہا ہے۔ جو شخص اپنی خامیوں کو بہادری کے ساتھ' جرأت کے ساتھ اس حد تک قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے جس حد تک اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے اور یہ اجازت والی شرط بھی ساتھ ہے ورنہ وہ (صاحب ایمان والی) فراست نہیں رہے گی بیوقوفی ہو جائے گی۔ بعض جگہ اللہ تعالیٰ نے اجازت بھی نہیں دی کہ تم اپنے گناہوں کا حال لوگوں کو بیان کرتے پھرو۔ ایسے شخص کے متعلق رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ خدا کا مغضوب ہو جاتا ہے اللہ اس کو غضب کی نظر سے دیکھتا ہے۔ بظاہر وہ سچ بول رہا ہے' بظاہر قول سدید سے کام لے رہا ہے کہتا ہے جی میں نے یہ بھی گناہ کیا ہے وہ بھی گناہ کیا ہے یہ یہ باتیں میرے اندر پائی جاتی ہیں۔ اور بعض لوگ باتوں کی تفصیل اس طرح تو نہیں بتاتے دعا کے خط میں اپنا سب کچھ کھول دیتے ہیں جس کی وجہ سے مجھے شرم سے پسینے آنے لگتے ہیں کہ بظاہر انہوں نے صرف دعا کی درخواست کی ہے مگر یہ بتانے کے شوق میں کہ اتنے اتنے گناہ ہیں وہ حد سے زیادہ تفاصیل بیان کرتے ہیں یہاں تک کہ گویا بظاہر سامنے ننگے ہو کے کھڑے ہو گئے ہیں اور وہاں غض بصر کا مطلب یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اس بات کو دل سے بھلا کر نکال دیا جائے۔ ان کو میں سمجھاتا بھی ہوں بعض دفعہ کہ تمہیں خدا نے اجازت ہی نہیں دی۔ اپنی کمزوریوں کو جن پر خدا نے ستاری کا پردہ ڈالا ہے ان کو نکال کر باہر پھینکنا یہ قول سدید کے خلاف ہے۔ اس لئے قول سدید (دینی) اصطلاح ہے۔ قول سدید میں جو بات آپ بیان کرنے پر مجبور ہیں اور مختار ہیں خدا کی طرف سے وہاں قول سدید سے کام لیں۔ جہاں آپ کو اپنی اندرونی کمزوریاں اچھال کر باہر پھینکنے کی اجازت نہیں سوائے خدا کے حضور' وہاں وہ قول سدید نہیں ہے وہ حد سے زیادہ جہالت ہے۔ اور اس لئے خدا نے اجازت نہیں دی یعنی اور باتوں کے علاوہ کہ اس سے فحشاء پھیلتی ہے۔ ایک دفعہ اجازت ہو جائے تو ہر انسان اگر اپنا اندرونہ سارا کھول دے تو دنیا اتنی گندی دکھائی دے گی کہ آپ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ دنیا کتنی گندی ہو گئی ہے اور یہ دنیا کا بڑھتا ہوا گند ہر اصلاح کرنے والے کو مایوس کر دے گا' وہ سوچ بھی نہیں سکے گا کہ اس دنیا کی اصلاح ہو سکتی ہے' وہ کہے گا چلو پھر میں بھی ساتھ ہی بہتا ہوں۔

تو فحشاء کا یہ مضمون ہے جس کی روک تھام کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ خوبصورت ستاری کا پردہ اتارا ہے کہ تم چھپے رہو بے شک جہاں تمہاری ذاتی کمزوریاں ہیں۔ اور دکھانے کی اس لئے بھی ضرورت نہیں کہ تم بے حیا ہوتے چلے جاؤ گے اور اگر ظاہر کرو گے تو اور زیادہ بے حیا ہو کر بے دھڑک ان گناہوں میں آگے بڑھ جاؤ گے اور ساری قوم کو بے شرم کر دو گے اس لئے وہاں خدا تعالیٰ نے حکماً روک دیا ہے اور یہ منافقت نہیں ہے' اس میں گہرا اصلاح کا راز ہے۔ پس قول سدید کا یہ مطلب بھی نہ نکال لیں۔ قول سدید کا مطلب یہ ہے کہ جہاں آپ سے کوئی بات پوچھی جاتی ہے یا جہاں آپ نے بیان کرنی ہے اور وہ خدا تعالیٰ کی بیان کردہ حدود کے دائرے میں ہے وہاں لازماً آپ نے قول سدید سے کام لینا ہے۔

اب اس کی مثال ابھی حال ہی میں ایک شادی بیاہ کا جھگڑا میرے سامنے آیا۔ ایک لڑکی جو بیاہی گئی دو دن یعنی دو دن صرف بیاہی گئی' گھر واپس آگئی۔ اس نے کہا مجھے یہ اعتراض نہ ہوتا شاید کہ میرے خاوند کی عمر مجھ سے بیس سال زیادہ ہے مگر اس نے دس سال بتائی ہے اور نکلی بیس سال ہے اس لئے ایسے جھوٹے شخص کے ساتھ میں نہیں رہ سکتی۔ وہ اسی طرح واپس آ کے گھر بیٹھ گئی اور ایسے واقعات کثرت سے میرے سامنے آتے ہیں۔ یہاں چھپانا اس مضمون سے تعلق نہیں رکھتا جو میں نے بیان کیا ہے کہ اپنی کمزوریاں نہیں دکھانی۔ عمر کا ظاہر کرنا یہ کمزوری نہیں ہے جس پر خدا نے ستاری کے پردے ڈالے ہوئے ہیں یہ روزمرہ کے حقائق ہیں اور ان سے روگردانی کرنا اور ان کو چھپانا دو طریق سے ممکن ہے۔ ایک یہ کہ انسان سچ بول رہا ہو اور بات ہی نہ کرے' بات گول کر جائے' عمر کی بات آئے تو ادھر ادھر مونہہ کر جائے۔ ایسا شخص جو ہے اس کو جھوٹا تو نہیں کہیں گے وہ قول سدید نہیں ہے۔ اور ایک وہ

ہے جو واضح طور پر جھوٹ بول دیتا ہے اس کی ذات کے اندر قول سدید کا تو کوئی تصور ہی نہیں کیا جا سکتا وہ جھوٹا ہے۔

پس جہاں آپ جھوٹ سے نجات حاصل کر رہے ہیں وہاں یاد رکھیں کہ ایسے بہت سے معاملات ہیں جہاں قول سدید کی ضرورت ہے اور وہاں ان باتوں کو ظاہر کرنا خدا کے منشاء کے خلاف نہیں' خدا کے منشاء کے مطابق ہے وہاں ستاری کا مضمون داخل ہی نہیں ہوتا اگر وہاں آپ قول سدید سے کام نہیں لیں گے تو آپ دھوکے باز ہوں گے۔ پس جتنے رشتوں کے معاملات ہیں ان میں اکثر صورتوں میں یہی قول سدید کی کمی ہے جس نے بہتوں کی زندگیاں برباد کر کے رکھ دی ہیں۔ ایک لڑکی کا بڑا دردناک خط ملا کہ مجھے جو نقشہ کھینچا گیا خاوند کا اتنا اچھا صحت مند' یہ کرتا ہے' وہ کرتا ہے اور جب میں گھر آئی ہوں تو شدید مرگی کا مریض ہے جو میرے لئے برداشت کرنا مشکل ہے اور اب میں بے بس ہو چکی ہوں۔ اب میرے ماں باپ نے باندھ دیا ہے۔ اب یہی میری زندگی ہے جو رہے گی۔ کچھ ایسی ہیں جو جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے وہ رشتے توڑ کر گھر آجاتی ہیں۔ کچھ ایسی ہیں جو کہتی ہیں بس اب ماں باپ نے جھونک دیا تو اسی میں اب ساری زندگی کٹے گی تو کتنا بڑا گناہ ہے۔ قول سدید ان معنوں میں ہے کہ وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم سے انہوں نے پوچھا ہی نہیں تھا مگر کوئی یہ تو نہیں پوچھا کرتا ہر ایک سے کہ مرگی کا بیمار ہے کہ نہیں۔ جب رشتوں کی باتیں ہوں تو یہ ان برائیوں میں سے نہیں ہے جس کا ظاہر کرنا گناہ ہے۔ ان بیماریوں کا مضمون ہی بالکل الگ ہے۔ یہ وہ باتیں ہیں جہاں ظاہر کرنا لازم ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے یہ دو (-) نکاح کے موقع پر تلاوت کے لئے خود چنی ہیں یعنی وحی الٰہی کے تابع۔ اس لئے (-) یہ سمجھایا گیا کہ رشتوں میں لازماً قول سدید سے کام لینا ورنہ بہت تکلیفیں پہنچیں گی معاشرے کو اور اکثر جو تکلیفیں ہیں وہ اسی طرح پہنچتی ہیں۔ آئے دن مجھے خط ملتے ہیں کہ جی ہمیں بتایا گیا تھا کہ اس کی پچاس ہزار روپے ماہانہ آمد ہے اور آ کے پتہ چلا کہ پانچ سو مشکل سے لیتا ہے اور وہ بھی ماں باپ کے اوپر پل رہا ہے۔ اب بتائیں یہ تو خیر جھوٹ ہو گیا مگر قول سدید میں اور باتیں آجاتی ہیں اس طرح کی۔ مثلاً یہاں انگلستان میں ایک کمانے والا جو ہے وہ اگر پانچ سو پاؤنڈ مہینے کا لیتا ہے تو پچیس ہزار روپیہ ہے وہ۔ اب قول سدید کا تقاضا ہے کہ وہ جا کے بتائے کہ یہ کچھ بھی نہیں مجھے جو پانچ سو ملتا ہے اس سے بمشکل دو وقت کی روٹی میں کھاتا ہوں۔ وہاں جا کے نادانوں بے چاروں کو' ناواقفوں کو کہے مجھے پچیس ہزار روپے مل رہے ہیں' بڑی شاندار نوکری ہے تو وہ دھوکے میں آجاتے ہیں اور جب بیٹیاں رخصت کر کے بھیجتے ہیں تو یہاں آ کے پتہ چلتا ہے کہ کھانے کو کچھ بھی نہیں ان کے پاس۔ تو قول سدید کا جو تعلق ہے یہ خانگی معاملات میں بھی ہے اور جماعتی معاملات میں بھی بہت ہے۔ اور میں جماعتی معاملات کے پہلو سے اب آپ کو خصوصیت سے متوجہ کر رہا ہوں اگرچہ حوالے بعض خانگی معاملات کے دیئے ہیں۔

ہمارے نظام میں جہاں بھی کہیں رخنے پیدا ہوتے ہیں' عام طور پر اللہ کے فضل سے اب جماعت کی اتنی تربیت ہو گئی ہے کہ جھوٹ نہیں بولتی شاذ ہی شاید کبھی کوئی اتفاق سے واقعہ ایسا علم میں آئے کہ کسی نے جھوٹ بولا ہو اور اس کی وجہ سے نظام جماعت میں رخنہ پیدا ہو وہ اب قول سدید کی کمی سے ضرور پیدا ہو جاتا ہے اور ایسے بہت سے معاملات ہیں جن کے تجربے آئے دن ہوتے رہتے ہیں اور انگلستان کے جلسے کے تعلق میں بھی امیر صاحب کے سپرد میں نے کام کئے ہیں کہ کمیشن بٹھائیں' غور کریں یہ واقعہ ہوا کیوں آخر' ہونا چاہئے نہیں تھا۔ جب پوچھا جاتا ہے تو جو جواب دیتے ہیں وہ اگرچہ اپنی ذات میں سچا ہو گا مگر پردے ڈالے جاتے ہیں۔ جب تحقیق کی جائے تو وہاں پردے اتارنے کا وقت ہے وہ ستاری کے وقت نہیں ہوا کرتے۔ اس لئے آپ لوگ جب تک تقویٰ کی باریک راہوں کے مضامین کو سمجھیں گے نہیں اپنی بڑھتی ہوئی ذمہ داریوں کو ادا کیسے کریں گے۔ ایک آدمی جب پوچھتا ہے کہ بتائیں کون ذمہ دار ہے تو اس وقت جن لوگوں سے پوچھا جاتا ہے ان کا حق ہی نہیں ہے کہ وہ اپنے دوست یا تعلق والے پہ پردہ ڈالیں۔ رپورٹ یہ بھیج دیتے ہیں کہ ایک کارکن سے غلطی ہو گئی۔ وہ ایک کارکن کون ہے۔ آپ کے علم میں ہے تو میرے علم میں کیوں نہیں آتا' اس کا نام کیوں نہیں لیتے' اس کا بتاتے کیوں نہیں کہ اس کا پس منظر کیا ہے اور اندر اندر چھوٹی چھوٹی باتیں ایسی کرتے چلے جاتے ہیں کہ جب غلطیاں ظاہر ہوتی ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ چونکہ انہوں نے وہ ریفرنس نہیں کیا تھا اس لئے غلطیاں ہوئی ہیں۔ جو ذہنی ریفرنس کی میں نے مثال دی تھی یہاں میں مضمون جوڑ کر آپ کو بتا رہا ہوں' بہت سے ایسے امور ہیں جہاں اگر (امام جماعت) کو آپ ریفر کر دیا کریں وقت کے اوپر تو بہت بڑی بڑی خرابیوں سے بچ سکتے ہیں کیونکہ آپ سمجھتے ہیں کچھ بھی حرج نہیں مگر (امام جماعت) دیکھتا ہے کہ حرج ہے' اس کو بعد میں پتہ چلتا ہے اور اس وقت بہت بڑا نقصان ہو چکا ہوتا ہے۔ تو ریفر کرنے میں کوئی بھی حرج نہیں کہ جی ہم آپ کا وقت بچاتے ہیں۔ اچھا وقت بچاتے ہیں کہ جو نقصان پہنچ گیا اس کے بعد جو روحانی عذاب میں مبتلا کر دیا جو جماعت کے نقصان کی تکلیف پہنچادی جو تحقیق کے وقت میرے وقت ضائع کئے وہ وقت ہی نہیں ہے میرا؟ تو اس لئے جب بات پوچھی جائے تو قول سدید سے کام لیں۔ کہ جی وہاں یہ اختلاف ہو گیا تھا اس نے کہا میرا ڈیپارٹمنٹ ہے' اس نے کہا میرا ڈیپارٹمنٹ ہے' اختلاف بتاتے نہیں۔ اگر اختلاف بتائیں تو مجھے فوراً پتہ چل جائے گا کہ کس کی غلطی ہے۔ تو اس لئے قول سدید کی طرف میں آپ کو متوجہ کر رہا ہوں کہ انتہائی ضروری ہے کہ بڑھتے ہوئے نظام کے لحاظ سے صاف بات کہیں اور جہاں تک ممکن ہے (امام جماعت) کو باتیں ریفر کریں اور جو اطلاعیں دیں وہ صحیح اور واضح دیں وہاں محض سچ کافی نہیں وہاں قول سدید لازم ہے کیونکہ انسانی جسم جو اپنے دماغ کو پیغام پہنچاتا ہے وہ خالصتاً سچائی ہوتی ہے' بالکل قول سدید کی بات ہوتی ہے' اس میں کوئی فریب نہیں ہوتا اور وہ جسم جس کے دماغ کو بغیر فریب کے اطلاعیں پہنچ رہی ہیں وہ سب سے زیادہ صحت مند ہوتا ہے۔

جہاں فریب آجائے وہاں مثلاً فالج ہو گیا ایک انسان کی Nerves کو' اعصاب کو' فالج کی وجہ سے یہ طاقت ہی نہیں کہ پوری بات پہنچا سکے وہاں دماغ ہمیشہ غلطی کرتا ہے پوری بات جو نہیں پہنچتی۔ تو یہ بھی وہ مضمون ہے جہاں انسان کی مجبوریاں اور کمزوریاں ہیں (اپنے رب کی تسبیح و تحمید کر) کا مضمون اس سے پھر دوبارہ ابھرتا ہے۔ تو آپ کی جو قول سدید کی کمزوریاں ہیں وہ (امامت) پر اثر انداز ہوں گی یہ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ اور یہ بات اتنی اہم ہے کہ آنحضرت ﷺ نے (-) سمجھانے کی خاطر اپنے آپ کو بھی اس سے بالا نہیں کیا۔ حالانکہ جو آنحضرت ﷺ نے امکانی بحث چھیڑی ہے وہ کبھی ایک دفعہ بھی نہیں ہوا کہ ایسا واقعہ ہو گیا ہو اس لئے محض امکانی بحث ہے (-) سمجھانے کی خاطر۔ فرماتے ہیں میں جب دو جھگڑنے والے فریقوں کے درمیان فیصلے کرتا ہوں تو صاف اور کھلی بات مجھے بتایا کرو۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی چرب زبان' یہ چرب زبانی جو ہے یہاں جھوٹ نہیں فرمایا یہ قول سدید سے ہٹی ہوئی بات ہے۔ فرمایا سچ بولتا ہو گا مگر زبان کی چالاکیوں سے' ملمع کاری کی وجہ سے وہ اس طرح اپنا کیس پیش کر رہا ہے میرے سامنے کہ ہو سکتا ہے اس کی کوئی زمین' کوئی جائیداد اس کو دے دوں جو اس کا حق نہ ہو۔ اگر رسول اللہ ﷺ کے لئے ممکن ہے تو (امام جماعت) کی کیا حیثیت ہے کہ وہ اس سے بالا ہو' ناممکن ہے۔

پس آپ کا مجموعی تقویٰ ہے جو (امامت) کے فیصلوں پر اثر انداز ہو سکتا ہے اور ہوتا ہے اور وہاں آپ کا سدھرنا اور قول سدید اختیار کرنا ساری جماعت کی صحت کا ضامن بن جاتا ہے۔ پس اگر آپ ایسا کریں گے' غلط فیصلہ ہو تو اس کی ذمہ داری آپ پر بھی ہو گی اور مجھے بھی متوجہ کیا کرتا ہے اللہ تعالیٰ کہ پھر زیادہ دعائیں کیا کرو جماعت کے لئے بھی' ان کے تقویٰ پر قائم رہنے کے لئے بھی اور جماعت بھی تمہارے لئے پہلے سے بڑھ کر دعائیں کرے تاکہ جو بڑھتے ہوئے وقت کے تقاضے ہیں ترقیات کے ہم ان کو احسن رنگ میں پورا کر سکیں۔ احسن رنگ سے مراد ہے اس حد تک پورا کر سکیں جس حد تک ہماری استطاعت ہے اور ابھی اس وقت جو ترقیات ہیں وہ ہماری استطاعت سے آگے نکل چکی ہیں۔ میں آپ کو بتا رہا ہوں بہت آگے نکل چکی ہیں اور کل کو آنے والی جو ترقیات ہیں وہ اور بھی زیادہ آگے نکل جائیں گی۔

پس جب اپنی استطاعت ختم ہو جائے اور اللہ کی استطاعت سے آپ کا پیوند ہو جائے تو پھر ہر چیز ممکن ہو جاتی ہے۔ اس پیوند کے لئے دعا کی ضرورت ہے۔ وہ پیوند ہے جو ان خلاؤں میں آپ کے خلاؤں کو آبادیوں سے بھر دے گا یعنی غیر معمولی طور پر ان کے اندر رونق پیدا کر دے گا جو اس وقت ہمارے لئے خلا ہیں' مگر اللہ کرے گا۔ اگر آپ خدا سے پیوند کر لیں تو آپ کی طاقت میں جب اللہ کی طاقت شامل ہو جائے تو اس نسبت سے جس حد تک آپ کا خدا سے پیوند ہے آپ کی طاقتیں لامتناہی ہو سکتی ہیں اور ہو جاتی ہیں اور مجھے امید ہے (اللہ نے چاہا تو) ہو جائیں گی۔ پس توکل کرتے ہوئے اگر آپ دعاؤں سے غافل نہ رہیں' اپنے عجز سے غافل نہ ہوں اور کامل طور پر توکل کا مضمون سمجھتے ہوئے اللہ سے التجا کرتے رہیں کہ خدا ہمارے کاموں کو سنوار دے تو میں امید رکھتا ہوں کہ (اللہ نے چاہا تو) آئندہ وقت کے تقاضے ہم پورے کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

تین (-) جنازے پڑھنے کا میں نے فیصلہ کیا ہے غائبانہ' اگرچہ میں نے جماعت کو یہ نصیحت کی ہے کہ آئندہ سے مجھے درخواست نہ کیا کریں (-) جنازہ غائب کی کیونکہ یہ مضمون جو ہے یہ طاقت سے بڑھ چکا ہے اور ایک بہت بڑا پھر آگے ایک قسم کا (دین) کے اندر گویا نئی چیزیں داخل ہی ہو جائیں گی مستقل حصہ بن کے۔ اس لئے ان چیزوں سے گریز کریں ورنہ میرے لئے الجھن ہو جاتی ہے مجھے مشکل پڑ جاتی ہے۔ کئی لوگ اس طرح جذباتی رنگ میں اپنے ماں باپ کی خدمتوں کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ میرے لئے ان کو رد کرنا ان کی دل شکنی کا موجب بن سکتا ہے' قبول کرنا اس اپنے فیصلے کی خلاف ورزی ہے کہ میں آئندہ سے اس رجحان کو روکوں۔ اس لئے میں دوبارہ یاد دلاتا ہوں کہ آپ لوگ درخواستیں نہ دیا کریں۔ بعض فیصلے میں خود کروں گا (-) جنازہ غائب پڑھنا حرام تو نہیں ہے۔ جائز ہے' ممکن ہے لیکن موقع اور محل کے مطابق۔ تو بعض دفعہ میں اپنے بعض ایسے تعلقات کی بناء پر جن کی وجہ سے میرا حق ہے کہ میں ان کو استعمال کر کے کسی کا (-) جنازہ غائب پڑھوں۔ بعض دفعہ کسی کی جماعتی خدمات کو جماعتی نقطہ نظر سے ایسا وسیع دیکھوں کہ میں یہ فیصلہ کروں کہ ہاں یہ حقدار ہے' رشتے داروں کی نظر میں نہیں بلکہ میری نظر میں بھی وہ واقعتاً یہ حق رکھتا ہو کہ غیر معمولی استثنائی حالات میں اس کا (-) جنازہ غائب پڑھا جائے۔ تو اب میں یہ تو تفصیل بیان نہیں کروں گا کہ کس نقطہ نگاہ سے مگر زیادہ تر ذاتی تعلقات یا بعض پرانی خدمات میرے پیش نظر ہیں یا بعض فوت شدہ نوجوان کی غیر معمولی صلاحیتیں جنہوں نے دل پر غیر معمولی اثر کیا ہے اس لئے میں آج (-) جمعہ کے بعد تین (وفات یافتگان کا) جنازہ پڑھاؤں گا۔

ایک تو مکرم ابراہیم صاحب جمونی کی بیگم صاحبہ ہیں جو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ ابراہیم صاحب کو بنانے میں اور ان کے اخلاص کے معیار کو بڑھانے اور قائم رکھنے میں بہت غیر معمولی طور پر حصے دار تھیں اور عشق تھا ان کو نظام جماعت سے اور (امامت) سے اور ایک انکسار کا ایک عجیب عالم تھا تو اس لئے ان کے لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ان کا (-) جنازہ میں پڑھاؤں گا۔

ایک ہمارے سکول کے زمانوں کے پرانے دوست محمد اسحاق صاحب تھے۔ چوہدری محمد اسحاق صاحب جو چوہدری الیاس کے والد جن کو خدا تعالیٰ نے بہت جماعت کی خدمت کی توفیق بخشی ہے۔ وہ قادیان میں ہائی سکول میں میرے واقف تھے اور تعلقات تھے اور انہوں نے اپنے بچوں کی تربیت بہت اچھی کی ہے' غیر معمولی۔ مگر اس کو آپ میرے ذاتی کھاتے میں ڈال لیں کیونکہ بچپن کے تعلقات کی وجہ سے میرا دل چاہتا ہے میں بھی ان (کے) جنازہ میں شامل ہوں۔

اور ایک ان کا الیاس کا بیٹا' چھوٹا بیٹا جن کا نام دانیال تھا' غیر معمولی اخلاص رکھنے والا انسان تھا وہ۔ بہت توکل۔ کینسر تھا' کینسر کے جتنے علاج تھے سب تکلیف دہ تھے مگر ایک دفعہ بھی شکوہ زبان پہ نہیں لایا

پوری طرح کامل راضی برضا' اتنا کہا کرتا تھا کہ میرے لئے حضرت صاحب کو دعا کے لئے لکھ دینا۔ جب بڑا پریشان ہوتا تھا تو کہتا تھا فون کر دیں اور میری طرف سے اطلاع ملتی تھی کہ میں دعا کر رہا ہوں تو پوری طرح سکون مل جاتا تھا' کہتا تھا مجھے بڑا ہی سکون ملتا ہے۔ آخری لمحات خدا نے اس کے آسان فرما دیئے۔

لیکن اس کا جو راضی برضا رہنے کا انداز تھا اس نے اتنا میرے دل پہ اثر کیا ہے کہ میرے دل سے یہ خواہش اٹھی ہے کہ میں اس مخلص کا بھی (-) جنازہ ادا کروں۔ تو یہ تین ہوں گے (-) جنازہ غائب اور میں امید رکھتا ہوں کہ آپ سب کی دعائیں مل کر ان کی روحوں کے ثواب کا موجب بنیں گی۔

ارشادات حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع

حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع فرماتے ہیں۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ہمارا مقام اتنا ہے' ہمارا مرتبہ اتنا ہے' ہماری پرانی جماعتی خدمات اتنی ہیں کہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ہمارا مردہ تدفین سے روکا جا سکے۔ میری حیثیت ہی کوئی نہیں ہے کہ میں کسی کے مردہ کو دفن ہونے سے روک سکوں اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جماعت میں سے کسی کی بھی یہ حیثیت نہیں کہ وہ کسی کے مردہ کو اپنی مرضی سے دفن ہونے سے روک سکے۔ لیکن یہ معاملہ اس طرح نہیں دیکھا جائے گا۔ بلکہ یوں دیکھا جائے گا کہ میری حیثیت ہی نہیں ہے کہ خدا کہے کہ داخل نہیں کرنا تو میں داخل کر دوں۔ میں اس طرح اس مضمون کو دیکھتا ہوں۔ میں ہوتا کون ہوں کہ میرے علم میں آ جائے کہ اللہ نہیں چاہتا کہ یہ مردہ فلاں جگہ دفن ہو اور میں اسے دفن کرنے کی کوشش کروں اس کے دنیاوی رعب سے ڈر جاؤں' اس کے کسی اور مرتبے کے رعب سے ڈر جاؤں۔

پس تقویٰ دونوں جگہ امتحان پیدا کر دیتا ہے۔ تقویٰ ایک جگہ مالی قربانی کرنے والے کا امتحان بنا ہوا تھا دوسری دفعہ ان قربانیوں پر نظر ڈال کر جب بعض انتظامی فیصلے کرنے پڑتے ہیں تو تقویٰ ان فیصلہ کرنے والوں کے لئے امتحان بن جاتا ہے۔ بہرحال بہت ہی تفصیلی مضمون ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے صرف اشارے کر سکتا ہوں۔ لیکن میں آپ کو یہ بتا دیتا ہوں کہ وصیت کا معاملہ ہو یا چندہ عام کا اگر آپ اپنے تقویٰ کے مطابق مجرم ٹھہرتے ہیں تو جماعت کے علم میں وہ بات آئے یا نہ آئے خدا کو کچھ نہیں پہنچتا۔ آپ کی ساری عمر کی قربانیاں بیکار جائیں گی۔ ہو سکتا ہے آپ نے کروڑوں روپیہ دیا ہو لیکن اگر وہ تقویٰ سے عاری ہے تو اللہ تعالیٰ نے تو پہلے ہی کھول کے اعلان کر دیا کہ مجھے بدن نہیں پہنچتے مجھے تو تقویٰ پہنچتا ہے' وہ تو تم نے بھیجا نہیں تھا اس لئے یہاں آ کر اپنے کھاتے میں کیا تلاش کر رہے ہو۔ جو چیز گھر سے چلی نہیں وہ وہاں پہنچے گی کیسے؟ اس لئے میں یہ بتا دیتا ہوں کہ اگر انسانی غلطی کی وجہ سے یا انسانی علم کی کوتاہی کی وجہ سے ایسے لوگ دنیا کی نظر میں نہ بھی آئیں تو اللہ کی نظر سے غائب نہیں رہ سکتے اور خدا کا جو اٹل قانون کلام الٰہی میں بیان کردہ ہے کہ یہ چیز مجھے پہنچے گی اور یہ نہیں پہنچے گی وہ قانون لازماً کام کرے گا اور پھر بہت دیر کے بعد آپ کو معلوم ہو گا کہ ہم تو کچھ بھی آگے بھیج کے نہیں آئے۔ اس لئے اتنی نیکی کریں جتنی توفیق ہے اور یہ بھی تقویٰ کا تقاضا ہے کہ اپنی حد سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرو۔ اس سے ڈرو اس کا خوف کرو وہ نیکی بہت اچھی ہے جو اگرچہ تھوڑی ہے مگر اپنی حالت میں درست ہے اور صحت مند ہے۔ اور طاقت سے بڑھ کر جو نیکی کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اس میں اور بھی بیماریاں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ طاقت سے بڑھ کر نیکی کرنے والے کے اندر بسا اوقات ریاء داخل ہو چکا ہوتا ہے۔ طاقت سے بڑھ کر نیکی کی کوشش کرنے والے دو قسم کے ہیں یا تو وہ جو اپنے نفس کو نیکی کرنے میں ہلاک کر دیتے ہیں یا وہ جو نیکی کرنے کی کوشش میں دکھائی دیتے ہیں لیکن خفیہ طور پر بچ جاتے ہیں یہ موخرالذکر وہ لوگ ہیں جو لازماً ریاء کر رہے ہیں۔ گو ظاہر یہ کر رہے ہیں کہ ہمیں نیکی کا شوق ہے اور دیکھو ہم اتنی نیکی کی کوشش کرتے ہیں لیکن اندرونی طور پر جہاں جہاں ان کا بس چلتا ہے وہ اپنی اس نیکی کے نتیجہ میں اپنے مفادات کو لاحق ہونے والے خطرات کی پیش بندی بھی کرتے چلے جاتے ہیں' وصیت بھی کر دیتے ہیں' جائیدادیں بھی کما لیتے ہیں انہیں بچوں میں تقسیم بھی کر دیتے ہیں اور خدا کو دینے سے بچ بھی جاتے ہیں۔ میں جماعت کو متنبہ کرتا ہوں کہ اگر بعض لوگوں کے خدا سے ایسے معاملات رہے تو ان کے بندوں سے معاملات کیسے سیدھے ہوں گے۔ قضاء ایسے لوگوں کے آپس کے معاملات کو کیسے درست کرے گی نظارت اصلاح و ارشاد کی حیثیت ہی کیا ہے کہ ایسے لوگوں کے آپس کے معاملات درست کر دے جن کے خدا سے بھی معاملات درست نہیں۔ ناظر امور عامہ کون ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کی اصلاح کرنے میں کامیاب ہو جائے جن کے مخفی تعلقات خدا سے بگڑے ہوئے ہوں۔

اس لئے جماعت کو چاہئے کہ پہلے خدا کے ساتھ معاملات میں اپنی اصلاح کرے۔ اور یہ ایک لحاظ سے زیادہ آسان ہے۔ خدا کے معاملہ میں انسان اپنے آپ کو بے بس اور بے اختیار پاتا ہے۔ صرف اس کو باشعور ہونا چاہئے اگر وہ باشعور ہو کر خدا سے معاملہ کرے تو اس کا بہت کم امکان ہے کہ خدا پر اتنی دلیری دکھائے کہ دانستہ خدا کے حق مارنے کی کوشش کرے۔ ایسے آدمی خود اپنے دماغ کو ایک غفلت کی نیند میں لے جاتے ہیں آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ جس طرح کبوتر بلی کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لیتا ہے اسی طرح یہ بعض حقائق سے آنکھیں بند کر کے زندگی گزارنا شروع کر دیتے ہیں کہ وہ اس گمان میں ہوتے ہیں کہ کسی کو کچھ پتہ نہیں چلتا جو مرضی آئے کئے جاؤ۔ اسی لئے میں کہتا ہوں خدا کے معاملات میں آنکھیں کھولو۔ جب خدا سے معاملات میں آنکھیں کھولو گے تو تمہارے بندوں کے ساتھ معاملات خود بخود سیدھے ہونے شروع ہو جائیں گے۔ جس کو خدا سے معاملہ سیدھا کرنے کی عادت پڑے اس کی برکت سے لازماً پھر بندوں کے ساتھ بھی اس کے معاملات پر نیک اثر پڑتا ہے' بندوں کے ساتھ اس کے معاملات بھی ساتھ ساتھ سدھرنے لگتے ہیں۔ اس لئے میں اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ خدا کے ساتھ اپنے معاملات کو درست کرو۔

ایسی مثالیں تو بے شمار ہیں جن کو کھول کھول کر پیش کیا جا سکتا تھا لیکن ایک دو نموتاً بیان کر دینی کافی ہیں۔ ہر موصی اور غیر موصی کو اپنے معاملات میں صاف اور سیدھا چلنا چاہئے۔ جو بے شرح چندہ عام دیتے ہیں وہ بھی اسی طرح قصور وار ہیں جس طرح صحیح آمد نہ بتانے والے قصور وار ہیں اصل میں ہوتا یہ ہے کہ ان کا نفس وہاں بھی ان کے لئے بعض بہانے رکھ دیتا ہے وہ کہتے ہیں سپین کے خطبے (فرمودہ 10۔ ستمبر 1982ء- ناقل) میں اجازت تو دے دی ہے اور یہ جو شرط ہے کہ ہم لکھ کر اجازت مانگیں یہ تو زائد چیز ہے عملاً تو اجازت مل گئی۔ اس طرح وہ اپنے نفس کو دھوکہ دے کر ایک غلطی کے مرتکب ہونے لگ جاتے ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط بات ہے کہ اجازت مانگنا ایک زائد چیز ہے۔ انسانی نفسیات کو ملحوظ رکھتے ہوئے میں نے وہ بات کہی تھی اور انسان کے خدا سے معاملات کو ملحوظ رکھتے ہوئے وہ بات میں نے خطبہ (-) میں بیان کی تھی۔ بات یہ ہے کہ اگر ایک شخص سولہ ہزار روپیہ آمد میں سے ایک ہزار روپیہ چندہ عام دے سکتا تو اگر وہ یہ بات میرے سامنے لائے تو وہ جھجکے گا۔ وہ کوشش کرے گا کہ بجائے اس کے کہ میں اجازت لوں' زور لگا کے دیتا ہی رہوں۔ اس کو کھل کر میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مجھ سے یہ کہنا پڑے گا کہ میری شرح کم ہونی چاہئے۔ اس کے لئے اس کا نفس حجاب محسوس کرتا ہے اور چونکہ وہ حجاب محسوس کرتا ہے اس لئے وہ اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ بہت اچھا میں فلاں جگہ سے بچت کر لیتا ہوں' فلاں کام کو سمیٹ لیتا ہوں۔ فلاں خرچ کو کم کر لیتا ہوں۔ یہ بات بری لگتی ہے کہ میں لکھوں میرے لئے اس چندہ کی شرح کم کی جائے۔ وہ سوچتا ہے میں تو باوقار آدمی ہوں' مجھے جانتے ہیں یا نہیں جو بھی شکل ہے لیکن دل میں شرم محسوس ہوتی ہے۔ یہ شرم جماعت کی مددگار ہے' یہ شرم اس کی مددگار ہے اور اس کو نیکی کی توفیق بخشتی ہے اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے میں نے یہ رعایت دی تھی۔ پھر اس لئے بھی میں نے یہ رعایت دی تھی کہ جب کوئی شخص لکھتا ہے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ بیچارا بالکل مجبور ہو چکا ہے بعض دفعہ ایسے بھائی کے لئے بہت درد کے ساتھ دل سے دعا اٹھتی ہے

حقیقی مکرمت اور عظمت کا باعث فقط تقویٰ ہے

(حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

مولانا عبدالباسط شاہد

جلسہ اعظم مذاہب

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے آج سے ایک سو سال قبل جلسہ اعظم مذاہب لاہور کے لئے ایک معرکہ" آلآراء مقالہ تحریر فرمایا جو اس بین المذاہب جلسہ میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے نہایت عمدگی سے پیش فرمایا۔

اس خطاب کی اہمیت و عظمت تو اس امر سے ہی ظاہر ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اس مضمون کے پڑھے جانے سے پہلے ہی یہ اعلان فرما دیا تھا کہ یہ مضمون سب مضامین پر غالب رہے گا اور بعد میں منتظمین جلسہ اور پریس نے اس مضمون کو "حاصل جلسہ" قرار دیتے ہوئے سب مضامین سے بالا قرار دیا۔ یہ مضمون دنیا کی مشہور زبانوں میں ترجمہ ہو کر شائع ہو چکا ہے اور دنیا بھر کے سنجیدہ علمی طبقہ سے خراج تحسین حاصل کر چکا ہے۔ اب یہ مضمون دوسری صدی میں اس شان سے داخل ہو رہا ہے کہ خدائی حکمت و فلسفہ ہی ہدایت و راہنمائی کا مینار ہے جو قرب الٰہی اور رضاء ربانی کے حصول کا واحد ذریعہ ہے اس عظیم مضمون کے چند اقتباسات درج ذیل ہیں۔

مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

انسان کی طبعی حالتوں اور اخلاق کا فرق بیان کرتے ہوئے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں۔

طبعی حالتیں جن کا سرچشمہ اور مبدء نفس امارہ ہے خدا تعالیٰ کے پاک کلام کے اشارات کے موافق اخلاقی حالتوں سے کوئی الگ چیز نہیں ہے۔ کیونکہ خدا کے پاک کلام نے تمام نیچرل قویٰ اور جسمانی خواہشوں اور تقاضوں کو طبعی حالات کی مد میں رکھا ہے اور وہی طبعی حالتیں ہیں جو بالارادہ ترتیب اور تعدیل اور موقع بینی اور محل پر استعمال کرنے کے بعد اخلاق کا رنگ پکڑ لیتی ہیں۔ ایسا ہی اخلاقی حالتیں روحانی حالتوں سے کوئی الگ بات نہیں ہیں بلکہ وہی اخلاقی حالتیں ہیں جو پورے فنا فی اللہ اور تزکیہ نفس اور پورے انقطاع الی اللہ اور پوری محبت اور پوری محویت اور پوری سکینت و اطمینان اور پوری موافقت باللہ سے روحانیت کا رنگ پکڑ لیتی ہیں۔ طبعی حالتیں جب تک اخلاقی رنگ میں نہ آئیں کسی طرح انسان کو قابل تعریف نہیں بناتیں کیونکہ وہ دوسرے حیوانات بلکہ جمادات میں بھی پائی جاتی ہیں۔ ایسا ہی مجرد اخلاق کا حاصل کرنا بھی انسان کو روحانی زندگی نہیں بخشتا۔ بلکہ ایک شخص خدا کے وجود سے ہی منکر رہ کر اچھے اخلاق دکھلا سکتا ہے۔ دل کا غریب ہونا یا دل کا حلیم ہونا یا صلحکار ہونا یا ترک شر کرنا اور شریر کے مقابل پر نہ آنا یہ تمام طبعی حالتیں ہیں اور ایسی باتیں ہیں جو ایک نااہل کو بھی حاصل ہو سکتی ہیں جو اصل سرچشمہ نجات سے بے نصیب اور ناآشنا محض ہیں اور بہت سے چارپائے غریب بھی ہوتے ہیں اور ہلنے اور خوپذیر ہونے سے صلح کاری بھی دکھلاتے ہیں.... مگر پھر بھی ان کو انسان نہیں کہہ سکتے چہ جائیکہ ان خصلتوں سے وہ اعلیٰ درجہ کے انسان بن سکیں۔ (ص 12)

اس سنہری اصول کی وضاحت فرماتے ہوئے حضرت بانی سلسلہ "رحم" کے خلق کی مثال دیتے ہوئے نہایت عارفانہ اور حکیمانہ رنگ میں فرماتے ہیں:۔

"ممکن ہے کہ انسان رحم میں اس حد تک پہنچ جائے کہ اگر اس کے اپنے ہی زخم میں کیڑے پڑیں ان کو بھی قتل کرنا روا نہ رکھے اور جانداروں کی پاسداری اس قدر کرے کہ جوئیں جو سر میں پڑتی ہیں یا وہ کیڑے جو پیٹ اور انتڑیوں میں اور دماغ میں پیدا ہوتے ہیں ان کو بھی آزار دینا نہ چاہے بلکہ میں قبول کر سکتا ہوں کہ کسی کا رحم اس حد تک پہنچے کہ وہ شہد کھانا ترک کر دے کیونکہ وہ بہت سی جانوں کے تلف ہونے اور غریب مکھیوں کو ان کے استھان سے پراگندہ کرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے اور میں مانتا ہوں کہ کوئی مشک سے پرہیز کرے کیونکہ وہ غریب ہرن کا خون ہے اور اس غریب کو قتل کرنے اور بچوں سے جدا کرنے کے بعد میسر آ سکتا ہے.... بالآخر اگر کوئی مانے یا نہ مانے مگر میں مانتا ہوں کہ کوئی شخص اس قدر رحم کو کمال تک پہنچاوے کہ پانی کے کیڑوں کو بچانے کے لئے اپنے تئیں ہلاک کرے"۔

ان انہونی، ناممکن اور ناقابل عمل مثالوں کے بعد نہایت حقیقت افروز نتیجہ نکالتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

"میں یہ سب کچھ قبول کرتا ہوں لیکن میں ہرگز قبول نہیں کر سکتا کہ یہ تمام طبعی حالتیں اخلاقی حالتیں کہلا سکتی ہیں یا صرف انہیں سے وہ اندرونی گند دھوئے جا سکتے ہیں جن کا وجود خدا تعالیٰ کے ملنے کی روک ہے میں کبھی باور نہیں کروں گا کہ اس طرح کا غریب اور بے آزار بننا جس میں بعض چارپائیوں اور جانوروں کا نمبر کچھ بڑھا ہوا ہے۔ اعلیٰ انسانیت کے حصول کا موجب ہو سکتا ہے۔ بلکہ میرے نزدیک یہ قانون قدرت سے لڑائی ہے اور رضا کے بھاری خلق کے برخلاف اور اس نعمت کو رد کرنا ہے جو قدرت نے ہم کو عطا کی ہے بلکہ وہ روحانیت ہر ایک خلق کو محل اور موقعہ پر استعمال کرنے کے بعد اور پھر خدا کی راہوں میں وفاداری کے ساتھ قدم مارنے سے اور اسی کا ہو جانے سے ملتی ہے جو اس کا ہو جاتا ہے اس کی یہی نشانی ہے کہ وہ اس کے بغیر جی ہی نہیں سکتا۔ عارف ایک مچھلی ہے جو خدا کے ہاتھ سے ذبح کی گئی اور اس کا پانی خدا کی محبت ہے۔ (ص 12)

"غرض جس قدر انسان کے دل میں قوتیں پائی جاتی ہیں جیسا کہ ادب، حیا، دیانت، مروت، غیرت، استقامت، عفت، زہادت، اعتدال، مواسات، یعنی ہمدردی ایسا ہی شجاعت، سخاوت، عفو، صبر، احسان، صدق وفا وغیرہ جب یہ تمام طبعی حالتیں عقل اور تدبر کے مشورہ سے اپنے اپنے محل اور موقع پر ظاہر کی جائیں گی تو سب کا نام اخلاق ہو گا اور یہ تمام اخلاق در حقیقت انسان کی طبعی حالتیں اور طبعی جذبات ہیں اور صرف اس وقت اخلاق کے نام سے موسوم ہوتے ہیں کہ جب محل اور موقع کے لحاظ سے بالارادہ ان کو استعمال کیا جائے۔ چونکہ انسان کے طبعی خواص میں سے ایک یہ بھی خاصہ ہے کہ وہ ترقی پذیر جاندار ہے اس لئے وہ سچے مذہب کی پیروی اور نیک صحبتوں اور نیک تعلیموں سے ایسے طبعی جذبات کو اخلاق کے رنگ میں لے آتا ہے اور یہ امر کسی اور جاندار کے لئے نصیب نہیں۔ (ص 20)

دینی فلسفہ اور حکمت کی روشنی میں خلق اور نیکی کی تعریف بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

"یاد رہے کہ خدا تعالیٰ کی توحید کو صحیح طور پر ماننا اور اس میں زیادت یا کمی نہ کرنا یہ وہ عدل ہے جو انسان اپنے مالک حقیقی کے حق میں بجا لاتا ہے۔ یہ تمام حصہ اخلاقی تعلیم کا ہے.... اس میں اصول یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمام اخلاق کو افراط اور تفریط سے بچایا ہے اور ہر ایک خلق کو اس حالت میں خلق کے نام سے موسوم کیا ہے کہ جب اپنی واقعی اور واجب حد سے کم و بیش نہ ہو۔ یہ تو ظاہر ہے کہ نیکی حقیقی وہی چیز ہے جو دو حدوں کے وسط میں ہوتی ہے یعنی زیادتی اور کمی یا افراط و تفریط کے درمیان ہوتی ہے۔ ہر ایک عادت جو وسط کی طرف کھینچے اور وسط پر قائم کرے وہی خلق فاضل پیدا کرتی ہے۔ محل اور موقع کا پہچاننا ایک وسط ہے مثلاً اگر زمیندار اپنا تخم وقت سے پہلے بو دے یا وقت کے بعد۔ دونوں صورتوں میں وہ وسط کو چھوڑتا ہے۔ نیکی اور حق اور حکمت سب وسط میں ہے اور وسط موقع بینی میں۔ یا یوں سمجھ لو کہ حق وہ چیز ہے کہ ہمیشہ دو متقابل باطلوں کے وسط میں ہوتا ہے۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ عین موقعہ کا التزام ہمیشہ انسان کو وسط میں رکھتا ہے اور خداشناسی کے بارہ میں وسط کی شناخت یہ ہے کہ خدا کی صفات بیان کرنے میں نہ تو نفی صفات کی طرف جھک جائے اور نہ خدا کو جسمانی چیزوں کا مشابہ قرار دے....."

حقیقی خلق اور طبعی حالت کے فرق کو واضح کرنے کے لئے آپ نے متعدد مثالیں پیش فرمائی ہیں اس سلسلہ میں عفو کی مثال دیتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

"یاد رہے کہ مجرد عفو کو خلق نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ ایک طبعی قوت ہے جو بچوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ بچہ کو جس کے ہاتھ سے چوٹ لگ جائے خواہ شرارت سے ہی لگے تھوڑی دیر کے بعد وہ اس قصہ کو بھلا دیتا ہے اور پھر اس کے پاس محبت سے جاتا ہے اور اگر ایسے شخص نے اس کے قتل کا بھی ارادہ کیا ہو تب بھی صرف میٹھی بات پر خوش ہو جاتا ہے۔ پس ایسا عفو کسی طرح خلق میں داخل نہ ہو گا۔ خلق میں اس صورت میں داخل ہو گا جب ہم اس کو محل اور موقع پر استعمال کریں گے ورنہ صرف ایک طبعی قوت ہو گی۔ دنیا میں بہت تھوڑے ایسے لوگ ہیں جو طبعی قوت اور خلق میں فرق کر سکتے ہیں۔ ہم بار بار کہہ چکے ہیں کہ حقیقی خلق اور طبعی حالتوں میں یہ فرق ہے کہ خلق ہمیشہ محل اور موقع کی پابندی اپنے ساتھ رکھتا ہے اور طبعی قوت بے محل ظاہر ہو جاتی ہے یوں تو چارپایوں میں گائے بھی بے شر ہے اور بکری بھی دل کی غریب ہے مگر ہم ان کو اسی سبب سے ان خلقوں سے متصف نہیں کہہ سکتے کہ ان کو محل اور موقع کی عقل نہیں دی گئی۔ خدا کی حکیم اور خدا کی سچی اور کامل کتاب نے ہر ایک خلق کے ساتھ محل اور موقع کی شرط لگا دی ہے۔ (ص 45)

خلق احصان یعنی عفت و پاکدامنی کے متعلق کلام الٰہی کی تعلیم بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں "اس جگہ ہم بڑے دعویٰ کے ساتھ کہتے ہیں کہ یہ اعلیٰ تعلیم ان سب تدبیروں کے ساتھ جو (کلام الٰہی) نے بیان فرمائی ہیں صرف دین حق سے ہی خاص ہیں اور اس جگہ ایک نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے اور وہ یہ ہے کہ چونکہ انسان کی وہ طبعی حالت جو شہوات کا منبع ہے جس سے انسان بغیر کسی کامل تغیر کے الگ نہیں ہو سکتا یہی ہے کہ اس کے جذبات شہوت محل اور موقع پا کر جوش مارنے سے رہ نہیں سکتے۔ یا یوں کہو کہ سخت خطرہ میں پڑ جاتے ہیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے ہمیں یہ تعلیم نہیں دی کہ ہم نامحرم عورتوں کو بلا تکلف دیکھ تو لیا کریں اور ان کی تمام زینتوں پر نظر ڈال لیں اور ان کے تمام انداز ناچنا وغیرہ مشاہدہ کر لیں لیکن پاک نظر سے دیکھیں۔ اور نہ یہ تعلیم ہمیں دی ہے کہ ہم ان بیگانہ جوان عورتوں کا گانا بجانا سن لیں اور ان کے حسن کے قصے بھی سنا کریں لیکن پاک خیال سے سنیں بلکہ ہمیں تاکید ہے کہ ہم نامحرم عورتوں کو اور ان کی زینت کی جگہ کو ہرگز نہ دیکھیں نہ پاک نظر سے اور نہ ناپاک نظر سے اور ان کی خوش الحانی کی آوازیں اور ان کے حسن کے قصے نہ سنیں نہ پاک خیال سے اور نہ ناپاک خیال سے بلکہ ہمیں چاہئے کہ ان کے سننے اور دیکھنے سے نفرت رکھیں جیسا کہ

باقی صفحہ 5 پر

صُورتِ حالات

ہر لحظہ نظر میں ہیں بدلتے ہوئے حالات
اے دوست بہت دُور نہیں روزِ مکافات

دُنیا سے گِلہ مندی کی عادت نہیں ہمکو
لاتے نہیں ہونٹوں پہ کبھی حرفِ شکایات

ہاتھوں سے کبھی صبر کا دامن نہیں چُھوٹا
ہر چند کہ ہوتی رہی آلام کی برسات

اللہ کے بندوں کا مقدّر ہے ازل سے
نفرت کا یہ انعام- یہ تحقیر کی سوغات

نیّت ہو اگر صاف تو منزل بھی ہے آساں
نیّت میں خلل ہو تو بدلتے نہیں حالات

ہنگامۂ عشرت میں ہیں کھوئے ہوئے سب لوگ
مجبور نگاہوں کی سُنے کَون حکایات

ہے صورتِ آئینہ ہر اِک سنگِ ملامت
قُربان جرائم پہ یہاں فخر و مباہات

سُنتے ہیں بہت شور 'نئی صبح' کا لیکن
اب تک ہے فضاؤں پہ وُہی پردۂ ظلمات

شاید اُنہیں معلوم نہیں وقت کے تیور
پیچیدہ ہُوئے جاتے ہیں کُچھ اَور بھی حالات

کِس مُنہ سے کریں ان سے نہ مِلنے کی شکایت
ہوتی نہیں اس دَور میں خود سے بھی مُلاقات

ثاقؔب رہے پامالِ ستم شہرِ ہنر میں
بدلے نہ شب و روز وُہی اب بھی ہیں اوقات

ثاقب (زیروی)

O

خوف انجانا سہی پر خوف دامن گیر ہے
جاگتی آنکھوں سے دیکھے خواب کی تعبیر ہے
میں کسی افسردہ دل کا مرکزِ اُمید ہوں
میرے دل میں ناتواں مزدور کی جاگیر ہے
جرم کے زُمرے میں شامل ہو گئی ہر ایک بات
اب مجھے انعام کا ملنا بھی ایک تعزیر ہے
ٹکٹکی باندھے نظر دُھندلا گئی کچھ اس طرح
کچھ سمجھ آتا نہیں' انساں ہے یا تصویر ہے
جن کی خاطر ہم نے آنکھوں سے چراغاں کر دیا
ظلمت شب ان کے ماتھے کی جلی تحریر ہے
میں نے جو سوچا مری تدبیر کا حصہ بنا
اور جو کچھ پیش آیا وہ مری تقدیر ہے
سر جھکا کر میں نسیم اعزاز ہی پاتا رہا
سر بلندی ہے یہی یہ باعثِ توقیر ہے
غیر کی آنکھوں کے تنکے تو رہے تنکے مگر
میں نے اپنی آنکھ میں دیکھا تو اک شہتیر ہے
میری آزادی کو ہمت دے رہی ہیں قدغنیں
تیز رفتاری کا باعث پاؤں کی زنجیر ہے
بن گئے ہیں زیورِ مردانگی طوق و رسن
یہ مری رسوائی ہے یا یہ مری تشہیر ہے
دوڑتا پھرتا ہوں میں ہر سمت آنکھیں موند کر
سر پھرا جو شخص ہے میرے جنوں کا پیر ہے

نسیم سیفی

ڈِش ماسٹر

ڈش
دعوت الی اللہ
کا مؤثر ذریعہ
ہے

بفضلِ خدا تعالیٰ ہم "احمدیہ ٹیلیویژن انٹرنیشنل"
کی نشریات آپ تک صاف اور واضح پہنچاتے ہیں۔ (سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں)

احمدیت کی
ترقیات کا نظارہ کرنے کیلئے

ہماری شہرت میں سب سے زیادہ عمل دخل خدا تعالیٰ کا خاص فضل، دعائیں اور آپ احمدی بھائیوں کی محبت ہے۔ ہمارے سامان کی کوالٹی سچائی اور ایمانداری پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری ڈِشوں کی ڈیمانڈ زیادہ اور معیار و کارکردگی نہایت عمدہ ہے۔

ہم اپنی ڈِشوں کے ساتھ مشہورِ زمانہ • آزمودہ • امپورٹڈ • جدید ماڈل ونرسیٹ ریسیور • LNB گارڈنر USA اور • اصل جاپانی وائر استعمال کرتے ہیں۔ • یہ تمام اشیاء جینوئن اور **No 1** ہوتی ہیں۔

ایک بار خریدیں — اصل خریدیں — سستا خریدیں

احمدیہ ٹیلی ویژن کی ۲۴ گھنٹے نشریات صاف اور واضح دیکھنے کیلئے 100٪ رزلٹ والا مضبوط اور پائیدار اسپیشل کوالٹی ڈش اینٹنا گارنٹی کیساتھ لگوائیں
پاکستان میں ہر جگہ "فری فٹنگ" "فری سروس"

احمدیہ ڈش سے
روزانہ تازہ انٹرنیشنل خبریں
اردو کلاس، نظمیں
حضرت صاحب کا
بچوں کیساتھ پروگرام
ہومیوپیتھی کلاس
اور دیگر بے شمار
پروگرام
ملاحظہ فرمائیں

اپنی اور اپنے بچوں
کی بہتر تربیت کیلئے
احمدیہ ڈش

پروپرائیٹر
بشارت احمد خان

ڈِش ماسٹر

اقصیٰ روڈ ربوہ

آپکی سہولت کیلئے ہمارے فون نمبرز

04524 - 211274 - 213123
537

DISH MASTER

AQSA ROAD, RABWAH.

عبدالسمیع خان

ائمہ جماعت کی تحریکات

جماعت احمدیہ کے حق میں کسی عرب شاعر کا یہ قول بہت ہی سچا ثابت ہو رہا ہے۔

اِذَا سَیِّدٌ منا خلا قامَ سَیِّد
قئوولٌ لماقال الکرامُ فعولُ

یعنی ہم میں سے جب کوئی سردار گزر جاتا ہے تو اس کی جگہ دوسرا کھڑا ہو جاتا ہے اور وہ وہی کچھ کہتا اور کرتا ہے جو اس سے پہلے معزز سردار کرتے رہے ہیں۔

جماعت احمدیہ کی ایک ہی پالیسی' ایک ہی رخ اور ایک ہی نصب العین ہے جو بانی جماعت احمدیہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے متعین کیا ہے۔ ایک کے بعد ایک چلا آتا ہے اور اسی منزل کی طرف جماعت کے قدموں میں مزید تیزی پیدا کرتا ہے نہ کوئی اختلاف ہے نہ کوئی تبدیلی ہے نہ ترمیم و تنسیخ ہے۔ ہاں ہر آنے والا وقت کے بہتے دھارے کا ساتھ دینے کے لئے عزم و عمل کے مزید چپو تھما دیتا ہے۔

انہی چپوؤں کو جماعت میں تحریکات کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جو کشتی احمدیت کو بپھرے ہوئے طوفانوں سے بچاتے اور رفتار میں اور تندی پیدا کر دیتے ہیں۔

جماعت کے آئمہ نے اللہ کی منشا اور رہنمائی کے تابع بیسیوں روحانی تربیتی علمی اور انتظامی تحریکیں جاری کی ہیں۔

احباب کی یاددہانی کے لئے گہرے اور دیرپا اثر والی چند ایک تحریکوں کا انتخاب کیا گیا ہے۔

بعد میں آنے والے آئمہ نے ان تحریکوں میں حسن کے جو مزید رنگ بھرے اور ان تحریکوں نے جو اثرات پیدا کئے ان کا بیان بھی شامل کر دیا گیا ہے۔

یہ تحریکات احمدیت کے شجر پر بہار کے وہ پھل پھول ہیں جو دور خزاں میں بھی رونق چمن بنے رہتے ہیں اور خدا ان میں ایسی برکت ڈالتا ہے جو الٰہی تقدیروں ہی کی فسوں کاری ہے کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔

جیسا کہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ الرابع نے 29 جولائی 1984ء کو خدام الاحمدیہ کے یورپین اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ جب بھی کوئی تحریک جماعت احمدیہ کے کسی بھی امام کے دل میں ڈالتا ہے تو اس کے متعلق آپ کو پوری طرح مطمئن ہونا چاہئے کہ ضرور کوئی الٰہی اشارے ایسے ہیں جو مستقبل کی خوش آئند باتوں کا پتہ دے رہے ہیں اور وہ تحریک جو بظاہر معمولی سی آواز سے اٹھتی نظر آتی ہے ایک عظیم الشان عمارت میں تبدیل ہو جایا کرتی ہے.....

جس تحریک میں آپ اس لئے حصہ لیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ (حضرت بانی سلسلہ کے جانشین) کی تحریک ہے آپ دیکھیں گے کہ اس تحریک میں اتنی عظیم الشان برکتیں پڑیں گی جو آپ کے تصور سے بالا ہوں گی۔

(ماہنامہ خالد ربوہ جون 86ء ص 21)

اور آئندہ بیان کردہ تمام تحریکات اس دعویٰ کی صداقت پر گواہ ہیں

امامت اولیٰ کی تحریکات

دینی مدرسہ کے قیام کی تحریک

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی اور حضرت مولانا برہان الدین صاحب جہلمی کی وفات پر جماعت کے لئے نئے علماء تیار کرنے کی ضرورت کا اظہار فرمایا تھا۔ جس کی تعمیل میں 1905ء میں مدرسہ تعلیم الاسلام کے ساتھ دینیات شاخ قائم کر دی گئی تھی۔

مگر حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی وفات کے بعد حضرت امام جماعت الاول کے دل میں امامت کے ابتدائی ایام میں ہی یہ تحریک اٹھی کہ حضرت بانی سلسلہ کی یاد میں اعلیٰ پیمانہ پر ایک دینی مدرسہ قائم کیا جائے جس میں واعظین اور مربیان تیار کئے جائیں۔

یہ تحریک ایک وسیع انتظام اور کثیر اخراجات کا تقاضا کرتی تھی۔ چنانچہ آپ کے ارشاد پر جماعت کے عمائدین نے یہ تحریک پوری جماعت کے سامنے رکھی اور بتایا کہ یہ مدرسہ دنیا میں اشاعت حق کا ایک بھاری ذریعہ ہو گا۔ اور حضرت بانی سلسلہ کی عظیم الشان یادگار بھی سو اس مدرسہ کے لئے عمدہ عمارت اور بہترین لائبریری کی ضرورت ہے۔ لہٰذا احباب مالی قربانی میں ذوق و شوق سے حصہ لیں۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 ص 230 از مولانا دوست محمد شاہد ادارۃ المصنفین ربوہ دسمبر 63)

احباب جماعت نے اس تحریک پر حسب استطاعت لبیک کہا اور نامساعد حالات کے باوجود یکم مارچ 1909ء کو اس درسگاہ کی بنیاد رکھی گئی جس کا نام مدرسہ احمدیہ تجویز کیا گیا اور اولین ہیڈ ماسٹر حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب قرار پائے۔

یہی چھوٹا سا ادارہ تھا جو کئی مختلف مراحل اور ادوار سے گزرتا ہوا جامعہ احمدیہ کی صورت میں عظیم الشان خدمت کر رہا ہے۔ جس کے سپوتوں نے قربانیوں کے اعلیٰ معیار کو قائم کرتے ہوئے جابجا ہدایت کے بیج بوئے اور اب اکثر مقامات پر تناور درخت بن چکے ہیں۔

جامعہ احمدیہ کی مرکزی شاخیں قادیان اور ربوہ میں ہیں نیز افریقہ کے کئی ممالک میں مقامی طور پر مربیان تیار کئے جا رہے ہیں۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اس تحریک کی اشاعت پر یہ تبصرہ کیا تھا کہ

"(امام) نور الدین نے حکم دیا ہے کہ مرزا صاحب کی یادگار میں دینی مدرسہ قائم کیا جائے ہم بھی اس مدرسہ کی تائید کرتے ہیں۔ امید ہے کہ مرزا صاحب کے راسخ مرید جی کھول کر اس میں چندہ دیں گے کہ آخر کار یہ مدرسہ ہمارا ہو گا اور مرزائی خیال عنقریب نسیاً منسیاً ہو کر اڑ جائے گا"۔

(مرقع قادیانی ستمبر اکتوبر 1908ء ص 3 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 4 ص 230)

ایک طرف یہ تعلّی اور نامرادی اور دوسری طرف خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ برکت کہ ہزاروں واقفین زندگی اس ادارے سے فیض یاب ہو چکے ہیں اور جولائی 96ء میں ہندوپاک سے باہر 891 مرکزی مربیان دنیا بھر میں اشاعت ہدایت کا کام کر رہے تھے اور یہ سلسلہ ہمہ وقت ترقی پذیر ہے۔

(الفضل انٹرنیشنل 23۔ اگست 96ء ص 2)

واعظین سلسلہ کے تقرر کی تحریک

حضرت بانی سلسلہ کے زمانہ میں جماعت کی طرف سے کوئی باقاعدہ واعظ یا مربی مقرر نہ تھے۔ مگر امامت اولیٰ کے شروع میں ہی اس کی پوری شدت سے ضرورت محسوس ہوئی اور حضرت امام جماعت احمدیہ الاول نے اس کی تحریک فرمائی۔

چنانچہ سب سے پہلے حضرت شیخ غلام احمد صاحب کو 1908ء میں پہلا واعظ مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد مولوی محمد علی صاحب سیالکوٹی' حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی اور حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی واعظ مقرر ہوئے۔

(اخبار الحکم قادیان 2۔ اگست 1908ء و تاریخ احمدیت جلد 4 ص 230)

یہی تحریک ترقی پا کر ممالک بیرون میں اشاعت حق کی منظم بنیاد پر منتج ہوئی۔

1913ء میں حضرت امام اول نے تحریک فرمائی کہ ہمیں لندن مشن کے لئے ایک مربی کی ضرورت ہے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 25 دسمبر 1956ء)

اس پر حضرت چوہدری فتح محمد سیال کے لندن بھجوانے کا فیصلہ ہوا۔ آپ کے سفر کے خرچ کے لئے اکثر رقم حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے انجمن انصار اللہ کے بجٹ سے فراہم کی۔ اور آپ 25 جولائی 1913ء کو لندن پہنچ گئے۔ اور کچھ دیر خواجہ کمال الدین صاحب کے ساتھ کام کرتے رہے۔ امامت ثانیہ کے آغاز میں آپ نے باقاعدہ طور پر لندن میں سب سے پہلا احمدیہ مشن قائم کیا۔ جو اب امامت احمدیہ کے سایہ تلے پر بہار شجر بن چکا ہے۔

جماعت کے پھیلاؤ کے ساتھ مربیان کے تقرر کا سلسلہ بھی بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ ان میں جامعہ احمدیہ سے فارغ التحصیل ہونے والے بھی شامل ہیں۔ نیز وقف جدید کے بیسیوں معلمین نیز وہ واقفین زندگی بھی جنہوں نے باقاعدہ کسی مذہبی ادارہ سے تعلیم حاصل نہیں کی۔ اس طرح ان کی تعداد ہزاروں تک جا پہنچتی ہے۔

خوشنویس حضرات کے قادیان آنے کی تحریک

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی وفات پر مولوی ثناء اللہ امرتسری نے لکھا۔

"مسلمانوں سے ہو سکے تو مرزا صاحب کی کل کتابیں سمندر میں نہیں کسی جلتے تنور میں جھونک دیں"۔

(بحوالہ الحکم 18 جون 1908ء)

مگر خدائی تقدیر اس جھوٹی خواہش کا مذاق اڑا رہی تھی۔

امامت اولیٰ میں جماعت احمدیہ تصنیف و اشاعت کے نئے ادوار میں داخل ہوئی اور سلطان القلم حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی شائع شدہ کتب کے علاوہ وہ کتب بھی شائع ہوئیں جو حضرت بانی سلسلہ کی زندگی میں شائع نہیں ہو سکی تھیں اور یہ نئی زندگی کا پیغام ملکوں ملکوں میں پہنچنے کے سامان ہو رہے تھے۔

اس پیغام کو عام کرنے کے لئے دیگر کتب کی اشاعت میں بھی بے پناہ اضافہ ہوا۔ اور کئی نئے اخبارات و رسائل جاری ہوئے۔ چنانچہ اخبار نور' الحق' الفضل وغیرہ اسی زمانہ میں جاری ہوئے۔ اسی طرح رسالہ 'احمدی' اور 'خاتون' کا بھی اجرا ہوا۔ اس تفصیلی کام کے مقابل پر قادیان میں خوشنویس حضرات کی تعداد بہت کم تھی۔

اس لئے جون 1908ء میں حضرت امام جماعت احمدیہ الاول نے تحریک فرمائی کہ جماعتی کاموں میں وسعت کے باعث خوشنویس حضرات قادیان آئیں تاکہ تحریر کا کام بغیر کسی روک کے جاری رکھا جا سکے۔ بلکہ فرمایا کہ کچھ لوگ خالص خدمت دین کی نیت سے کتابت سیکھیں۔

(الحکم 14 جون 1908ء)

چنانچہ ایک عرصہ دراز تک خوشنویس حضرات کو تحریری میدان میں بے پناہ خدمت کی توفیق ملی۔ اور اسی تحریک نے سائنسی ترقی کے ساتھ

ساتھ یہ رنگ اختیار کیا کہ جماعت کمپیوٹر کتابت کے دور میں داخل ہوئی۔

12 جولائی 1985ء کو حضرت امام جماعت الرابع نے نستعلیق کتابت کے لئے کمپیوٹر خریدنے کی خاطر ڈیڑھ لاکھ پاؤنڈ کی تحریک فرمائی۔

(خالد ربوہ جون 86ء)

چنانچہ کثیر خرچ سے رقیم پریس لندن کی بنیاد ڈالی گئی اور اب سلسلے کے کئی اداروں اور مشنوں میں کمپیوٹر کتابت کا سلسلہ ترقی پذیر ہے۔

علم تعبیر الرؤیا کے متعلق تحریک

1912ء میں حضرت امام جماعت احمدیہ الاول نے ایک ایسی تحریک فرمائی جو آپ کے مخصوص عالمانہ مزاج کی آئینہ دار ہے آپ نے سورہ یوسف کا درس دیتے ہوئے تعبیر الرؤیا کے بارہ میں تحریک کی اور فرمایا۔

سورہ یوسف پر تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے

کہ علم الرؤیا بھی ایک بڑا علم ہے یہ علم اللہ تعالیٰ اپنے بعض انبیاء کو دیتا ہے اور پھر ان سے ورثہ میں یہ علم علماء (-) تک پہنچا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں نے اس فن پر بہت عمدہ کتابیں لکھیں کامل التعبیر، تعطیر الانام۔ حضرت صاحب نے فرمایا نئی روشنی کے لوگ تو خوابوں کو پریشان خیالات کا مجموعہ سمجھتے ہیں۔ مگر ہم اس علم کی قدر کرتے ہیں۔

آپ نے تحریک فرمائی کہ

"ہمارے دوستوں کو چاہئے کہ جو خواب ان کو آئے۔ وہ مختصر طور پر ان کو لکھ لیا کریں اور پھر جو تعبیر اللہ تعالیٰ ان کو سمجھائے یاد کھائے نوٹ کر لیا کریں۔ اس طرح ایک وقت آئے گا کہ اس فن کی ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے گی۔ ہم سے پہلوں نے تو اپنا فرض ادا کر دیا۔ لیکن اب ایسی چیزیں نکل آئی ہیں جو پہلے موجود نہ تھیں اور ان کی تعبیر گزشتہ کتب میں نظر نہیں آتی مثلاً موٹر کار یا ہوائی جہاز۔

(الحکم قادیان 14 دسمبر 1912ء ص 6)

غرض اس تحریک کے ذریعہ حضرت صاحب کا منشا یہ تھا کہ جس طرح گزشتہ زمانہ کے علماء نے مختلف خوابوں اور ان کی تعبیرات کو جمع کر کے آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے ایک بہت بڑا کام کیا تھا۔ اس زمانہ میں اس قسم کا کام عالمی جماعت احمدیہ کے ذریعہ ہو جائے تو نہایت مفید علمی کام ہو گا۔ کیونکہ اکثر و بیشتر خواب میں نظر آنے والی جدید چیزوں کا ذکر پرانی کتب میں موجود نہیں۔

حضرت امام جماعت الثانی نے 1917ء میں حقیقۃ الرؤیا کے نام سے جلسہ سالانہ پر خطاب فرمایا تھا مگر وہ ایک دوسرا پہلو اور رنگ رکھتا تھا۔ تعبیر الرؤیا کا میدان ابھی خالی ہے اور جماعت کو دیگر سرگرمیوں کی وجہ سے اس طرف توجہ کرنے کا موقع نہیں ملا۔ اس لئے یہ تحریک اب بھی اہل ذوق کو دعوت عام دے رہی ہے اگر تمام دنیا کے احمدی اس میں حصہ لیں تو یقیناً ایک نادر خزانہ تیار ہو جائے گا۔

امامت ثانیہ کی تحریکات

تحریک جدید تحریک جدید ایک (خدا کی طرف سے بتائی ہوئی) تحریک ہے جو نومبر 1934ء میں حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر اس وقت جاری فرمائی جبکہ جماعت ایک نہایت ہی نازک دور سے گزر رہی تھی اور دشمن اپنی پوری طاقت اور قوت سے جماعت پر حملہ آور تھا اور ظاہری آنکھوں سے دیکھنے والوں کو یوں نظر آ رہا تھا کہ گویا احمدیت ایک چھوٹی اور کمزور سی کشتی ہے جو چاروں طرف سے ہیبت ناک طوفان میں گھر چکی ہے اور اس کے بچنے کی اب کوئی امید نہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے حضرت امام جماعت الثانی کے دل میں یہ سکیم

ڈالی جو بعد میں تحریک جدید کے مبارک نام سے موسوم ہوئی اور یہ ایک ایسا نظام تھا جو جماعت کی حفاظت، استحکام، اس کی توسیع کے لئے نہایت ہی بابرکت ثابت ہوا اور وہ جماعت جس کے متعلق دشمن یہ خیال کر رہا تھا کہ اب گئی کہ اب گئی وہ پہلے سے زیادہ مضبوط بنیادوں پر قائم ہو گئی اور نہ صرف اندرون ملک بلکہ بیرون ممالک بھی اس کے مشن قائم ہو گئے اور ہزاروں بلکہ لاکھوں سعید روحوں نے دین حق کو پہچانا اور احمدیت کا جھنڈا ساری دنیا میں لہرانے لگا۔

یہ ایک ایسی تحریک ہے جس پر جماعت کو ہی نہیں حضرت امام جماعت الثانی کو بھی ناز ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"تحریک جدید کے پیش کرنے کے موقع کا انتخاب ایسا اعلیٰ انتخاب تھا جس سے بڑھ کر اور کوئی اعلیٰ انتخاب نہیں ہو سکتا اور خدا تعالیٰ نے مجھے اپنی زندگی میں جو خاص کامیابیاں اپنے فضل سے عطا فرمائی ہیں ان میں ایک اہم کامیابی تحریک جدید کو عین وقت پر پیش کر کے مجھے حاصل ہوئی اور یقیناً میں سمجھتا ہوں جس وقت میں نے یہ تحریک کی وہ میری زندگی کے خاص مواقع میں سے ایک موقع تھا اور میری زندگی کی ان بہترین گھڑیوں میں سے ایک گھڑی تھی۔ جبکہ مجھے اس عظیم الشان کام کی بنیاد رکھنے کی توفیق ملی۔

(روزنامہ الفضل 8 فروری 1936ء ص 10)

چنانچہ اس وقت جب کہ جماعت کی مالی حالت کمزور تھی حضرت صاحب نے ان سے دوسرے مطالبات کے علاوہ جن کا ذکر آگے آئے گا مالی قربانیوں کے لئے 27000 روپیہ کا مطالبہ فرمایا لیکن اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والی اس جماعت نے وقت کی ضروریات کو سمجھتے ہوئے قریباً ایک لاکھ روپیہ آپ کے قدموں میں ڈال دیا جو بعد میں ہمارے آباؤ اجداد کے اخلاص اور محبت سے دی ہوئی قربانیوں سے بڑھتا ہی گیا اور اب کروڑوں میں داخل ہو چکا ہے۔ شروع میں یہ تحریک عارضی اور وقتی اور محدود قسم کی سمجھی گئی مگر وقت کے ساتھ ساتھ اس کی شکل واضح ہوتی چلی گئی۔ شروع میں اس میں کم از کم پانچ روپے سالانہ ادا کرنے کے لئے کہا گیا پھر اس کو دس روپے تک بڑھا دیا گیا اور اندرون پاکستان 24 روپے سالانہ ہے مگر معیاری قربانی کے لئے سال میں ایک ماہ کی آمد کا 1/5 حصہ قرار پایا ہے جس پر اکثر مجاہدین عمل پیرا ہیں اور دل کھول کر اپنے اموال خدا کے حضور پیش کرنے کی سعادت پا رہے ہیں۔

تحریک جدید ایک بہت وسیع اور عظیم الشان تحریک ہے جو آگے سینکڑوں تحریکوں کا مجموعہ ہے جن کو مطالبات تحریک جدید کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ان کے 27 نمایاں عناوین یہ ہیں۔

(1) سادہ زندگی بسر کریں (2) امانت فنڈ تحریک جدید میں روپیہ جمع کروائیں (3) دشمن کے گندے لٹریچر کو جواب تیار کریں (4) دعوت الی اللہ ممالک بیرون میں حصہ لیں (5) سکیم خاص دعوت الی اللہ میں مالی لحاظ سے حصہ لیں (6) دعوت الی اللہ کے لئے سروے میں حصہ لیں۔ (7) وقف رخصت موسمی میں حصہ لیں (8)

نوجوان خدمت دین کے لئے زندگیاں وقف کریں (9) رخصت کے ایام خدمت دین کے لئے وقف کریں (10) صاحب پوزیشن مختلف جلسوں میں لیکچر دیں (11) کم از کم پچیس لاکھ کا ایک مستقل ریزرو فنڈ قائم کریں (12) پنشنرز احباب اپنے آپ کو خدمت دین کے لئے پیش کریں (13) طلباء کو تعلیم و تربیت کے لئے مرکز سلسلہ میں بھیجیں (14) صاحب حیثیت لوگ اپنے بچوں کے مستقبل کے بارے میں مشورہ طلب کریں (15) بیکار دنیا میں نکل جائیں۔ خود کمائیں اور کھائیں اور (دعوت الی اللہ) بھی کرتے رہیں (16) اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالیں۔ (17) جو لوگ بیکار ہیں وہ چھوٹے سے چھوٹا جو کام بھی مل سکے کریں۔ (18) مرکز سلسلہ میں مکان بنوائیں یہ دنیا نہیں بلکہ دین ہے (19) مقاصد تحریک جدید کی کامیابی کے لئے خاص طور پر دعائیں کریں (20) تمدن (کلام الٰہی) کا قیام کریں (21) قومی دیانت کا قیام کریں (22) عورتوں کے حقوق کی حفاظت کریں (23) راستوں کی صفائی کا خیال رکھیں (24) احمدیہ دار القضاء کا قیام کریں اور اس کے فیصلوں کی پابندی کریں۔ (25) اپنی اولاد کو دین کے لئے وقف کریں (26) وقف جائیداد و آمد میں حصہ لیں۔ (27) "حلف الفضول" کی قسم کا معاہدہ کریں کہ ہم امانت، عدل و انصاف کو قائم رکھیں گے۔

پس تحریک جدید محض چندہ کا نظام نہیں ایک عالمگیر انقلابی تحریک ہے جو دنیا میں عظیم الشان تغیر پیدا کر رہی ہے۔ تحریک جدید کے اثمار میں 150 سے زائد ممالک میں احمدیت کا نفوذ اور گزشتہ سال 16 لاکھ بیعتیں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ درحقیقت اس تحریک کے ذریعہ احمدیت ملک ملک، علاقہ علاقہ اور گھر گھر میں داخل ہو رہی ہے اور روزانہ نئے نئے دل خدا کے لئے فتح کر رہی ہے جن کی کسی قدر تفصیل حضرت امام جماعت الرابع نے اس سال جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقع پر بیان فرمائی۔

امر واقعہ یہ ہے کہ تحریک جدید اپنی ذات میں ایک عظیم الشان شجرہ طیبہ ہونے کے ساتھ ساتھ نئی نئی تحریکات کے لئے بیج کا کام بھی دے رہی ہے جس سے پھوٹنے والی شاخیں پھر تحریک جدید کا حصہ بن جاتی ہیں۔ اس درخت کی طرح جس کی بلند شاخیں زمین کی طرف جھکتی ہیں اور ان سے نئے شگوفے پھوٹتے ہیں اور لحہ بہ لحہ درخت کی بلندی، آن بان اور نافع الناس ہونے میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

تحریک جدید کا آغاز 1934ء میں ہوا۔ پہلے دس سال تک جو اس کے چندہ دہندگان میں شامل ہوئے وہ دفتر اول میں شمار کئے گئے۔ 1944ء میں دفتر دوم جاری ہوا اور نئے چندہ دینے والے اس دفتر میں شامل ہوتے رہے۔ اپریل 1966ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ الثالث نے دفتر سوم کا اجراء فرمایا اور ساتھ ہی فرمایا کہ اس کا اجراء یکم نومبر 1965ء سے شمار کیا جائے تاکہ یہ دفتر بھی حضرت امام جماعت الثانی کے عہد کی طرف منسوب ہو۔ 25۔ اکتوبر 1985ء کو حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ الرابع نے دفتر چہارم کا اعلان فرمایا۔

تحریک جدید کے دفتر اول کے جن چندہ دہندگان کو اللہ کی تقدیر بلاتی رہی ان میں سے اکثر کے کھاتے بند ہوتے گئے۔ موجودہ امام جماعت احمدیہ نے تحریک فرمائی کہ اس دفتر کو قیامت تک زندہ رکھا جائے آپ نے 5 نومبر 1982ء کو فرمایا۔

"میری خواہش ہے کہ یہ دفتر قیامت تک جاری رہے اور جو لوگ ایک دفعہ (دین حق) کی ایک مثالی خدمت کر چکے ہیں ان کا نام قیامت تک نہ مٹنے پائے اور ان کی اولادیں ہمیشہ ان کی طرف سے چندے دیتی رہیں اور ایک بھی دن ایسا نہ آئے جب ہم یہ کہیں کہ اس دفتر کا ایک آدمی فوت ہو چکا ہے خدا کے نزدیک بھی وہ زندہ رہیں اور قربانیوں کے لحاظ سے اس دنیا میں بھی ان کی زندگی کی علامتیں ہمیں نظر آتی رہیں"

"اس دفتر کو بھی میں نصیحت کرتا ہوں کہ جو دوست فوت ہو چکے ہیں دفتر دوم کی آئندہ نسلیں ان کے نام کو زندہ رکھنے کی خاطر یہ عہد کریں کہ کوئی فوت شدہ دوست اس لسٹ سے غائب نہ ہونے دیا جائے گا اور ان کی قربانیاں جاری رہیں گی تاکہ ہمیشہ ہمیش کے لئے اللہ کے نزدیک وہ فعال شکل میں زندہ نظر آئیں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 2 دسمبر 1982ء)

دفتر اول اور دوم کے بعد شامل ہونے والے مجاہدین کو نصیحت کرتے ہوئے حضرت امام جماعت الثانی فرماتے ہیں۔

"دفتر سوم والوں کا فرض ہے کہ وہ ایسا اچھا نمونہ دکھائیں جو دفتر چہارم والوں کے لئے قابل رشک ہو اور دفتر چہارم والوں کا فرض ہے کہ وہ ایسا اچھا نمونہ دکھائیں جو دفتر پنجم والوں کے لئے قابل رشک ہو اور یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے۔ یہاں تک کہ قیامت تک یہ سلسلہ چلتا چلا جائے"

(روزنامہ الفضل لاہور 2 دسمبر 1947ء ص 5)

وقف جدید کی تحریک

27 دسمبر 1958ء کو جلسہ سالانہ کے موقع پر اپنی تقریر میں حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی نے اصلاح و ارشاد کی ایک نئی تحریک کا اعلان فرمایا جس کا ماحصل یہ تھا کہ جماعت میں ایسے لوگ تیار

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کئے جائیں جو دیہاتی علاقوں میں بیٹھ جائیں اور ایک نظام کے تحت اصلاح وارشاد کا فریضہ ادا کریں۔ اس سکیم کو وسعت حاصل ہوتی جائیگی تا آنکہ تمام ملک میں اصلاح وارشاد کا ایک جال بچھ جائے گا۔ یہ حضرت صاحب کے زمانہ امامت کی آخری مالی تحریک تھی۔ اس تحریک کے ماتحت

جہاں آپ نے جماعت کے نوجوانوں کو زندگیاں وقف کرنے کی تحریک کی وہاں اس سکیم کے مالی بوجھ کو برداشت کرنے کے لئے چندہ اور وقف زمین کا مطالبہ بھی کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جماعت کا ہر فرد کم سے کم مبلغ چھ روپیہ سالانہ کی رقم اس مبارک تحریک میں دے کر اس میں شامل ہو سکتا ہے۔ اور زمیندار احباب اپنے اپنے علاقہ میں کم سے کم دس ایکڑ زمین اس غرض کے لئے وقف کریں۔

پہلے سال اس تحریک میں 80 ہزار روپے کی آمد ہوئی مگر اب اس کا بجٹ لاکھوں میں داخل ہو چکا ہے اور بیسیوں واقفین زندگی اس کے تحت دیوانہ وار خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔

اس تحریک نے تربیت اور دعوت الی اللہ میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ خصوصاً سندھ کے ہندوؤں میں وقف جدید نے بہت اثر دکھایا ہے۔ اس کے تحت مرکز میں فری ہومیو ڈسپنسری قائم ہے نیز نگرپارکر میں اعلیٰ درجہ کا ہسپتال زیر تعمیر ہے۔

پہلے یہ تحریک صرف ہندوپاک تک محدود تھی۔ جماعت کے چوتھے امام نے 27 دسمبر 1985ء کو وقف جدید کو ساری دنیا تک وسیع کرنے کا اعلان فرمایا اور اب یہ تحریک بھی عالمی وسعت اختیار کر چکی ہے۔

تراجم کلام الٰہی تراجم کلام الٰہی کی پہلی تحریک حضرت امام جماعت احمدیہ الاول کے زمانہ مبارک میں اٹھی۔ امامت ثانیہ میں کئی زبانوں میں کلام الٰہی کے تراجم شائع ہوئے۔ مگر تراجم کلام الٰہی کی عظیم الشان تحریک حضرت امام جماعت الثانی نے 20 مارچ 1944ء کو فرمائی جس میں آپ نے دنیا کی سات مشہور زبانوں میں تراجم اور ان کی اشاعت کی تحریک فرمائی۔

یہ سلسلہ بڑھتا اور ترقی پذیر ہوتا رہا چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کو کلام الٰہی کی بے نظیر تاریخی خدمت کی سعادت نصیب ہوئی اور اب 50 سے زائد زبانوں میں کلام الٰہی کے تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ اور کئی زبانوں کے تراجم مختلف مراحل میں ہیں۔

وقف زندگی کی تحریک حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے ستمبر 1907ء میں وقف زندگی کی پرزور تحریک فرمائی تھی۔ اور اس بارہ میں ایک جامع تدریجی سکیم کا اعلان بھی فرمایا تھا۔
(تاریخ احمدیت جلد3 ص504 از مولانا دوست محمد شاہد ادارۃ المصنفین ربوہ دسمبر1962ء)

جس پر 13 خوش نصیبوں نے اپنے نام پیش کئے اور ان کی درخواستیں قبول کر لی گئیں۔ مگر حضرت صاحب کی زندگی میں ان واقفین سے کسی معین خدمت لینے کی نوبت نہ آسکی۔

حضرت بانی سلسلہ کی اس سکیم نے امامت ثانیہ میں عملی جامہ پہنا۔

جب حضرت امام جماعت الثانی نے 7 دسمبر 1917ء کو اس تحریک وقف زندگی کا احیاء کیا۔ اس تحریک پر لبیک کہتے ہوئے 63 نوجوانوں نے اپنے نام پیش کئے۔ جن میں

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد، شیخ یونس علی صاحب صوفی عبدالقدیر نیاز صاحب صوفی محمد ابراہیم صاحب حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس اور مولوی رحمت علی صاحب شامل تھے۔
(تاریخ احمدیت جلد3 ص228 از مولانا دوست محمد شاہد ادارۃ المصنفین ربوہ دسمبر1962ء)

یہ تحریک اسی کے بعد اور بھی متعدد مرتبہ آئمہ کی طرف سے دہرائی جاتی رہی ہے اور آج یہ سلسلہ جماعت احمدیہ کی امتیازی علامت بن چکا ہے۔ سینکڑوں واقفین تن من دھن قربان کرتے ہوئے خدمات سلسلہ میں مصروف ہیں۔

جماعت میں ماہرین علوم پیدا کرنے کی تحریک جماعت احمدیہ میں ماہرین علوم تیار کرنے کی ابتدائی تحریک حضرت بانی سلسلہ نے حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی اور حضرت مولانا برہان الدین صاحب جہلمی کی وفات پر فرمائی تھی۔

حضرت امام جماعت الاول نے اپنے زمانہ میں 1911ء میں شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم اور شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور کو سنسکرت پڑھانے کے لئے انتظام کیا اور اس کے اخراجات خود برداشت فرمائے۔
(ہفت روزہ الحکم قادیان 28-مارچ 1911ء ص3)

1913ء میں عربی کی اعلیٰ تعلیم کے لئے حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کو مصر بھیجا گیا۔
(ہفت روزہ الفضل قادیان 30 جولائی 1913ء ص1)

1919ء میں حضرت امام جماعت الثانی نے 5 نوجوانوں کو خاص مذاہب کی ریسرچ کے لئے ارشاد فرمایا۔
(تاریخ احمدیت جلد5 ص251)

حضرت امام جماعت الثانی نے حضرت میر محمد اسحاق صاحب کی وفات پر، جماعت کو ماہرین علوم پیدا کرنے کی پرزور تحریک کی جو پہلے بزرگوں کے قائم مقام ہوں۔

آپ نے فرمایا۔

"تم میں سینکڑوں فقیہ ہونے چاہئیں۔ تم میں سینکڑوں محدث ہونے چاہئیں۔ (۔) تم میں سینکڑوں علم کلام کے ماہر ہونے چاہئیں۔ تم میں سینکڑوں علم اخلاق کے ماہر ہونے چاہئیں۔
(رپورٹ مجلس مشاورت 1944ء ص174 مرتبہ مظفرالدین چوہدری ضیاء الاسلام پریس قادیان)

یکم فروری 1945ء کو حضرت صاحب نے نو واقفین کو مختلف مضامین کی اعلیٰ تعلیم دلانے کے لئے منتخب فرمایا اور ان کو ہندوستان کے اعلیٰ مدارس میں بھجوایا گیا تاکہ وہ اپنے دائرہ علم کو وسیع کریں۔ جن میں حضرت ملک سیف الرحمان صاحب اور مولانا غلام باری صاحب سیف ملک مبارک احمد صاحب اور مولانا محمد احمد صاحب جلیل شامل تھے۔ اور ایک لمبا عرصہ سلسلہ کی علمی خدمات کی توفیق پائی۔

حضرت ملک سیف الرحمان صاحب نے امامت ثالثہ میں حضرت صاحب کی اجازت سے تخصص کے شعبے کا باقاعدہ آغاز کیا اور متعدد علوم کے ماہرین تیار کرنے کی بنا ڈالی جو اب مختلف مراحل میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

ان کے علاوہ لندن میں حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع کی زیر نگرانی تعلیم یافتہ لڑکوں اور لڑکیوں کے کئی گروپ مختلف مسائل پر ریسرچ کر رہے ہیں اور اپنے ماحصل سے براہ راست حضرت صاحب کو مطلع کرتے ہیں۔ دین حق اور کلام الٰہی کی حمایت کے لئے کی جانے والی اس تحقیق میں حضرت صاحب نے تمام دنیا کے صاحب علم احمدیوں کو تحریک فرمائی ہے خصوصاً ماہرین آثار قدیمہ کو تو متعدد دفعہ مخاطب فرمایا ہے۔

تعلیم کلام الٰہی کی تحریک حضرت امام جماعت الاول کو کلام الٰہی اور اس کی تعلیم عام کرنے کا عشق تھا اور آپ نے ہی جماعت میں درس کلام الٰہی کا باقاعدہ آغاز کیا۔

حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کو یہ غیر معمولی شوق تھا کہ نوجوان کلام الٰہی سیکھیں اور سمجھیں اس لئے آپ نے امامت اولیٰ کے زمانہ میں سکولوں اور کالجوں کی تعطیلات کے دوران قادیان آنے والے طلبہ کے لئے ایک تربیتی کلاس کا اجراء فرمایا۔

اپنی امامت کے زمانہ میں حضرت صاحب نے ایسی متعدد کلاسیں اور پروگرام جاری کئے۔ حضرت صاحب کے ارشاد پر 1945ء میں مجلس خدام الاحمدیہ اور نظارت تعلیم و تربیت کے اشتراک سے پہلی تعلیم کلام الٰہی کلاس شروع کی گئی جو ایک ماہ جاری رہی۔ اور 86 نمائندگان نے شرکت کی۔
(روزنامہ الفضل قادیان 8 ستمبر 1945ء ص6)

بعد میں اس کلاس کا انتظام نظارت تعلیم کلام الٰہی کے سپرد کر دیا گیا۔

امامت ثالثہ میں تعلیم کلام الٰہی پر غیر معمولی زور دیا گیا چنانچہ کلام الٰہی ناظرہ اور باترجمہ سکھانے کے لئے خصوصی انتظامات کئے گئے اور باقاعدہ نظارت تعلیم کلام الٰہی قائم کی گئی جو ان کارروائیوں کی نگرانی کرتی ہے۔

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب نے خاص طور پر یہ تحریک فرمائی کہ کلام الٰہی کو صحت کے ساتھ پڑھا جائے۔ اس مقصد کے لئے باقاعدہ ایسے اساتذہ تیار کئے جائیں جو پہلے ٹریننگ لے کر پھر کلاسیں جاری کریں۔ چنانچہ اس بارہ میں مرکز سلسلہ میں لجنہ اماء اللہ ربوہ اور صدارت عمومی کے تحت بہت ہی نمایاں اور قابل تعریف کام ہوا ہے اور سینکڑوں نوجوان لڑکے اور لڑکیاں صحت کے ساتھ کلام الٰہی پڑھنا سیکھ کر دوسروں کو سکھا رہے ہیں۔

(ب) کلام الٰہی تعلیم کلام الٰہی ہی کی ایک ذیلی سکیم حفظ کلام الٰہی ہے مئی 1922ء میں حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی نے جماعت کو حفظ کلام الٰہی کی تحریک فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ایک جماعت کے تیس آدمی کلام الٰہی کا ایک ایک پارہ حفظ کریں تاکہ (۔) پورا کلام الٰہی سنایا جا سکے۔
(روزنامہ الفضل قادیان 4 مئی 1922ء ص1)

حضرت صاحب نے 1946ء میں پھر اس بات کا اظہار فرمایا کہ حفاظ کی تعداد کم ہے حضرت صاحب نے صدر انجمن احمدیہ کو ہدایت فرمائی کہ کچھ حفاظ باقاعدہ مقرر فرمائیں جو کلام الٰہی حفظ بھی کروائیں۔ نیز ناظرہ اور باترجمہ بھی سکھائیں۔
(روزنامہ الفضل ربوہ 28۔ اگست 1960ء ص4)

چنانچہ جامعہ احمدیہ کے ساتھ باقاعدہ حافظ کلاس شروع کی گئی جو اب مدرسۃ الحفظ کی حیثیت سے الگ عمارت میں کام کر رہی ہے اور بیسیوں بچے اس سے کلام الٰہی حفظ کر رہے ہیں۔

بچیوں کے حفظ کے لئے عائشہ دینیات کلاس کے تحت انتظام ہے۔

امامت ثالثہ کی تحریکات

فضل عمر فاؤنڈیشن حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی نے نصف صدی سے زائد عرصہ تک جماعت کی شاندار اور بے مثال قیادت فرمائی۔ حضرت صاحب کی یاد میں صدقہ جاریہ کے طور پر فضل عمر فاؤنڈیشن کی تحریک کا اعلان حضرت امام جماعت احمدیہ الثالث نے جلسہ سالانہ 1965ء پر فرمایا اور جماعت سے 25 لاکھ روپے کا مطالبہ کیا مگر جماعت نے خدا تعالیٰ کے فضل سے 33 لاکھ روپے ادا کر دیئے۔

اس تحریک کا خوبصورت دفتر صدر انجمن احمدیہ کی عمارت کے عقب میں واقع ہے جس کا افتتاح 15 جنوری 1967ء کو ہوا اس تحریک کے تحت سب سے اہم کام حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی کی سیرت اور خطبات وتقاریر کو محفوظ رکھنا ہے۔ چنانچہ اب تک خطبات محمود کے عنوان سے 8 جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ اس کے علاوہ سوانح کی تین جلدیں نیز رؤیا کشوف (۔) محمود بھی شائع ہو چکی ہیں۔ اس تحریک کے تحت تحقیقی مقالات پر انعامات دینے کا سلسلہ جاری ہے اور متعدد مقالے شائع بھی کئے جا چکے ہیں۔ اسی تحریک نے خلافت لائبریری تعمیر کی ہے جس کا افتتاح 3۔ اکتوبر 1971ء کو حضرت صاحب نے ہی فرمایا نیز سرائے فضل عمر (گیسٹ ہاؤس تحریک جدید) قائم کیا گیا ہے۔

نصرت جہاں سکیم حضرت امام جماعت الثالث 1970ء میں افریقہ کے دورہ پر تشریف لے گئے۔ وہاں گیمبیا میں قیام کے دوران بڑی شدت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں ڈالا کہ کم از کم ایک لاکھ پاؤنڈ ان ملکوں میں تعلیمی اور طبی امور پر خرچ کیا جائے۔ چنانچہ حضرت صاحب نے 24 مئی 1970ء کو لندن میں نصرت جہاں سکیم اور نصرت جہاں ریزروفنڈ کے اجراء

شاد شاپنگ سنٹر کی ایک اور پیشکش

حفظانِ صحت کے عین مطابق صاف ستھری بیکری پیش کرتے ہیں۔ بسکٹ۔ فروٹ کیک۔ پیسٹری پیزہ۔ پیٹیز۔ باقر خانی۔ پف۔ نیز دیگر یادگار مواقع پر کیک آرڈر پر تیار کئے جاتے ہیں۔

شاد
شاپنگ سنٹر اینڈ بیکرز
اقصیٰ روڈ۔ ربوہ
فون: 212254

احباب جماعت کو نیا سال مبارک ہو
• زنانہ • مردانہ کپڑے کی معیاری خریداری کیلئے

شائلے کلاتھ ہاؤس
اقصیٰ روڈ ربوہ
پروپرائیٹر: شائلے انور حمید

ضیاء آرنیکا ھیئر آئل
سر کے بالوں کی خشکی، سکری، سفیدی اور بال گرتے ہوں تو بفضل خدا بہترین ٹانک ہے۔ میڈیکل اور جنرل سٹورز سے بھی حاصل کریں۔
تیار کردہ: الضیاء فارمیسی آف ہومیو کلینک رحمت بازار ربوہ

ہومیو پیتھک ڈاکٹر
عزیز احمد خان
D.H.M.S. R.H.M.P.
بہتر تشخیص سستا علاج
عزیز ہومیو پیتھک کلینک اینڈ سٹور گولبازار۔ ربوہ
فون: 212399 گھر: 211399

جدید ڈیزائنوں کے اعلیٰ زیورات بہترین ٹانکے کے ساتھ عمدہ نرخوں پر بنوانے یا خریدنے کیلئے تشریف لاویں۔
• زیورات کی واپسی پر کاٹ نہیں لی جائے گی

محمود جیولرز بلال مارکیٹ
اقصیٰ روڈ۔ ربوہ
پروپرائیٹر: چوہدری محمود احمد راجپوت
فون دوکان: 212381 گھر: 212131

ربوہ میں شوز کی سب سے پہلی دوکان

• خدا تعالیٰ کے فضل اور آپ کے تعاون سے 1950ء سے رواں دواں۔
• سٹاکسٹ باٹا سروس
• لیڈیز۔ جینٹس اینڈ چلڈرن شوز کی جدید اور معیاری ورائٹی کیلئے تشریف لائیں

نیو رشید بوٹ ہاؤس
پروپرائیٹر: مبشر احمد ولد رشید احمد گولبازار ربوہ

تازہ مچھلی اور مرغ

ادریس فش شاپ
پروپرائیٹر: شاہد احمد رحمت بازار ربوہ

ائیر کنڈیشنڈ گاڑی نیز کاریں کرایہ پر دستیاب ہیں
محلہ دارالفضل مکان بالمقابل چونگی نمبر 3 ربوہ

فضلِ ربی ہومیو شفاخانہ
جرمنی فرانس کی ادویات سے ہر قسم کی جلدی امراض نیز زنانہ و مردانہ پوشیدہ پرانی امراض کا علاج کیا جاتا ہے۔
ڈاکٹر انیس احمد بریلوی
کلینک فون: 923
رہائش: 211198
1/8 دارالبرکات ساہیوال روڈ ربوہ

• سامان وائرنگ • ٹیوب لائٹ • ڈیلر: پاک فین

رشید الیکٹرک سٹور
فون دوکان: 211361
ریلوے روڈ ربوہ

ہر بیماری میں اپریشن ضروری نہیں کیونکہ ہومیو پیتھک طریقہ علاج اپنی زود اثر ادویات کے ذریعے بغیر آپریشن مریض کو مکمل شفا دیتا ہے۔

ڈاکٹر محمد ادریس اسمٰعیل
RHMP - DHMS
رحمت بازار۔ ربوہ

دانتوں کا معائنہ مفت

احمد ڈینٹل کلینک
3/2 تا 7/2 بجے شام ڈینٹسٹ رانا مدثر احمد
طارق مارکیٹ اقصیٰ چوک ربوہ

نظر اور دھوپ کے چشمے خریدنے کیلئے تشریف لائیں

شکور بھائی چشمے والے
طارق بھائی و خالد بھائی
گولبازار ربوہ

جدید یونانی طریقہ علاج کا مرکز
ہر قسم کی پیچیدہ امراض کے علاج کیلئے تشریف لائیں

الیاس دواخانہ
مستورات کیلئے معائنہ کا معقول انتظام ہے
نیز ہر قسم کی دیسی ادویات بھی دستیاب ہیں۔
اقصیٰ چوک کالج روڈ ربوہ
حکیم الیاس احمد رجسٹرڈ طبی کونسل پاکستان

گلشن بیکرز رحمت بازار ربوہ

اچھی صحت کا راز اچھی غذا
ہمارا تعاون آپ کے خاندان کی صحت کا ضامن

گلشن بیکری
الناصر مارکیٹ نزد ایوان محمود جنوبی گیٹ ربوہ
تقریبات کیلئے مال آرڈر پر بھی سپلائی کیا جاتا ہے

کا اعلان فرمایا۔
جماعت نے ایک لاکھ پونڈ کی تحریک کے مقابل پر دو لاکھ پاؤنڈ جمع کر دیئے اور کثرت کے ساتھ ڈاکٹرز اور ٹیچرز نے وقف کیا جس کے نتیجہ میں سارے افریقہ میں سکول کالج اور ہسپتال کھولے گئے ہیں۔
جماعت احمدیہ کے موجودہ امام نے دورہ افریقہ کے دوران 22 جنوری 1988ء کو گیمبیا میں خطبہ کے دوران نصرت جہاں سکیم کو وسعت دینے کا اعلان فرمایا۔ اور فرمایا کہ اب تعلیمی اور طبی میدان میں خدمات کے علاوہ جماعت احمدیہ زندگی کے تمام میدانوں میں خدمات سرانجام دے گی۔ چنانچہ آپ نے ہر پیشہ اور علمی اور فنی مہارت کے ماہرین کو اس میں شمولیت کی دعوت دی۔ اس تحریک کو نصرت جہاں تحریک نو کا نام دیا گیا ہے۔
(ضمیمہ ماہنامہ مصباح ربوہ مارچ 1988ء)
اس تحریک کے تحت کئی ملکوں میں صنعتیں لگانے کے پروگرام جاری کئے گئے ہیں۔
مجلس نصرت جہاں کے تحت افریقہ کے 12 ممالک میں 35 سکول اور 34 ہسپتال قائم ہو چکے ہیں۔ جن میں 23 اساتذہ اور 28 ڈاکٹرز پاکستان سے وقف کر کے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

تحریک وقف عارضی

جماعت میں تربیت اور اصلاح کے وسعت پذیر تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے حضرت امام الثالث نے 18 مارچ 1966ء کو تحریک وقف عارضی کا اعلان کیا۔ اس تحریک کے تحت احمدی مرد و زن سال میں 2 سے لے کر 6 ہفتہ تک وقف کرتے ہیں۔ اور اپنے خرچ پر دو دو افراد پر مشتمل وفود کی شکل میں مرکز کی ہدایات کے مطابق مقررہ جماعتوں میں تربیت اور اصلاح کا کام سرانجام دیتے ہیں۔ واقفین عارضی کا نمایاں کام تعلیم کلام الٰہی کو عام کرنا ہے۔
حضرت امام جماعت الثالث نے اس بارہ میں جماعت کے تمام طبقوں کو سالانہ 5 ہزار واقفین عارضی کی تحریک فرمائی تھی خاص طور پر سکول اور کالج کے طلبہ کو موسم گرما کی تعطیلات میں وقف کرنے کا ارشاد فرمایا۔
یہ سلسلہ نظارت تعلیم کلام الٰہی و وقف عارضی کے تحت خوش اسلوبی سے جاری ہے لیکن ابھی تک سالانہ 5 ہزار کا ٹارگٹ پورا نہیں ہوا۔
جماعت احمدیہ کے چوتھے امام نے اسی تحریک کو وسعت دیتے ہوئے بیرون ممالک خصوصاً سپین میں وقف عارضی کی تحریک کی۔ اور احباب کو تلقین فرمائی کہ سال کی چھٹیاں سپین کے مختلف علاقوں میں گزاریں اور احمدیت کا تعارف کروائیں۔
(روزنامہ الفضل ربوہ 19 مارچ 1983ء)
مارچ 87 میں جماعت کے چوتھے امام نے جنوبی امریکہ کے ممالک میں وقف عارضی کے لئے پوری دنیا کے احمدیوں کو تحریک فرمائی۔
(ضمیمہ ماہنامہ مصباح ربوہ اپریل 1987ء)

وقف بعد از ریٹائرمنٹ

جماعت میں وقف زندگی کی سکیم تو مدت سے جاری تھی مگر حضرت امام جماعت الثالث نے اس میں اضافہ کرتے ہوئے وقف بعد ریٹائرمنٹ کی سکیم جاری کی۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ جو دوست ملازمتوں اور کاروبار وغیرہ سے فارغ ہو چکے ہوں وہ اپنی بقیہ زندگی خدمت دین کے لئے وقف کریں۔
یہ تحریک حضرت صاحب نے 21 دسمبر 1965ء کو جلسہ سالانہ کے موقع پر کی۔ اس تحریک میں ایک سو سے زائد افراد حصہ لے کر مختلف میدانوں میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

بد رسوم کے خلاف جہاد کی تحریک

جماعت احمدیہ پوری دنیا میں غالب معاشروں کے اندر زندگی گزار رہی ہے اس لئے ماحول کے دباؤ سے متاثر ہونا ایک طبعی تقاضا ہے۔ اور کئی بد رسوم راہ پاتی رہی ہیں۔
حضرت صاحب نے 9 ستمبر 1966ء کو تمام بد رسوم کے خلاف جہاد کا اعلان کیا اور فرمایا کہ "میں ہر گھر کے دروازے پر کھڑا ہو کر اور ہر گھرانہ کو مخاطب کر کے بد رسوم کے خلاف جہاد کا اعلان کرتا ہوں۔ اور جو احمدی گھرانہ بھی آج کے بعد ان چیزوں سے پرہیز نہیں کرے گا اور ہماری اصلاحی کوششوں کے باوجود اصلاح کی طرف متوجہ نہیں ہو گا وہ یاد رکھے کہ خدا (۔) اور اس کی جماعت کو اس کی کچھ پرواہ نہیں ہے"
(روزنامہ الفضل ربوہ 2 جولائی 67 ص 5)
اس عظیم اصلاحی تحریک کے نتیجہ میں بہت سے دیگر لوگ بھی ان رسوم سے بچنے کے لئے آواز اٹھا رہے ہیں۔

امامت رابعہ کی تحریکات

دعوت الی اللہ

دعوت الی اللہ کی تحریک آغاز سے ہی جماعت میں جاری ہے مگر حضرت امام جماعت الرابع نے اس تحریک کو ایک نئی زندگی اور شان عطا کی ہے۔
آپ نے 28 جنوری 1983ء کو بیت اقصیٰ ربوہ میں خطبہ میں غیر معمولی اعلان کے ذریعہ تمام احمدیوں کو داعی الی اللہ بننے کی تلقین فرمائی اور خدا نے اس تحریک کو حیرت انگیز پھل لگائے۔
اور جہاں کل دنیا میں سالانہ چند ہزار بیعتیں ہوا کرتی تھیں وہ تعداد بڑھ کر لاکھوں میں تبدیل ہو گئی۔ 1993ء سے حضرت صاحب نے جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقع پر عالمی بیعت کا سلسلہ شروع فرمایا اس سال دو لاکھ 94ء میں چار لاکھ 95ء میں 8 لاکھ اور 96ء میں سولہ لاکھ افراد بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ یہ افراد 96 ممالک کی 182 قوموں سے تعلق رکھتے ہیں۔ عالمی بیعت کی یہ ایمان افروز اور نادر تقریب احمدیہ ٹیلی ویژن پر براہ راست نشر کی جاتی ہے۔

نومبایعین کی تربیت کی تحریک

عالمی بیعت کے نظام کے ساتھ ہی حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع نے نومبایعین کی تربیت کی طرف خصوصی توجہ فرمائی ہے۔ اور کل عالم کے احمدیوں کو تحریک فرمائی کہ وہ نئے آنے والوں کو جلد از جلد اپنے معاشرہ میں جذب کرنے کی کوشش کریں۔
اس ضمن میں حضرت صاحب نے انہیں مالی قربانی کے نظام میں بتدریج شامل کرنے کی بھی ہدایت فرمائی ہے۔
نیز حضرت صاحب نے فرمایا کہ ان کی تربیت کا بہترین طریق یہ ہے کہ انہیں داعی الی اللہ بنا دیا جائے۔ اس مقصد کے لئے ان کے منتخب نمائندوں کو مقررہ مراکز میں بلا کر تعلیم دی جائے اور وہ باقی افراد تک یہ پیغام پہنچائیں۔

تحریک وقف نو

حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع نے 3 اپریل 1987ء کے خطبہ میں احباب جماعت کو یہ تحریک فرمائی کہ جماعت احمدیہ کی اگلی صدی میں داخل ہونے سے پہلے اپنے آئندہ پیدا ہونے والے بچوں کو ابھی سے وقف کر دیں۔ اور یہ بچے ہم خدا کے حضور بطور تحفہ کے پیش کر رہے ہوں گے حضرت صاحب نے فرمایا کہ ہر ملک اور ہر طبقہ زندگی سے ایسے لاکھوں واقفین کی اگلی صدی کو شدید ضرورت ہے عین ممکن ہے کہ اس نیت کی برکت سے خدا تعالیٰ ایسے خاندانوں کو بھی اولاد دے دے جہاں ابھی تک اولاد نہیں ہو رہی۔ آپ نے فرمایا:۔
"ایک تحفہ جو مستقبل کا تحفہ تھا وہ باقی رہ گیا تھا مجھے خدا نے یہ توجہ دلائی کہ میں آپ کو بتا دوں کہ آئندہ دو سال کے اندر یہ تہیہ کر لیں کہ جس کو بھی جو اولاد نصیب ہو گی وہ خدا کے حضور پیش کر دے گا اور اگر آج کچھ مائیں حاملہ ہیں تو وہ بھی اس تحریک میں شامل ہو جائیں اور وہ بھی یہ عہد کر لیں لیکن یہ عہد ماں باپ کو مل کر کرنا ہو گا۔
یہ تحریک آغاز میں پانچ ہزار بچوں کے لئے کی گئی تھی۔ مگر اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے 15678 بچے (جولائی 96ء تک) اس تحریک میں شامل ہو چکے ہیں اور یہ تحریک جاری و ساری ہے اور بچوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے جس میں زیادہ تعداد لڑکوں کی ہے۔ اس تحریک کی برکت سے کئی بے اولاد گھرانوں کو اولاد عطا ہوئی ہے۔ اور واقفین نو بچوں میں بالعموم ذہانت اور دینی رجحان دوسرے بچوں کی نسبت زیادہ ہے۔
ان واقفین کی تربیت اور رہنمائی کے لئے تحریک جدید کے تحت وکالت وقف نو کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔

احمدیہ ٹیلی ویژن کیلئے پروگرام تیار کرنے کی تحریک

حضرت صاحب کے دور کا ایک تاریخ ساز کارنامہ عالمی احمدیہ ٹیلی ویژن کا قیام ہے جس کی نشریات کا باقاعدہ آغاز 7 جنوری 1994ء سے ہوا اور اب یہ 24 گھنٹے خدمت دین کے لئے وقف ہے۔
حضرت صاحب نے یہ تحریک فرمائی کہ تمام دنیا کی جماعتیں اپنے علاقوں میں تربیت اور اصلاح و ارشاد کی خاطر ایسے پروگرام اپنی اپنی زبانوں میں بنا کر بھجوائیں جو ان کے مخصوص ماحول میں موثر ثابت ہو سکیں۔
اس طرح یہ ٹیلی ویژن اپنی نشریات کے لحاظ سے ہی عالمگیر نہیں بلکہ پروگراموں کی تیاری کے لحاظ سے بھی عالمگیر ہے۔
اس تحریک پر لبیک کہتے ہوئے احمدیہ ٹیلی ویژن کے مرکز لندن کے علاوہ تمام دنیا میں ہزاروں رضاکار پروگرام بنانے میں مصروف عمل ہیں۔ اور بے شمار برکات سے جھولیاں بھر رہے ہیں۔

غیر زبانیں سیکھنے کی تحریک

تحریک دعوت الی اللہ کو ہمہ گیر اور وسیع تر بنانے کے لئے حضرت امام جماعت الرابع آغاز امامت سے ہی غیر زبانیں سیکھنے کی تحریک فرما رہے ہیں۔ اس بارہ میں حضرت صاحب نے یہ انقلابی نظریہ پیش فرمایا ہے کہ زبان سکھانے کا سب سے فطری اور دلکش ذریعہ وہ ہے جیسے ماں بچے کو زبان سکھاتی ہے۔
حضرت صاحب خود احمدیہ ٹی وی کے ذریعہ زبان سکھا کر کل عالم کے لئے نمونہ پیش کر رہے ہیں اور اب اس علم سے متعلق بڑے بڑے ادارے اس معاملہ میں خاصی دلچسپی لے رہے ہیں۔
حضرت صاحب نے واقفین نو کے بارہ میں خصوصیت سے فرمایا ہے کہ انہیں اپنی مادری زبان کے علاوہ اردو، انگریزی، عربی اور ایک مزید غیر ملکی زبان آنی چاہئے۔

تحریک بیوت الحمد

کلام الٰہی نے مذہب کا خلاصہ دو باتوں کو قرار دیا ہے ایک عبادت الٰہی اور دوسری بنی نوع انسان سے ہمدردی، اس تعلیم کے پیش نظر 1982ء میں پانچ سو سال کے دردناک تعطل کے بعد جماعت احمدیہ کو سپین میں اللہ کا پہلا گھر "البیت البشارت" کی تعمیر کی سعادت حاصل ہوئی تو اس کے شکرانے کے طور پر حضرت صاحب نے بیوت الحمد سکیم کا اجراء کیا تاکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ بنی نوع انسان سے محبت والے پہلو پر بھی عمل کی توفیق ملے۔
30 ستمبر 1983ء کو حضرت صاحب نے "البیت الہدیٰ" آسٹریلیا کا سنگ بنیاد رکھا تو اس تحریک کو پھر دہرایا اور فرمایا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے گھر اور عبادت گزار بڑھ رہے ہیں اس لئے بنی نوع انسان کی ہمدردی میں بھی اضافہ ہونا چاہئے۔ چنانچہ حضرت صاحب نے اس سکیم میں وسعت پیدا کر کے ایک کروڑ روپیہ جمع کرنے کی تحریک کی اور اپنے وعدہ (دس ہزار) میں مزید ایک لاکھ روپے کا اضافہ فرما دیا۔ یہ تحریک حضرت صاحب کے دور امامت کی سب سے پہلی مالی تحریک ہے۔ اس کے نتیجہ میں ربوہ میں بیوت الحمد کالونی قائم ہوئی ہے جس میں کوارٹرز غرباء اور مستحقین کے لئے تعمیر ہو چکے ہیں۔ اور بہت سے خاندانوں کو دیئے جا چکے ہیں۔
ان کے علاوہ مکانیت میں اضافہ کرنے یا مکان میں ضروری سہولیات فراہم کرنے کا سلسلہ بھی اس تحریک کے تحت جاری ہے جس سے بڑی تعداد میں گھرانے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

باقی صفحہ [illegible] پر

پروفیسر میاں محمد افضل

حصول علم کے ذرائع

جلسہ اعظم مذاہب (1896ء) میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا مضمون بڑے ہی مؤثر انداز میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے پڑھ کر سنایا۔ وہ اتنا مفصل ' اتنا عالمانہ اور ایسا جامع تھا کہ اس میں متنوع مضامین پر بڑے ہی دقیق خیالات کا اظہار موجود ہے۔ قاری حیران رہ جاتا ہے۔ آپ کی وسعت علم پر کہ جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا اس پر بڑے ہی ماہرانہ رنگ میں اور بڑے ہی تحقیقی انداز میں اظہار خیال کیا۔ اگر ہم ان موضوعات کو دیکھیں تو یہ متنوع بھی ہیں اور بے شمار بھی۔ مثلاً اخلاقیات۔ اس پر تو بہت لمبی بحث ہے۔ کون سے اخلاق اپنانے ہوں گے۔ کیوں۔ کس طرح۔ ان کا فلسفہ کیا ہے۔ اس بحث میں گہرائی بھی ہے اور گیرائی بھی۔ پھر نفسیات کی بات ملتی ہے فلسفہ۔ سائنس۔ طب اور علم زبان کی بات نظر آتی ہے۔ مثلاً علم زبان کا دائرہ الفاظ پر محیط ہے۔ آپ نے دو ہم شکل الفاظ خُلق اور خَلق کا فرق ' اور ان کی باہمی مشابہت کو بڑے واضح انداز میں پیش کیا ہے۔ پھر خنزیر اور سؤر کے معانی میں تطابق کا ذکر ملتا ہے۔ پھر بات علم طب کے دائرہ میں داخل ہو جاتی ہے۔ گوشت اور سبزی کھانے کے اثرات کا بیان نظر آتا ہے۔ سونٹھ اور کافور پر سیر حاصل بحث پڑھنے کو ملتی ہے ' غذا کے اثرات کا طبی نقطہ پیش ہوتا ہے۔ تعلیم اور تعلّم پر بڑا اعلیٰ مواد ملتا ہے ' الغرض ہر موضوع پر نہ صرف عالمانہ بحث کی گئی ہے بلکہ بہت سی نئی باتیں بھی سامنے آتی ہیں۔ متعلقہ شعبہ کا محقق بھی شاید اتنی گہرائی میں نہ جا سکے جس تک صاحب مضمون پہنچے ہیں۔ اس لئے یہ جامع مضمون بلا شبہ ایک تحقیقی مضمون ہے جو کئی موضوعات پر روشنی ڈالتا ہے۔ الغرض یہ وسیع مضمون علم کی مختلف شاخوں پر حاوی ہے۔ یہ ممکن کیسے ہوا؟ اس سے میں یقیناً حضرت بانی سلسلہ کا علم اور ان کی سوچ شامل تھی مگر سب سے بڑھ کر تائید ایزدی۔ کیونکہ آپ نے ایک ایک جملے پہ دعا کی جس کے نتیجے میں اطلاع پائی کہ مضمون سب پہ بالا رہے گا۔ اور اس کے پڑھنے والے میں "ایک نیا نور... چمک اٹھے گا" انہیں ایک روشنی ملے گی۔

آئیے اس روشنی کی تلاش میں نکلیں اور تعلیم و تعلّم کے میدان کی طرف رخ کریں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ علم کے افق پر زمانہ ماضی میں ستارے ٹمٹمائے مگر وہ کہیں اکا دکا ہی نظر آئے۔ ارسطو۔ افلاطون اور سقراط تو فلسفہ کے آسمان پر کوئی ڈھائی ہزار سال قبل جگمگائے مگر پھر کہیں خال خال ہی کوئی ستارہ نظر آیا۔ اٹھارویں صدی ' میں ہمیں کچھ روشنی نظر آتی ہے۔ گویا سورج طلوع ہو رہا ہے اور پھر انیسویں صدی۔ خاص کر اس کی آخری دو دہائیوں میں یکدم چکا چوند ہو گئی۔ علم کے میدان میں نئی سوچ ابھری نئے زاویئے دکھائی دیئے۔ یوں معلوم ہوا کہ یکدم نئی روشنیاں پھیلنے لگ گئیں۔ علم کے دائرے کو وسعت ملی۔ اور اس میں بہت سے نئے مضامین شامل ہو گئے مثلاً انیسویں صدی کی آخری دہائیوں میں ایک فرانسیسی ماہر تعلیم اگسٹ کامٹے اور اس کے ساتھیوں نے "تعلیمی عمرانیات" کی بنیاد رکھی۔ پھر "تعلیمی نفسیات" کا مضمون بھی اسی دور میں شامل ہوا ایڈلر اور فرائڈ نے نفسیات کو ایک نیا رنگ دیا۔ اور تحلیل نفسی کو علم کے دائرہ میں شامل کر کے اسے پریکٹیکل شکل دی گئی۔ پھر جان ڈیوی تعلیم کے افق پر نمودار ہوئے اور انہوں نے طریق تعلیم میں ایک انقلابی قدم اٹھایا۔

ایلفرڈ بنے (Benct) آگے آئے تو انہوں نے طریقہ امتحان میں انوکھا طریقہ پیش کیا۔ یہ اتنی تبدیلیاں۔ اتنے اضافے۔ اتنی وسعت کیوں۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟ یکدم ایک چکا چوند؟ روشنی ہی روشنی۔ آخر کوئی تو ہو گی اس کی وجہ۔ آیئے ایک اللہ والے سے پوچھیں۔ حضرت بانی سلسلہ فرماتے ہیں "آسمانی پانی کا یہ خاصہ ہے کہ خواہ کسی کنوئیں میں اس کا پانی پڑے یا نہ پڑے وہ اپنی طبعی خاصیت سے تمام کنوؤں کے پانی کو اوپر کو چڑھا دیتا ہے۔ ایسا ہی جب خدا کا ایک (فرستادہ) جو دنیا میں ظہور فرماتا ہے تو خواہ کوئی عقل مند اس کی پیروی کرے یا نہ کرے ' مگر اس (-) کے زمانہ میں خود عقلوں میں ایسی روشنی اور صفائی آ جاتی ہے کہ پہلے اس سے موجود نہ تھی" تو یہ تھی وجہ عقلوں میں روشنی اور صفائی کی۔ یہ تھا باعث اس چکا چوند کا جو علم کے افق پر یکدم انیسویں صدی کی آخری دو دہائیوں میں نمودار ہوئی۔ آیئے دیکھیں کہ وہ جن کے قدم رنجہ فرمانے سے یہ انقلاب ظہور پذیر ہوا وہ خود علم کے حصول کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ مگر اس سے قبل کیوں نہ ماضی میں کرید کا سفر کریں اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ علم کے حصول کے کون کون سے ذرائع تھے۔ آیئے دیکھیں دانشوروں اور ماہرین تعلیم نے کیا کہا۔

پہلا ذریعہ تو کتاب قرار دیا گیا۔ یعنی انسانی سوچ کو اکٹھا کرنے کا طریق ڈھونڈا گیا جو مختلف مراحل سے گزر کر آخر کتاب کی شکل اختیار کر گیا۔ مگر یہ مراحل کونسے تھے؟ انسان نے اپنی سوچ کو پائیدار شکل دینا چاہی جب وہ غاروں میں لکیریں ڈالنے اور تصویریں بنانے کے دور سے نکل کر حروف تہجی لکھنے کے قابل ہو گیا تو اس نے سرکنڈے یا چمڑے پر یا مٹی کی تختیوں پر ' جن کو آگ میں پکا لیا گیا ' اپنے خیالات تحریر کرنا شروع کئے۔ رگ وید کا یہ دعویٰ کہ وہ سب سے پرانی کتاب ہے غلط ٹھہرتا ہے اس دریافت سے جس کے مطابق بہت پرانی کتاب ' جو مٹی کی تختی پر تحریر ہے 6000 سال پہلے لکھی گئی اور آج بھی برٹش میوزیم میں موجود ہے۔ بہرحال علم کا ایک ماخذ انسانی سوچ ٹھہری جسے کسی شکل میں محفوظ کر لیا گیا۔ مگر یہ سوچ کیسی تھی؟ یونانیوں نے سورج کو غروب ہوتے اور چاند کو طلوع ہوتے دیکھا تو انہوں نے ایک کہانی گھڑ لی کہ چاند کی شہزادی ڈایانا اپنے سفر پر نکلی تو اسے ایک خوبصورت نوجوان اینڈیمین نظر آیا جس کی خوبصورتی نے اسے اپنی طرف مائل کیا اور وہ اس کے قریب آئی اور پھر یہ اس کا روز کا معمول ٹھہرا۔ لیجئے مائتھالوجی نے غروب آفتاب کا مسئلہ کر دیا۔ گویا علم کا ذریعہ محض تخیل قرار دیا گیا۔ اس کے بعد عقل اور عقلی دلائل کو بطور ایک ذریعہ علم پیش کیا گیا۔ افلاطون نے کہا علم انسان کے اندر سے جنم لیتا ہے۔ ارسطو نے کہا۔ نہیں۔ حواس خمسہ اور عقلی دلائل سے حاصل ہوتا ہے۔ انیسویں صدی کے دانشوروں اور ماہرین تعلیم نے سائنسی تحقیق۔ سوچ بچار اور منطقی استدلال پر زور دیا۔ مسلمان مفکرین یعنی امام غزالیؒ اور ابن خلدون نے عقل و فہم اور ادراک کے بعد الہام کو بھی ذریعہ قرار دیا۔ سو یہ سفر تخیل۔ حواس خمسہ پر انحصار۔ عقلی دلائل۔ سائنسی تحقیق اور اللہ تعالیٰ سے براہ راست اطلاع پانے پہ منتج ہوا ' لیکن جس خوبی سے ' جس منطقی انداز میں حضرت بانی سلسلہ نے ذرائع علم کو پیش کیا ہے اتنی جامعیت سے اور تدریجی انداز میں پہلے کسی دانشور ' یا ماہر تعلیم نے پیش نہیں کیا تھا۔ اور آپ نے کچھ بالکل نئی باتیں بھی پیش کیں۔ اب دیکھیں آپ کس طرح علم کے ذرائع کا بیان کرتے ہیں۔ آپ نے شروع میں یہ امر واضح کیا کہ یہ سب کچھ کلام الٰہی سے استدلال کیا گیا ہے۔ وہ پاک کتاب ان ذرائع علم کو بڑے منطقی انداز میں پیش کرتی ہے۔ مگر ان کو یکجا کر کے اس خوبصورتی سے استدلال کرنا کہ وہ بالکل ایک نئی شکل اختیار کر جائے یہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا ہی کمال تھا۔

علم کے تین درجے ہیں۔ یعنی علم الیقین ' عین الیقین اور حق الیقین۔ علم الیقین وہ علم ہے جو ہم کسی واسطہ کے ذریعہ حاصل کرتے ہیں۔ مثلاً ہم دور ایک دھواں اٹھتا ہوا دیکھتے ہیں اور یہ ہمیں علم دیتا ہے کہ وہاں آگ ہے۔ ایسا علم ہم حاصل کرتے ہیں کتاب سے ' کسی تحریر سے یا کسی اور واسطہ سے۔ کلام الٰہی میں ذکر آتا ہے کہ دوزخی کہیں گے کہ اگر وہ کامل عقلمندوں اور محققوں کی تحریریں اور تقریریں توجہ سے سنتے تو دوزخ میں نہ ڈالے جاتے۔ گویا کہ انہوں نے علم سے استفادہ نہ کیا ' وہ علم حاصل کرنے کی کوشش نہ کی جو کہ کتاب کے واسطہ سے یا دانشوروں کی تحریر و تقریر کے واسطہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔ ایسا بالواسطہ علم ' جو علم الیقین کہلاتا ہے ' سننے سے یا سماع کے تواتر سے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ ایک علمی بات سن کے ہم نے کچھ سیکھا اور اس سے استفادہ کیا۔ لیکن ہر سنی سنائی بات ضروری نہیں کہ درست ہو اس لئے اس کا پرکھنا بھی ضروری ہے۔ مثلاً اگر بیان متناقض ' یا ایک دوسرے کے خلاف ہوں ' تو ہم صحیح علم تک نہیں پہنچ پائیں گے "ہرگز جائز نہیں ہو گا کہ ایسے متناقض بیانات کو کسی علم کا ذریعہ ٹھہرایا جائے کیونکہ علم کی یہ تعریف ہے کہ ایک یقینی معرفت عطا کرے اور مجموعہ تناقضات میں یقینی معرفت کا پایا جانا ممکن نہیں۔" اس لئے بے شک تقریر و تحریر سے استفادہ کیجئے مگر ان خیالات کو دلائل کی کسوٹی پر پرکھنا ضروری ہے۔ کلام الٰہی کی یہ خوبی ہے کہ وہ ہر بات کے دلائل پیش کرتا ہے اور یہ اعلیٰ درجہ کے معقول دلائل ہی ہمیں علم الیقین تک پہنچاتے ہیں۔ تو علم کا پہلا ذریعہ اور پہلا درجہ تحریر و تقریر ہے جس کی بنیاد معقول عقلی دلائل پر ہو اور جو واضح اور بغیر کسی تناقض کے ہو۔ گویا علم الیقین وہ علم کا درجہ ہے کہ جو ہم کتاب کی معرفت یا سننے کے نتیجہ میں علم حاصل کرتے ہیں۔ لیکن ایسے علم کی بنیاد معقول دلائل پر ہونی چاہئے۔ یونانی مائتھالوجی کی طرح نہیں کہ محض قصے کہانیوں اور خیالی باتوں کو بنیاد بنایا جائے۔

حضرت بانی سلسلہ کے مطابق علم کا ایک اور ذریعہ ' جس کی نشاندہی پہلے کسی دانشور نے بطور ذریعہ علم نہیں کی ' انسانی کانشنس ہے ' ہر انسان فطرت صحیحہ پر پیدا کیا گیا ہے۔ یعنی نیکی اس کی فطرت میں رکھ دی گئی ہے۔ جب انسان کسی غلط کام کا ارادہ کرتا ہے تو کانشنس اسے آگاہی دیتی ہے کہ مجوزہ عمل فطرت صحیحہ کے خلاف ہے۔ گویا یہ آگاہی یا علم اسے کانشنس کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے ' ایک اور مثال سے یہ بات مزید واضح ہو جائے گی۔ ارشاد ہوتا ہے۔ "جب ہم خدا تعالیٰ کی ذات کی طرف توجہ کرتے ہیں کہ کیسی ہونی چاہئے۔ آیا خدا ایسا ہونا چاہئے کہ ہماری طرح پیدا ہو اور ہماری طرح دکھ اٹھائے اور ہماری طرح مرے تو معاً اس تصور سے ہمارا دل دکھتا ہے اور کانشنس کانپتا ہے اور اس قدر جوش دکھلاتا ہے کہ گویا اس خیال کو دھکے دیتا ہے اور بول اٹھتا ہے کہ وہ خدا جس کی طاقتوں پر تمام امیدوں کا مدار ہے وہ تمام نقصانوں سے پاک اور کامل اور قوی چاہئے۔" گویا ہماری کانشنس ہماری راہنمائی کرتی ہے۔ ہمیں آگاہی دیتی ہے ہمیں غلط اور صحیح میں فرق کرنے کا علم دیتی ہے اور اس کے نتیجے میں ہم صحیح سمت اختیار کرتے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہیں سو اس طرح ہمیں نہ صرف علم ملتا ہے بلکہ اس پر قائم ہونے کا جذبہ بھی ابھرتا ہے اور تبھی یہ علم علم الیقین کہلاتا ہے۔

علم کا دوسرا مرتبہ عین الیقین ہے۔ یہاں ہم بالواسطہ علم کے حصول سے بلاواسطہ حصول کی منزل پر پہنچ جاتے ہیں۔ یعنی ہم کسی واسطے پر انحصار نہیں کرتے بلکہ خود اپنی قوت ذائقہ' شامہ' یا حاسہ سے علم حاصل کرتے ہیں۔ یعنی چیزوں کو چکھ کے۔ سونگھ کے۔ دیکھ کے یا محسوس کرکے ان کے متعلق علم پاتے ہیں یہ ذرائع علم تو پہلے ماہرین تعلیم مثلاً روسو۔ جان ڈیوی وغیرہ نے بیان کئے' مگر وہ جس علم کی بات کر رہے تھے وہ محدود تھا دنیاوی باتوں تک۔ عالم روحانی میں بھی عین الیقین کے درجہ تک پہنچنے کے لئے اسی طرح ذاتی تجربہ چاہئے مگر یہ ایک مختلف قسم کا تجربہ ہو گا۔ ایک روحانی تجربہ یا بلاواسطہ خدا کا انسان کو مخاطب کیا جانا۔ ایسے ذریعہ علم کا ذکر تو ہمیں شاہ ولی اللہ اور ابن خلدون کے ہاں بھی ملتا ہے۔ لیکن انہوں نے بلاواسطہ اللہ سے ہم کلامی کی بات نہیں کی۔ حضرت بانی سلسلہ فرماتے ہیں۔

"ہم بے شک کامل معرفت کے حاصل کرنے کے لئے بلاواسطہ (...) کے محتاج ہیں اور اس کامل معرفت کی ہم اپنے دل میں بھوک اور پیاس بھی پاتے ہیں" شاید کہا جائے کہ ہمیں خدا تعالیٰ کی معرفت قصوں' کہانیوں کے ذریعہ بھی حاصل ہو سکتی ہے اور عقلی دلائل سے۔ پھر مکالمہ' مخاطبہ الٰہیہ کی کیا ضرورت؟ لیکن غور فرمایئے کہ ایک صورت میں تو ہمیں ملتی ہے ایک دھندلی سی تصویر اور دوسری صورت میں خالق حقیقی سے قربت کے نتیجہ میں ایک چکاچوند پیدا ہوتی ہے۔ اللہ کی آواز کو اپنے کانوں نے سننا یہ ایک ایسا ذاتی تجربہ ہو گا جس کے نقش انمٹ ہوں گے اور جو ہمیں یقین کی منزل تک پہنچائے گا۔ اور اس تجربہ کا آج بھی ہر ایک طالب ہے۔ جب ہم عبادت میں سیدھے راستہ کی طرف راہنمائی کی دعا مانگتے ہیں اور انعام یافتگان کی صف میں کھڑا ہونے کی التجا کرتے ہیں تو در حقیقت ہم اسی روحانی تجربہ کے طالب ہوتے ہیں جو کہ ان بزرگوں کا ذاتی تجربہ تھا یعنی اللہ سے ہم کلام ہونے کا۔ ایسے تجربہ کے حصول کی کوشش میں ایک غلطی کا احتمال ہو سکتا ہے کہ ہم شاعر کی طرح اپنے اندر سے اٹھنے والے خیالات کو ابھی القا کا درجہ دے دیں' اس لئے وضاحت کی گئی کہ یہ تجربہ دل سے اٹھنے والے کسی خیال کا نام نہیں بلکہ یہ "پاک اور قادر خدا کا ایک برگزیدہ بندے کے ساتھ' یا اس کے ساتھ جس کو برگزیدہ کرنا چاہتا ہے' ایک زندہ اور باقدرت کلام کے ساتھ مکالمہ اور مخاطبہ ہے۔" اور یہ مکالمہ یک طرفہ نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات بندہ سوال کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ جواب دے رہا ہے۔ ایسے یقینی اور قطعی علم کے نتیجہ میں الجھنیں دور ہو رہی ہیں شکوک رفع ہو رہے ہیں' غیر واضح امور واضح ہو رہے ہیں۔ اس کی کئی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے رب سے سوال کرتے ہیں اے میرے رب مجھے بتا کہ تو مردے کس طرح زندہ کرتا ہے؟ جواب ملتا ہے کیا تو ایمان نہیں لا چکا؟ حضرت ابراہیمؑ عرض کرتے ہیں:

کیوں نہیں۔ لیکن اپنے اطمینان قلب کی خاطر میں نے یہ سوال کیا۔ فرمایا: اچھا تو چار پرندے لے اور ان کو اپنے ساتھ سدھا لے۔ پھر ایک پہاڑ پر ان میں سے ایک ایک حصہ رکھ دے۔ پھر انہیں بلا۔ وہ تیری طرف تیزی سے چلے آئیں گے" یہاں ایک انسان ایک بالا ہستی سے براہ راست علم پا رہا ہے۔ پھر بھلا کسی شک کی گنجائش رہ سکتی ہے۔ جب علم دینے والا وہ علیم و خبیر خدا ہو۔ ظاہر ہے ایسا علم کامل کہلائے گا۔ سو جب خدا اور بندے کا تعلق مضبوط ہو جائے' خدا خود راہنمائی فرمائے یہ آپ کا ذاتی تجربہ ہو جائے تو یہ علم عین الیقین کا درجہ پا جائے گا۔

اب اللہ تعالیٰ سے ایسا تعلق اور اس کے نتیجہ میں ایسا ذاتی تجربہ اور علم کے ایسے ذریعہ کی بات ماہرین تعلیم کے ہاں نہیں ملتی۔ مگر بعض ذہنوں میں شاید یہ سوال کھٹکے کہ کیا ایسا تجربہ محض ایک تصور ہی ہے یا ممکنات میں شامل' اس امر کے متعلق حضرت بانی سلسلہ اپنا ذاتی تجربہ پیش کرکے فرماتے ہیں "کاش جو میں نے دیکھا' لوگ دیکھیں اور جو میں نے سنا ہے' وہ سنیں۔" سو یہ ایک حقیقت ہے کہ ایسے ذاتی تجربہ کے نتیجہ میں حقیقی علم حاصل ہوتا ہے اور یہ علم کے حصول کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ فلسفہ دانوں نے منطق اور دلائل سے علم کو آگے بڑھانے کی باتیں کیں۔ سائنسی تحقیق پر تکیہ کیا۔ وہ سب بجا وہ ذرائع یقیناً علم میں اضافہ موجب بنتے ہیں لیکن وہ علم جو ہمیں براہ راست خالق حقیقی سے حاصل ہو وہ کامل علم ہو گا۔

دانشوروں نے متذکرہ بالا بہت سے طریق حصول علم کے بیان کئے۔ مگر وہ ایک مقام پہ آکے رک گئے۔ مشاہدہ۔ دلیل۔ منطق۔ سائنسی تجربہ' بحث و تمحیص یہ سب علم حاصل کرنے کے ذرائع ہیں لیکن کیا صرف چند حقائق سے آگاہی ہی کافی ہے۔ اور کیا وہ علم جو پڑھنے سے یا دلائل پر مبنی بحث سننے سے حاصل ہوتا ہے ہمارے دماغ پر ایسے نقش چھوڑ جائے گا جو انمٹ ہوں۔ یہ قابل غور ہے۔ ٹھیک ہے کہ علم ہمیں اس منزل تک لے جا سکتا ہے کہ اخلاقیات کے اصولوں سے ہمیں آگاہی ملے۔ مثلاً ہم نے یہ پڑھا کہ مصائب کے باوجود صبر کرنا' غصہ کو ضبط کرنا۔ کسی کی اصلاح کے پیش نظر اس کا قصور معاف کر دینا' یہ سب اچھی باتیں ہیں اور ان تک رسائی ہمیں حصول علم کی منازل سے گزر کے ہوتی ہے' مگر فقط چند اصولوں سے واقفیت' چند حقائق سے آشنائی' علم کی آخری حد تصور نہیں کی جا سکتی۔ مگر بہت سے دانشوروں نے اسے ہی اپنی آخری منزل' مدعا و مقصود قرار دے دیا۔ مگر حقائق تک پہنچ جانا ہی آخری منزل نہیں۔ حقیقی علم کے کچھ اور بھی تقاضے ہیں جن کی حضرت بانی سلسلہ نے کلام الٰہی کی روشنی میں نشاندہی کی۔ اور وہ ہے حق الیقین کے درجہ تک پہنچنا۔ اب یہ کیسے ہو گا۔ کیا طریق ہے اس منزل تک پہنچنے کا؟ اس کا طریق یہ ہے کہ وہ علم جو ہم نے مختلف ذرائع سے حاصل کیا اسی کو اپنے اوپر وارد کیا جائے۔ تجربہ کی بھٹی میں سے گزرا جائے۔ مثلاً ہم نے صبر کا یا غصہ پر ضبط کا ذکر کیا۔ مگر اتنا علم ہی کافی نہیں۔ اس کیفیت میں سے خود گزریں۔ خود تجربہ

کریں۔ اسے اپنے اوپر وارد کریں پھر جانچیں کہ آپ اس پر پورے اتر رہے ہیں یا آپ کا علم ایک اطلاع تک ہی محدود تھا یا آپ کے اندر رچ' بس کے آپ کے اعمال و افعال پر بھی اثر انداز ہو رہا ہے۔ کیا "وہ تمام اخلاق عفو و انتقام اور صبر اور رحم وغیرہ جو صرف دماغ اور دل میں بھرے ہوئے تھے...... جسم پر وارد ہو کر اپنے نقش و نگار اس پر جما دیتے ہیں؟" کیونکہ وہ اس علم میں کچھ شرف اور بزرگی نہیں جو صرف دماغ اور دل میں بھرا ہوا ہو بلکہ حقیقت میں علم وہ ہے کہ دماغ سے اتر کر تمام اعضا اس سے متادب اور رنگین ہو جائیں۔ اور اسی طریق سے علم مستحکم ہو گا اور اپنے نقش دیرپا ثبت کرے گا۔" سو علم محض چند حقائق کے جاننے کا نام نہیں بلکہ ان کو اپنانے۔ تجربہ کرنے۔ اپنے پہ وارد کرنے کا نام ہے۔

کلام الٰہی نے اسے محض ایک نظریہ کے طور پر ہی پیش نہیں کیا بلکہ اس کے اطلاق اور پھر اس کی حکمت کا بھی ذکر کیا ہے۔ جب یہ فرمایا کہ اہل ایمان کو آزمایا جائے گا خوف اور فاقے اور نقصان جان و مال سے۔ اس میں یہ حکمت ہے کہ ان مصائب کا اہل ایمان پہ وارد ہونا ان کے علم کی پختگی۔ اس پر عمل اور اس کے نتیجے میں حق الیقین تک پہنچنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ فرمایا "بابرکت علم وہی ہوتا ہے جو عمل کے مرتبہ میں اپنی چمک دکھاوے اور منحوس علم وہ ہے جو صرف علم کی حد تک رہے۔" سو تجربے کے نتیجہ میں علم روحانی کمال کو پہنچتا ہے۔ یہی علم کامل ہے جس کو آپ خود آزما چکے' جس کا تجربہ کر چکے۔ جسے آپ اپنے اوپر وارد کر چکے۔ اس میں دوسری حکمت یہ ہے کہ سنی ہوئی یا پڑھی ہوئی بات تو شاید کل بھول جائے مگر وہ نتیجہ جس پر آپ اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر پہنچتے ہیں کبھی بھول نہیں سکتا۔ جگ بیتی تو فراموش ہو جاتی ہے مگر آپ بیتی دل و دماغ پہ ایسا نقش چھوڑتی ہے جو انمٹ ہوتے ہیں۔ سو یہی کامل علم ہے۔ یہی حق الیقین کا مقام ہے۔ جو خود تجربہ کرنے اور اپنی ذات پر وارد کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کی درخشاں مثال رسول کریم ﷺ کی زندگی پیش کرتی ہے۔ آپؐ دکھوں' مصیبتوں' تکلیفوں میں سے گزرے اور اقتدار اور فتح مندی سے بھی سرفراز ہوئے۔ مصیبت میں آپؐ نے توکل' ثبات قدم' صبرو تحمل کا مظاہرہ کیا اور فتح مندی سے بھی سرفراز ہوئے۔ مصیبت میں آپ نے توکل' ثبات قدم' صبرو تحمل کا مظاہرہ کیا اور فتح مندی میں سخاوت' شجاعت' عفو و درگزر کا ثبوت دے کر دوسروں کو بھی ایک سبق دیا۔ وہ اخلاق جن کی آپؐ نے تعلیم دی اور تلقین کی وہ محض گفتگو تک محدود نہ رہے بلکہ دشمن بھی اور دوست نے بھی ان کا بھرپور مظاہرہ دیکھا۔ یہ سچ ہے کہ "جب تک انسان پر وہ زمانہ نہ آوے جو ایک مصیبتوں کا زمانہ اور ایک مقدرت اور حکومت اور ثروت کا زمانہ ہو اس وقت تک اس کے سچے اخلاق ہرگز ظاہر نہیں ہو سکتے... خدا کی عنایت اور فضل نے (-) نبی ﷺ کو ان اخلاق کے ظاہر کرنے کا موقعہ دیا... چنانچہ سخاوت اور شجاعت اور حلم اور عفو اور عدل اپنے موقعہ پر ایسے کمال سے ظہور میں آئے کہ صفحہ دنیا میں اس کی نظیر ڈھونڈنا لاحاصل ہے۔ آپؐ نے دونوں زمانوں ضعف اور قدرت اور ناداری اور ثروت میں تمام جہاں کو دکھلا دیا کہ وہ ذات پاک کس اعلیٰ درجہ کے اخلاق کی جامع تھی۔" یہ تھا علم کامل کا ایک رنگ' ایک عملی مظاہرہ۔

الغرض علم حاصل کرنے کے ذرائع اور مراحل تین ہیں۔ پہلے مرحلہ میں ہم دوسروں سے علم حاصل کرتے ہیں مثلاً پڑھ کے یا سن کے۔

دوسرے مرحلہ میں ہم اپنے حواس کی معرفت علم میں اضافہ کرتے ہیں۔ مثلاً سونگھ کے یا چکھ کے یا کوئی سائنسی تجربہ کرکے۔ مگر سب سے انوکھا تجربہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونا ہے اور اس علیم و خبیر خدا سے بلاواسطہ علم پانا ہے۔ یہ علم کامل ہے۔ مگر علم کے حصول میں ابھی ایک اور مرحلہ باقی ہے۔ علم کی پختگی اور حق الیقین کے مرحلہ تک پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ حاصل کردہ علم کو ہم خود اپنے آپ پر تجربہ کرنے کے نتیجہ میں پختگی کی حد تک پہنچائیں۔ بظاہر تو دوسرے اور تیسرے مرحلہ میں ایک ہی بات کا اعادہ نظر آتا ہے۔ یعنی ذاتی طور پر تجربہ کرنا۔ مگر اس کی دو مختلف صورتیں ہیں۔ دوسرے مرحلہ میں ہم سائنسی تجربہ سے علم حاصل کرتے ہیں یا اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کے تجربہ میں سے گزرتے ہیں' مگر تیسرے مرحلہ میں یہ تجربہ مختلف قسم کا ہے۔ یعنی وہ جو سیکھا اس کو اپنے آپ پر وارد کرکے اس کے قابل عمل ہونے کا ثبوت بہم پہنچاتے ہیں۔ نیز ایسا عمل پختگی عطا کرتا ہے اور اس کے انمٹ نقوش ہمارے ذہن پر مرتب ہوتے ہیں۔ یہ ایک ایسی بات' ایک ایسا مرحلہ جس کا ذکر کسی ماہر تعلیم نے نہیں کیا' گویا انہوں نے علم کے چند ذرائع تو بتا دئے مگر وہ علم الیقین کی منزل تک رہنمائی نہ کر سکے جو کہ ہمیں یہاں ملتی ہے اور اس لحاظ سے بھی یہ مضمون سب سے بالا قرار پاتا ہے۔

حرف آخر کے طور پر یہ کہنا ضروری ہے کہ یہ لیکچر کسی ماہر تعلیم کا نہیں تھا بلکہ ایک ایسے بزرگ کا جن کا اصل میدان روحانیت تھا لیکن انہوں نے ٹھوس دلائل پر مبنی ایسے حقائق پیش کئے کہ ہمیں کہیں اور نہیں ملتے۔ کسی اور دانشور' کسی اور ماہر تعلیم نے ذرائع علم اور ان کے حصول کے لئے اتنی مضبوط' اتنی منطقی بات اور ایسے تدریجی مراحل کا ذکر نہیں کیا جو کہ ہمیں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے لیکچر میں ملتا ہے اس لحاظ سے یہ ایک ایسی ریسرچ اور ایسا مبسوط مقالہ ہے جس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ یقیناً اس میں ماہران تعلیم کے لئے ایک نئی روشنی۔ نیا نور ہے۔

مضمون بالا رہا

عبدالستار خان مربی سلسلہ

لوگ کشاں کشاں تیز قدم ہو ہو کر جلسہ گاہ کی طرف بڑھے اور ہوتے ہوتے آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ صحن اور اس کے تمام بغلی کمرے اور ہال بھر گیا۔ اوپر کی گیلریوں میں تل دھرنے کو جگہ نہ رہی۔ اور ہجوم اس قدر بڑھا کہ گنجائش نکالنے کو سمٹنا اور سکڑنا پڑا (۔) مضمون کا شروع ہونا تھا کہ لوگ بے اختیار جھومنے لگے اور ان کی زبانوں پر بے ساختہ تعریفی کلمات جاری ہو گئے۔ سنا ہوا تھا کہ علم توجہ اور مسمریزم کے ساتھ ایک معمول سے تو یہ کچھ ممکن ہو جاتا ہے مگر ہزاروں کے ایسے مجمع پر جس میں مختلف قویٰ' عقائد اور خیال کے لوگ جمع تھے اس کیفیت کا پیدا ہو جانا یقیناً خارق عادت اور معجزانہ تاثیر کا نتیجہ تھا۔ یہ درست ہے کہ حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کو کلام الٰہی سے ایک عشق تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی آواز میں لحن داؤدی کی ایک جھلک پیدا کر رکھی تھی۔ نیز وہ آیات و مضامین کے ربط اور حقائق سے متاثر ہو کر جس رقت اور جوش سے تلاوت فرماتے' آپ کا پڑھنا آپ کی قلبی کیفیات اور لذت و سرور کے ساتھ مل کر سامعین کو متاثر کئے بغیر نہ رہتا تھا۔ مگر اس مجلس کی کیفیت بالکل ہی نرالی تھی (۔) سارا مضمون کچھ ایسا فصیح' بلیغ موثر اور دلچسپ تھا کہ نہ مولانا موصوف کے لہجہ میں فرق آیا نہ جوش و لذت ہی پھیکے پڑے۔ معارف کی فراوانی کے ساتھ عبارت کی سلاست و روانی اور مضمون کی خوبی و ثقاہت نے حاضرین کو کچھ ایسا از خود رفتہ بنا دیا جیسے کوئی مسحور ہو میں نے کانوں سنا کہ ہندو اور سکھ بلکہ کٹر آریہ سماجی اور عیسائی تک بے ساختہ (اللہ کے لئے تعریفی کلمات) پکار رہے تھے۔ ہزاروں انسانوں کا یہ مجمع اس طرح بے حس و حرکت بیٹھا تھا۔ جیسے کوئی بت بے جان ہوں اور ان کے سروں پر اگر پرندے بھی آبیٹھتے تو تعجب کی بات نہ تھی۔ مضمون کی روحانی کیفیت دلوں پر حاوی تھی۔

یہ جلسہ مذاہب عالم کے اس اجلاس کا آنکھوں دیکھا حال ہے جو شریک جلسہ حضرت بھائی عبدالرحمان صاحب قادیانی نے مختصراً بیان فرمایا ہے۔

پس منظر انیسوی صدی کے آخر پر دین حق اندرونی خلفشار کا شکار ہونے کے ساتھ چاروں طرف سے دشمنان حق کے زبردست حملوں کا نشانہ بنا ہوا تھا اس کے ماننے والے انتہائی کسمپرسی کی حالت میں تھے۔ اس نازک حالت کو دیکھ کر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی روح تڑپ اٹھی' دل بریاں ہوا اور اپنے رب کے حضور دین حق کی سر بلندی کے لئے سجدہ ریز ہو کر آہ و بکا کرنے لگا۔ آپ مرد میدان بن کر تالیف و تصنیف۔ وعظ و نصیحت' اور تقریر و مباحثہ کے ذریعہ مذاہب عالم کے خطرناک حملوں کا دفاع کرنے کے ساتھ دین حق کی خوبیاں اور اس کی تازہ بتازہ برکات سے مخلوق خدا کو متمتع کرنے کا عزم لے کر اٹھے۔

آپ نے ہر مذہب کے سرکردہ مذہبی رہنماؤں کو اس طرف متوجہ کیا کہ دوسرے مذاہب پر حملہ کرنے کی بجائے اپنی مقدس کتاب کی روشنی میں اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں' چنانچہ اس سلسلہ میں آپ نے 29 دسمبر 1895ء کو ایک اشتہار بعنوان "جلسہ تحقیق مذاہب" شائع کیا جس میں آپ نے مختلف مذاہب کے رہنماؤں کو دعوت دی کہ ایک مشترکہ جلسہ منعقد کیا جائے جو ایک ماہ تک جاری رہے اور اس میں تمام مذاہب کے سرکردہ نمائندے شریک ہو کر تقاریر کریں تاکہ سچے مذہب کے انوار ظاہر ہو جائیں۔ آپ نے یہ دعوت بھی دی کہ یہ جلسہ قادیان میں منعقد کیا جائے اور اس جلسہ کے جملہ مہمانوں کے قیام و طعام اور سفر خرچ کے اخراجات آپ کے ذمہ ہوں گے۔

(خلاصہ مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص 192 اشتہار نمبر 138)

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں۔

"خدا تعالیٰ کا کتنا فضل و احسان ہے کہ ادھر ہمارے دل میں ایک خواہش پیدا ہوتی ہے یا کوئی ضرورت پیش آتی ہے اور ادھر اللہ تعالیٰ اس کو پورا کرنے کے سامان مہیا کر دیتا ہے۔"

جلسہ مذاہب منعقد کرنے کی آپ کی خواہش کو اللہ تعالیٰ نے پورا کرنے کا یہ انتظام کیا کہ 1896ء کے نصف دوم میں اچانک حق و صداقت کا متلاشی ایک انسان' سادھو منش' بھگوے کپڑوں میں ملبوس شوگن چندر نام قادیان وارد ہوا۔ یہ ایک تعلیم یافتہ اور معقول انسان تھا جو گورنمنٹ کے کسی اچھے عہدے پر فائز تھا مگر حوادث زمانہ کے باعث اس کے بیوی بچے اور خویش و اقارب اس سے جدا ہو گئے اور وہ تنہا رہ گیا۔ ان دردناک حالات نے اس کے خیالات کو ایک قائم بالذات ہستی کی تلاش کی طرف پھیر دیا اس نے ملازمت ترک کر کے تلاش حق کا عزم کر لیا۔ اور سادھو بن کر اپنی روحانی پیاس بجھانے کے لئے آسمانی پانی اور حق کی تلاش میں دور و نزدیک' قریہ بہ قریہ' کوبہ کو' سرگرداں پھرتا ہوا اپنے مقصد و مدعا کے حصول کی امید لے کر قادیان پہنچا۔

اس نے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ مختلف مذاہب کے سرکردہ لیڈر ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں تاکہ مخلوق خدا کو سچے مذہب اور حقیقی خدا کا پتہ لگ سکے۔ اور اس مقصد کے حصول کے لئے اس نے 26-27-28- دسمبر 1896ء کو لاہور کے مقام پر ایک جلسہ کا انتظام کیا ہے۔ اس نے حضرت بانی سلسلہ کو یہ دعوت دی کہ اپنے مذہب کی خوبیوں کے متعلق ایک مضمون لکھیں جو اس جلسہ میں پڑھا جائے۔ آپ نے اس دعوت کو قبول فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ آپ کا مضمون جلسہ کی تمام تقریروں پر غالب آئے چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

"میں نے جناب الٰہی میں دعا کی کہ وہ مجھے ایسا مضمون القا کرے جو اس مجمع کی تمام تقریروں پر غالب رہے۔ میں نے دعا کے بعد دیکھا کہ ایک قوت میرے اندر پھونک دی گئی ہے۔ میں نے اس آسمانی قوت کی ایک حرکت اپنے اندر محسوس کی۔ (۔) جب میں یہ مضمون ختم کر چکا تو خدا کی طرف سے یہ (القاء) ہوا کہ مضمون بالا رہا۔

جلسہ کے لئے 26' 27' 28 دسمبر 1896ء کی تاریخیں قرار پائیں۔ جلسہ کے انعقاد کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی جس کے صدر ماسٹر درگا پرشاد اور چیف سیکرٹری چیف کورٹ لاہور کے ہندو پلیڈر لالہ دھنپت رائے بی اے ایل ایل بی تھے۔ ان کے علاوہ جلسہ کی کارروائی کے لئے مندرجہ ذیل موڈریٹر بھی نامزد کئے گئے۔

1۔ رائے بہادر بابو پرتول چند صاحب جج چیف کورٹ پنجاب

2۔ رائے بہادر پنڈت رادھا کشن صاحب کول پلیڈر چیف کورٹ سابق گورنر جموں

3۔ حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب طبیب شاہی

4۔ خان بہادر شیخ خدا بخش صاحب جج سمال کاز کورٹ لاہور

5۔ رائے بھوانی داس صاحب ایم اے اکسٹرا سیٹلمنٹ آفیسر جہلم

6۔ جناب سردار جواہر سنگھ صاحب سیکرٹری خالصہ کمیٹی لاہور

جلسہ کے اغراض و مقاصد سوامی شوگن چندر صاحب نے کمیٹی کی طرف سے جلسہ کا اشتہار دیتے ہوئے مسلمانوں' عیسائیوں اور آریہ صاحبان کو قسم دی کہ ان کے نامی علماء ضرور اس جلسہ میں اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان فرمائیں تاکہ سچے مذہب کے کمالات اور خوبیاں ایک عام مجمع مہذبین میں ظاہر ہو کر اس کی محبت دلوں میں بیٹھ جائے اور اس کے دلائل اور براہین کو لوگ بخوبی سمجھ سکیں اور اس طرح ہر ایک مذہب کے بزرگ واعظ کو موقع ملے کہ وہ اپنے مذہب کی سچائیاں دوسروں کے دلوں میں بٹھادے اور سننے والوں کو بھی یہ موقع حاصل ہو کہ وہ ان سب بزرگوں کے مجمع میں ہر ایک تقریر کا دوسرے کی تقریر کے ساتھ موازنہ کریں اور جہاں حق کی چمک پاویں اس کو قبول کریں۔

پیش کئے گئے سوالات اغراض جلسہ کو مدنظر رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل پانچ سوالات کمیٹی کی طرف سے مقرر کئے گئے اور یہ شرط لگائی گئی کہ تقریر کرنے والا اپنے بیان کو حتی الامکان اپنی مقدس کتاب تک محدود رکھے۔

1۔ انسان کی جسمانی اخلاقی اور روحانی حالتیں

2۔ انسان کی زندگی کے بعد کی حالت یعنی عقبیٰ

3۔ دنیا میں انسان کی ہستی کی اصل غرض کیا ہے اور وہ غرض کس طرح پوری ہو سکتی ہے؟

4۔ کرم یعنی اعمال کا اثر دنیا اور عاقبت میں کیا ہوتا ہے۔

5۔ علم یعنی گیان اور معرفت کے ذرائع کیا کیا ہیں۔

شریک نمائندے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی نمائندگی حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے کی۔ جناب مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب اور مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب اسلام کی نمائندگی میں شریک ہوئے اور بقیہ نمائندگان مذہب کی تفصیل یہ ہے۔ سناتن دھرم 3 نمائندے آریہ سماج اور سکھوں کے 2-2 نمائندے عیسائیت' تھیوسوفیکل سوسائٹی' فری تھنکر' ہارمونیکل سوسائٹی' برہمو سماج اور ایک نئے نظریہ کے حامی ایک ایک نمائندہ نے شرکت کی۔ اس طرح 10 مختلف مذاہب کے 16 نمائندگان شریک ہوئے۔ سر سید احمد صاحب نے اس جلسہ میں شریک ہونے یا مضمون بھیجنے سے کنارہ کشی کرتے ہوئے لکھا کہ وہ کوئی واعظ ناصح یا مولوی نہیں۔ یہ کام واعظوں اور ناصحوں کا ہے۔ دیگر جید علماء کے طرز عمل کا ذکر کرتے ہوئے اخبار جرنل و گوہر آصفی لکھتا ہے۔ تحقیق کرنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جناب مولوی سید محمد علی صاحب کانپوری جناب مولوی عبدالحق صاحب دہلوی اور جناب مولوی احمد حسین صاحب عظیم آبادی نے اس جلسہ کی طرف کوئی جوشیلی توجہ نہ فرمائی۔ اور نہ ہی ہمارے مقدس زمرہ علماء میں سے کسی اور لائق فرد نے اپنا مضمون پڑھنے یا پڑھوانے کا عزم کیا۔

عظیم الشان خوشخبری جلسہ کے انعقاد سے 5 روز قبل یعنی 21 دسمبر 1896ء کو حضرت بانی سلسلہ نے "سچائی کے طالبوں کے لئے ایک عظیم الشان خوشخبری" کے عنوان سے ایک اشتہار شائع کیا جس میں آپ نے اپنے مضمون کا

ذکر کرکے اس کے سننے کی طرف دعوت دیتے ہوئے تحریر فرمایا۔

"یہ وہ مضمون ہے جو انسانی طاقتوں سے برتر اور خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان اور خاص اس کی تائید سے لکھا گیا ہے (-) مجھے خدائے علیم نے (-) مطلع فرمایا ہے کہ یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا....

حضرت بانی سلسلہ کا یہ اشتہار بڑی کثرت سے شائع ہوا اور ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلا دیا گیا۔ اور اس نے جلسہ مذاہب عالم کی دلچسپی میں بہت زیادہ اضافہ کر دیا کیونکہ قبل از جلسہ اس اشتہار کی بکثرت اشاعت اور غلبہ کا اعلان کوئی معمولی بات نہ تھی۔

روائیداد جلسہ مورخہ 26 دسمبر 1896ء کو صبح دس بجے پہلے دن کی کارروائی شروع ہوئی۔ صدر کمیٹی ماسٹر درگا پرشاد نے مختصر خطاب کیا اور اس اجلاس کی صدارت سردار جواہر سنگھ صاحب سیکرٹری خالصہ کمیٹی لاہور نے کی۔ افتتاحی تقریر کے بعد حضرت میر ناصر نواب صاحب نے کمیٹی کی تحریک پر اغراض جلسہ کو مد نظر رکھتے ہوئے 240 اشعار پر مبنی نظم پڑھی۔ اس کے بعد سناتن دھرم کے نمائندہ اور مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے مضامین پڑھے۔ اسی دوران جناب رائے پرتول چند صاحب جج چیف کورٹ پنجاب جو اس جلسہ کے موڈریٹر تھے تشریف لائے اور کرسی صدارت پر بیٹھے۔ مولوی صاحب کے لیکچر کے بعد تھیوسوفیکل سوسائٹی کے نمائندہ کی تقریر ہوئی اور آخر پر خان بہادر خدا بخش صاحب نے حاضرین و مقررین کا شکریہ ادا کیا۔

دوسرے دن کی کارروائی سوا دس بجے شروع ہوئی۔ اس اجلاس کی صدارت حضرت حکیم مولانا نور الدین صاحب نے فرمائی۔ آپ کے مختصر خطاب کے بعد مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب۔ آریہ سماج کے نمائندہ اور فری تھاٹ یعنی آزاد خیال لوگوں کے نمائندہ کو تقریر کا موقعہ دیا گیا۔

حضرت بانی سلسلہ کا اہم مضمون

دوپہر کے ڈیڑھ بجنے میں ابھی کافی وقت تھا اسلامیہ کالج کا وسیع عریض احاطہ تیزی سے بھرنا شروع ہو گیا اور تل دھرنے کو جگہ نہ رہی۔ اس وقت سات آٹھ ہزار کا مجمع اکٹھا ہو گیا۔ اندازے سے زیادہ افراد کی آمد سے صدہا لوگوں کو بیٹھنے کی جگہ نہ ملی اور انہیں مجبوراً کھڑا ہونا پڑا۔ ان کھڑے ہوئے احباب میں بڑے بڑے رؤسا۔ عمائدین پنجاب۔ علماء بیرسٹر۔ وکلا' پروفیسر اکسٹرا اسسٹنٹ اور ڈاکٹر غرض اعلیٰ طبقہ کے ہر قسم کے احباب موجود تھے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ خود تو اس جلسہ میں شریک نہ ہو سکے لیکن آپ نے اپنے شاگرد خاص حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کو اپنا مضمون پڑھنے کے لئے بھیجا۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے پر شوکت اور گونج دار آواز میں حضرت بانی سلسلہ کا مضمون پڑھنا شروع کیا اور ہزاروں کے اس اجتماع پر کیف و سرور کا وہ عالم طاری ہو گیا۔ کہ فلک نے آج تک زمین میں یہ منظر نہ دیکھا تھا اور ایسا نظر آتا تھا کہ گویا ملائک آسمان سے نور کے طبق لے کر حاضر ہو گئے تھے۔ اور ہر ایک دل اس کی طرف ایسا کھینچا گیا تھا کہ گویا ایک دست غیب اس کو کشاں کشاں عالم وجد کی طرف لے جا رہا ہے۔

دل و دماغ اس آسمانی مائدہ سے لطف اندوز ہو رہے تھے اور روحوں کی پیاس کم ہونے کی بجائے بڑھ رہی تھی کہ وقت کا پیالہ چھلک پڑا مگر ساتھ ہی ایک شور اٹھا کہ ابھی اس دریائے معرفت کو بہنے دو۔ اگلے مقرر ابو یوسف مبارک علی صاحب نے بھی اپنا وقت دے دیا مگر مضمون ابھی جاری تھا۔ حاضرین کے اصرار پر ایک گھنٹہ مزید بڑھا دیا گیا۔ شام کے سائے ڈھلنے لگے مگر اس مضمون کے صرف پہلے سوال کا جواب قریباً چار گھنٹے میں مکمل ہوا اور باقی چار سوالات کے لئے ایک دن کا اضافہ کر دیا گیا۔

29 دسمبر کو مقررہ وقت بھی اس مضمون کو سمیٹنے میں ناکام رہا تو اس کا وقت تا اختتام تقریر بڑھا دیا گیا۔ اور اس طرح ساڑھے سات گھنٹوں میں یہ زندگی بخش جام متلاشیان حق کو سیراب کرتا رہا۔ اور اپنے اور بیگانے اس مضمون کی عظمت کشش آفرینی کا اقرار کرنے پر مجبور ہو گئے۔

تبصرے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کا یہ مضمون جو سات آٹھ ہزار کے مجمع میں سنایا گیا جملہ سامعین اور ہر مکتبہ فکر کے لوگوں نے اس کی پر زور تعریف کی اور کمیٹی کی طرف سے دیئے گئے سوالات کا مکمل جواب تسلیم کیا' اخبارات و رسائل نے اس مضمون کے بارے میں نہایت شاندار تبصرے لکھے اور متفقہ طور پر اقرار کیا کہ تمام پڑھے جانے والے مضامین میں یہ مضمون سب سے بالا رہا۔ اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور نے لکھا۔

اس جلسہ میں سامعین کی دلی اور خاص دلچسپی مرزا غلام احمد قادیانی کے لیکچر کے ساتھ تھی جو (دین حق) کی حمایت و حفاظت میں ماہر کامل ہیں۔ اس لیکچر کو سننے کے لئے دور و نزدیک سے مختلف فرقوں کا ایک جم غفیر امڈ آیا تھا اور چونکہ مرزا صاحب خود تشریف نہیں لا سکے اس لئے یہ لیکچر ان کے لائق شاگرد منشی عبدالکریم صاحب فصیح سیالکوٹی نے پڑھ کر سنایا۔

اخبار "چودھوی صدی" راولپنڈی نے لکھا۔ ان لیکچروں میں سب سے عمدہ لیکچر جو جلسہ کی روح رواں تھا جس کو مشہور فصیح البیان مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے پڑھا (-) تمام سامعین لٹو ہو گئے فقرہ فقرہ پر صدائے آفرین و تحسین بلند تھی اور بسا اوقات ایک ایک فقرہ کو دوبارہ پڑھنے کے لئے حاضرین کی طرف سے فرمائش کی جاتی تھی۔ عمر بھر ہمارے کانوں نے ایسا خوش آیند لیکچر نہیں سنا۔ دیگر مذاہب میں سے جتنے لوگوں نے لیکچر دیئے سچ تو یہ ہے وہ جلسہ کے مستفسرہ سوالوں کے جواب بھی نہیں تھے۔ (-) ہم مرزا صاحب کے مرید نہیں اور نہ ان سے ہم کو کوئی تعلق ہے لیکن انصاف کا خون ہم کبھی نہیں کر سکتے اور نہ کوئی سلیم الفطرت اور صحیح کانشنس اس کو روا رکھ سکتا ہے۔ مرزا صاحب نے کل سوالوں کے جواب کلام الٰہی سے دیئے اور تمام بڑے بڑے اصول اور فرعات دین حق کو دلائل عقلیہ اور براہین فلسفہ کے ساتھ مزین کیا (-) مرزا صاحب کا لیکچر بحیثیت مجموعی ایک مکمل لیکچر تھا جس میں بے شمار معارف و حقائق و حکم و اسرار کے موتی چمک رہے تھے (-) مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت خلقت اس طرح آکر گری جیسے شہد پر مکھیاں۔ مگر دوسرے لیکچروں کے وقت بوجہ بے لطفی بہت سے لوگ بیٹھے بیٹھے اٹھ جاتے تھے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی کا لیکچر بالکل معمولی تھا وہی معمولی خیالات تھے جن کو ہم لوگ ہر روز سنتے ہیں۔

اخبار جنرل و گوہر آصفی نے جلسہ کی کارروائی کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا۔

غرض جلسہ کی کارروائی سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف ایک حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان تھے جنہوں نے اس میدان مقابلہ میں (دین حق کی) پہلوانی کا پورا حق ادا فرما دیا ہے (-) اگر اس جلسے میں حضرت مرزا صاحب کا مضمون نہ ہوتا تو (دین حق کے ماننے والوں) پر غیر مذاہب کے روبرو ذلت و ندامت کا قشقہ لگتا۔ مگر خدا کے زبردست ہاتھ نے مقدس (دین حق) کو گرنے سے بچا لیا بلکہ اس کو اس مضمون کی بدولت ایسی فتح نصیب فرمائی کہ موافقین تو موافقین مخالفین بھی فطرتی جوش سے کہہ اٹھے کہ یہ مضمون سب پر بالا ہے۔ بالا ہے۔ جلسہ کی دلچسپی یہاں تک بڑھی کہ مشتہرہ تین دن پر ایک دن بڑھانا پڑا۔ انعقاد جلسہ کے لئے کارکن کمیٹی نے لاہور میں سب سے بڑی وسعت کا مکان اسلامیہ کالج تجویز کیا۔ لیکن خلق خدا کا اژدھام اس قدر تھا کہ مکان کی وسعت غیر مکتفی ثابت ہوئی۔ جلسہ کی عظمت کا یہ کافی ثبوت ہے کہ کل پنجاب کے عمائدین علاوہ چیف کورٹ اور ہائی کورٹ الہ آباد کے آنریبل ججز بابو پرتول چندر صاحب اور مسٹر بیز جی نہایت خوشی سے شریک جلسہ ہوئے۔

زندہ نشان حضرت بانی سلسلہ کا یہ مضمون ایک ایسا زندہ نشان ہے جو صرف ماضی میں نہیں رہ گیا بلکہ جیسا کہ اس مضمون کا ماضی انتہائی روشن اور نشانات الٰہیہ سے بھرپور ہے اس کا مستقبل بھی ویسا ہی تابناک ہے اور یہ مضمون دین حق کے غلبہ کے لئے ہمیشہ کے لئے زبردست ہتھیار ہے۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں۔ "مجھے جتلایا گیا ہے کہ اس مضمون کے خوب پھیلنے کے بعد جھوٹے مذہبوں کا جھوٹ کھل جائے گا اور (کلام الٰہی) کی سچائی دن بدن زمین پر پھیلتی جائے گی جب تک کہ اپنا دائرہ پورا کرے۔

(اشتہارات 21 دسمبر 1896ء)

حضرت بانی سلسلہ کا یہ مضمون پہلے رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب لاہور میں من و عن شائع ہوا اور پھر جماعت احمدیہ کی طرف سے (-) اصول کی فلاسفی کے عنوان سے کتابی صورت میں قریباً 56 مختلف اہم زبانوں میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ 12 زبانوں میں اس کا ترجمہ زیر تکمیل ہے۔ امریکہ و یورپ میں اس کے تراجم کی اشاعت ہوئی تو مغربی مفکرین نے اس مضمون کی بیان کردہ صداقتوں کے سامنے سر تسلیم خم کیا اور اقرار کیا کہ دین حق کی برتری کے لئے یہ ایک برہان قاطع ہے۔

غرضیکہ حضرت بانی سلسلہ کے مضمون کی ہر طرف دھوم مچ گئی جگہ جگہ اس کے چرچے ہونے لگے۔ دین حق کی اس فتح کا اعتراف ملک کے بیس کے قریب اخبارات نے کیا اور بڑے نمایاں انداز میں اس کی خبر شائع کرتے ہوئے حضرت بانی سلسلہ کو خراج تحسین پیش کیا اور اس کی تعریف میں کالموں کے کالم بھر دیئے اور گواہی دی کہ یہ مضمون سب پر بالا رہا۔

حضرت بانی سلسلہ کی اپنی ایک تحریر پر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں آپ فرماتے ہیں۔

"جب وہ مضمون اس مجمع میں پڑھا گیا تو اس کے پڑھنے کے وقت سامعین کے لئے ایک وجد کا عالم تھا اور ہر ایک طرف سے تحسین کی آواز تھی۔ یہاں تک کہ ایک ہندو صاحب جو صدر نشین اس مجمع کے تھے ان کے منہ سے بے اختیار نکل گیا کہ یہ مضمون تمام مضامین سے بالا رہا۔ اور سول اینڈ ملٹری گزٹ جو لاہور سے انگریزی زبان میں ایک اخبار نکلتا ہے اس نے بھی شہادت کے طور پر شائع کیا کہ یہ مضمون بالا رہا اور شاید بیس کے قریب ایسے اردو اخبار بھی ہوں گے جنہوں نے یہی شہادت دی۔ اس مجمع میں بجز متعصب لوگوں کے تمام زبانوں پر یہی تھا کہ یہی مضمون فتح یاب ہوا (-) غرض ہر ایک فرقے کی شہادت اور نیز انگریزی اخباروں کی شہادت سے میری (خدا کی طرف سے دی گئی خبر) پوری ہو گئی کہ مضمون بالا رہا۔

(روحانی خزائن جلد 22 نشان نمبر 123)

انٹرویو- یوسف سہیل شوق

محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد شریف خان

محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد شریف خان صاحب ان چند ذہین اور نابغہ روزگار انسانوں میں سے ہیں جو علم کے میدان میں ہمیشہ ایک روشن ستارہ بن کر چمکتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہی اپنے فضل و کرم سے غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل مخلص احمدیوں سے نوازا ہے۔ بلاشبہ محترم ڈاکٹر شریف خان صاحب بھی ایسے ہی لوگوں میں سے ایک ہیں۔

اگرچہ پنجاب یونیورسٹی نے حال ہی میں محترم ڈاکٹر صاحب کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری عطا کی ہے۔ لیکن فی الحقیقت ڈاکٹر صاحب اپنی ریسرچ کے باعث بہت پہلے ہی اپنی فیلڈ کے ماہرین میں عالمی سطح پر متعارف ہو چکے ہیں۔ محترم ڈاکٹر صاحب خدا تعالیٰ کے فضل سے واقف زندگی ہیں۔ ان کا موضوع زوالوجی Zoology ہے۔ تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے 1963ء سے وابستہ ہیں۔ اور ربوہ میں رہ کر انہوں نے اپنے موضوع میں ایسی گراں قدر ریسرچ کی ہے کہ بین الاقوامی علمی جرائد میں ان کے قریباً 100 ریسرچ پیپرز شائع ہو چکے ہیں جو ان کی خداداد صلاحیتوں کا گویا عالمی سطح کا اعتراف ہیں۔

امام ابو حنیفہؒ سے خاندانی تعلق

محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد شریف خان صاحب کے خاندان کا سلسلہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ آپ کے والد محترم ڈاکٹر حبیب اللہ خان صاحب افریقی اپنے نام کے ساتھ اپنی خاندانی شناخت کے اعتبار سے ابو حنیفی لکھا کرتے تھے۔ انہوں نے قریباً 31 سال افریقہ میں گزارے جہاں وہ انگریزوں کی قائم کردہ میڈیکل کور میں ملازم تھے۔ دوسری جنگ عظیم میں افریقہ گئے۔ وہیں جا کر ان کو احمدیت قبول کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ افریقہ میں یہ تنزانیہ میں مقیم تھے۔ مکرم ڈاکٹر حبیب اللہ خان صاحب اپنے والدین کی اکیلی اولاد تھے۔ ان کے والد ان کی پیدائش سے پہلے آسٹریلیا چلے گئے تھے جہاں شادی کر کے وہیں بودوباش اختیار کر لی تھی۔ مکرم ڈاکٹر حبیب اللہ خان صاحب خود تو ملازمت کے سلسلہ میں افریقہ میں رہے مگر اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کی خاطر انہیں قادیان رکھا۔

مکرم پروفیسر ڈاکٹر شریف خان صاحب کی پیدائش 1939ء میں ہوئی۔ آپ کے بڑے بھائی مکرم ڈاکٹر حفیظ خان صاحب ہیں۔ ان کے ایک اور بھائی محمد منیر خان شامی صاحب جو واقف زندگی تھے جنہوں نے 1947ء کے فسادات میں قادیان میں راہ خدا میں جان قربان کر دی۔ تیسرے بھائی محمد معین خان صاحب شاہدرہ لاہور میں رہتے ہیں۔

ابتدائی تعلیم مکرم ڈاکٹر شریف خان صاحب نے ابتدائی تعلیم کے لئے قادیان میں داخلہ لیا۔ تقسیم ملک کے وقت آپ پہلی جماعت کے طالب علم تھے۔ تقسیم کے بعد یہ خاندان گکھڑ منڈی کے قریب اپنے آبائی گاؤں چک سان میں چلا گیا۔ اس کے قریب کوٹ سعد اللہ کے پرائمری سکول میں آپ نے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ ان کے والد محترم 1948ء میں فوج سے ریٹائر ہو کر چک سان آ گئے اور وہاں پر ہی ڈاکٹری کی پریکٹس شروع کی۔ ڈاکٹر شریف خان صاحب نے چھٹی سے میٹرک تک کی تعلیم ڈی بی ہائی سکول گکھڑ میں حاصل کی۔ اس وقت یہ فیملی بھی گکھڑ میں منتقل ہو گئی۔ ان کے والد وہاں پر سیکرٹری مال کے عہدے پر کام کرتے رہے اور وہیں ڈاکٹری کی پریکٹس بھی جاری رکھی۔

وقف زندگی مکرم ڈاکٹر شریف خان صاحب نے بتایا کہ میں آٹھویں جماعت میں پڑھتا تھا کہ 55-1954ء کے لگ بھگ حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی نے وقف زندگی کے موضوع پر مسلسل خطبات دیئے۔ ان خطبات کے نتیجہ میں ایک روز آپ کے والد محترم نے آپ سے کہا کہ اللہ نے مجھے چار بیٹے دیئے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ میں اپنے دو بیٹے اللہ تعالیٰ کے رستے میں وقف کروں۔ پہلے میں نے محمد منیر خان شامی کو وقف کیا جو اب خدا تعالیٰ کے پاس ہے اب تم سب سے چھوٹے ہو اب تم خدا کی راہ میں زندگی وقف کر دو۔ تاکہ میری زندگی کے ترازو کے دونوں پلڑے یکساں ہو جائیں۔

اس طرح سے ڈاکٹر شریف خان صاحب نے آٹھویں جماعت میں اپنی زندگی خدا کی راہ میں وقف کر دی۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی کی خدمت میں وقف کے لئے لکھا تو حضرت صاحب نے ایک خطبہ میں ذکر فرمایا کہ وقف زندگی کی تحریک کے جواب میں درخواستیں آئی ہیں ان میں سے ایک تو بہت ہی چھوٹے ہیں۔ ڈاکٹر شریف خان صاحب نے فرمایا کہ شاید یہ میری ہی طرف اشارہ تھا۔

جامعہ کی بجائے کالج میں داخلہ مکرم ڈاکٹر شریف خان صاحب نے میٹرک پاس کیا تو ان کے والد صاحب ان کو جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے ربوہ لائے۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ بدھ کا دن تھا۔ ربوہ میں سخت گرمی تھی۔ دوپہر کا وقت تھا جب ہم ربوہ پہنچے۔ مہمان خانہ میں قیام کیا۔ صبح اٹھ کر جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے پہنچے۔ وہاں جا کر پتہ چلا کہ کھیلوں کی وجہ سے جامعہ میں اس دن چھٹی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ میرے اباجی کی طبیعت میں کسی قدر سختی اور جوش تھا۔ وہ جامعہ احمدیہ کو بند پا کر جامعہ کے پرنسپل حضرت مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری کے گھر واقع کوارٹر تحریک جدید پہنچے اور یوں بے تکلفی سے بولے:

مولوی صاحب! لو جی قربانی کا بکرا لے آیا ہوں۔ اب اسے جہاں چاہیں باندھ دیں۔

حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ جامعہ میں چھٹی ہے۔ آپ ٹھہریں۔ دو دن کے بعد جامعہ آ جائیں۔ ڈاکٹر صاحب کے والد محترم نے فرمایا سخت گرمی ہے میں یہاں زیادہ نہیں رک سکتا۔ حضرت مولانا ابو العطاء صاحب نے فرمایا پھر اس لڑکے کو ٹی آئی کالج میں داخل کروا دیں۔ وہاں سے ڈاکٹر بن کر یا ایم ایس سی کر کے سلسلہ کی خدمت کر سکتا ہے۔ ڈاکٹر شریف خان صاحب کے والد یہ سن کر سیدھے کالج پہنچے وہاں پر حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل تھے۔ انہوں نے بھی حضرت مولوی صاحب کی تجویز سے اتفاق کیا۔ چنانچہ ٹی آئی کالج ربوہ میں فرسٹ ائیر میں داخلہ لے لیا۔ اور یہاں سے 1958ء میں ایف ایس سی پاس کیا۔ لیکن اتنے نمبر نہ آئے کہ میڈیکل کالج میں داخلہ مل سکتا۔

ڈاکٹر صاحب موصوف نے بتایا کہ دراصل ریاضی میری کمزوری ہے۔ ایف ایس سی میں چونکہ فزکس اور کیمسٹری میں حسابی سوالات ہوتے تھے لہٰذا وہاں میں اٹک جاتا۔ اس لئے میرے نمبر کم رہے۔ چنانچہ اس کے بعد بی ایس سی میں لاہور جا کر اسلامیہ کالج سول لائنز میں داخلہ لیا۔ وہاں باٹنی زوالوجی اور انگریزی کے مضامین تھے۔ چنانچہ زوالوجی کے مضمون میں اول رہا۔ رول آف آنر بھی ملا۔ بی ایس سی میں فرسٹ کلاس حاصل کی۔

گولڈ میڈل اور ٹی آئی کالج سے وابستگی اس کے بعد اسلامیہ کالج کی وساطت سے ہی پنجاب یونیورسٹی میں ایم ایس سی زوالوجی میں داخلہ لیا۔ اور 1963ء میں وہاں سے فرسٹ کلاس فرسٹ کی پوزیشن حاصل کر کے یونیورسٹی میں اول رہا اور گولڈ میڈل حاصل کیا۔ اباجی نے فوراً حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی کی خدمت میں تحریراً عرض کیا کہ اس نے اب ایم ایس سی کر لی ہے اور وقف زندگی ہے خدمت کے لئے حاضر ہے اس کا جواب حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی طرف سے ملا کہ ٹی آئی کالج جوائن کر لو۔ چنانچہ 1963ء میں ہی ٹی آئی کالج سے وابستہ ہو گیا۔ جہاں اب مجھے خدمت کرتے ہوئے اللہ کا شکر ہے 33 سال ہو چکے ہیں۔

ریسرچ کے شوق کا آغاز محترم ڈاکٹر صاحب سے ہم نے سوال کیا کہ آپ نے اپنے مضمون کی ریسرچ میں اعلیٰ کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ اس ریسرچ کا شوق آپ کو کس طرح ہوا۔

محترم ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ ہمارے والد صاحب ہمیں قادیان چھوڑ گئے تھے۔ میری دادی صاحبہ گاؤں میں اکیلی رہتی تھیں۔ وہ قادیان آنے کی روادار نہیں تھی۔ میرا ننہال مولویوں کا خاندان تھا۔ میرے نانا جان قرآن کریم لکھ کر روزی کمایا کرتے تھے۔ بریلی ہندوستان میں رہتے تھے۔ طاعون پھوٹ پڑنے پر یہ خاندان پنجاب میں مقیم ہو گیا لیکن یہاں میری نانی اور نانا طاعون کا شکار ہو گئے تھے۔ چنانچہ دادی جان کے پاس گاؤں میں مجھے بھیجا جاتا۔ جہاں گاؤں کے جوہڑوں سے میں مینڈک پکڑ کر ان کا مطالعہ کیا کرتا۔ عام مچھلی کی پونگ اور مینڈک کی پونگ کے فرق پر غور کرتا رہتا۔ یہ گویا میری ریسرچ کا آغاز تھا۔ بعد میں مینڈک کا مطالعہ ہی میرا خاص موضوع بن گیا۔ میٹرک میں میرا معمول تھا کہ صبح کی عبادت کے بعد سیر کے لئے ارد گرد کے کھیتوں میں روزانہ دو تین میل نکل جاتا۔ اور اس دوران مناظر قدرت کا مشاہدہ میرا خاص مشغلہ رہا۔

صبح کی عبادت کا التزام آج بھی خدا کے فضل سے میرا یہ معمول جاری ہے۔ اس مرحلے پر ہمارے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ ڈاکٹر صاحب موصوف ساری عمر سخت محنت کے عادی رہے ہیں۔ ایسے لوگ رات دیر گئے تک کام کرتے رہتے ہیں۔ پھر صبح باقاعدگی سے اٹھنا کس

دعوت الی اللہ میں حصہ لیکر حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع کی دعائیں حاصل کریں

محمد احمد توقیر قائد و ممبران عاملہ و اراکین خدام الاحمدیہ و اطفال الاحمدیہ سیالکوٹ شہر

کرنسی کا لین دین بھی کیا جاتا ہے

شاہد جیولرز مین بازار ڈسکہ

پروپرائیٹرز: شاہد احمد صراف فون دکان: 3126

محمد سلیمان صراف گھر: 3026

بہتے کان کا ہسپتال علاج بذریعہ کمپیوٹر

بازار ٹھٹھیاراں - ڈسکہ

نظر کے ہر مسئلے کا حل: نظر و فیشن کے لئے کونٹیکٹ لینز

نظر کی عینکیں، جدید فریموں میں، دھوپ کے چشمے لیڈیز اینڈ جینٹس آپ کے ذوق کے مطابق

سٹینڈرڈ آپٹیکل سروس

بانو بازار نزد چوک شہیداں سیالکوٹ

فون 586707

لئیق احمد بھٹی کوالیفائڈ آپٹومیٹرسٹ لندن

OPTOMETRIST LONDON

مغل الیکٹرک ورکس اینڈ لائٹ ہاؤس

پروپرائیٹر: شبیر احمد مغل مین روڈ قلعہ کالروالہ (سیالکوٹ)

فون دوکان 3 پی پی

ہر قسم کے نگینہ و موتی کا مرکز

امتیاز نگینہ ہاؤس پھولاں والی گلی سیالکوٹ

فون: PP 85976

اکرام سنز اینڈ کے

جینٹس ٹیلرز اینڈ سوٹنگ سپیشلسٹ

محلہ کشمیری بیت الذکر جامع احمدیہ کبوتراں والی سیالکوٹ

فون دوکان: 86717-0432

غیر ملکی کرنسی کی تبدیلی و معیاری زیورات کا مرکز

بشیر ماڈرن جیولرز

فون: دوکان: 611159 مین بازار

رہائش: 611486 ڈسکہ

دعوت الی اللہ میں حصہ لے کر حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع کی دعائیں حاصل کریں

فینسی زیورات کا مرکز

الفضل جیولرز صرافہ بازار سیالکوٹ

فون: دوکان: 592316 گھر: 551179 - 586297

احمدیہ ٹیلی ویژن کی ۲۴ گھنٹے کی عالمی نشریات کے جاری ہونے پر جماعت احمدیہ عالمگیر کو

مبارکباد

مرزا اظہر حسین قائد و ممبران عاملہ و اراکین خدام الاحمدیہ چونڈہ

فون: 21037-04364 ضلع سیالکوٹ

بشارت کراکری سٹور

چوک تحصیل بازار سیالکوٹ

ہر قسم کے چاول کی اعلیٰ کوالٹی کا واحد مرکز

- مرکز خریداری سورج مکھی۔ گندم۔ مونجی
- ہر قسم کی زرعی ادویات زرعی بیج بھی دستیاب ہیں

ڈیلر: کارگل پاکستان سیڈز پرائیویٹ لمیٹڈ

قمر رائس ملز

گوجرانوالہ روڈ ڈسکہ (سیالکوٹ)

فون دفتر

04341- 3595

04341 - 611216

پروپرائیٹرز: چوہدری نصیر احمد گھمن

خالد محمود چاند

ALL KIND OF LEATHER GOODS

BTC

SPECIALIST IN GLOVES

OF ALL KINDS

BTC

MANUFACTURERS:-

IMPORTERS & EXPORTERS

Billoo

TRADING CORPORATION

P. O. Box : 877 SIALKOT - PAKISTAN

BILLOO TRADING CORPORATION

P. O. BOX. 877 SIALKOT PAKISTAN

Tel.			
	Off.	:	0432 - 593756
	Fac	:	0432 - 267115
	Resd.	:	0432 - 67087 - 65197
	Fax	:	0432 - 592086
	Telex	:	46434 BILLOO PK
	Cable	:	BILLOO, SIALKOT

طرح ممکن ہو تا رہا۔ ہمارے اس سوال پر ڈاکٹر صاحب موصوف نے بتایا کہ میرا یہ معمول تھا کہ عشاء کے بعد حد دس بجے تک میں سو جاتا تھا۔ پھر علی الصبح دو تین بجے بیدار ہو تا۔ آخر شب کی عبادت بجالا کر کام شروع کر دیتا۔ حتی کہ صبح کی عبادت کا وقت ہو جاتا۔ صبح کے سکون کے وقت کام کرنے کی یہ عادت مجھے بی ایس سی میں پڑی۔ اور جب سے اب تک یہ معمول جاری ہے۔ چنانچہ صبح کی عبادت باقاعدگی سے بیت الذکر جاکر ادا کرنا میرا معمول رہا ہے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ تمام عبادات بیت الذکر میں جاکر ادا کرنا میرا معمول رہا ہے اور عبادات کی یہ پابندی کبھی بھی میرے ریسرچ ورک میں حارج نہیں ہوئی بلکہ عبادت کے لئے بیت الذکر آنا جانا گویا میرے لئے آرام اور تفریح کا سبب بنا ہے۔ روٹین کے کام میں تبدیلی سے دل ودماغ تازہ دم ہو جاتا ہے۔

اس پر ہمیں یاد آیا کہ حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع نے بھی ایک بار فرمایا تھا کہ جب آرام کرنا چاہتا ہوں تو جو کام میں کر رہا ہو تا ہوں اس کو بدل کر کوئی اور کام شروع کر دیتا ہوں۔ اس سے مجھے آرام مل جاتا ہے۔ محترم ڈاکٹر صاحبؒ کی بات بھی اس سے ملتی جلتی ہے۔

محترم ڈاکٹر شریف خان صاحب نے بتایا کہ بی ایس سی سے میرا یہ طریق پختہ ہو گیا کہ میں ہر روز کا سبق گھر آکر لازماً دوہراتا بلکہ اگلا سبق پڑھ کر جاتا۔ چاہے گھر میں کیسی بھی مصروفیت آجائے میں اپنے اس معمول مین کبھی تبدیلی نہ آنے دیتا۔ ایک بار میرے اس معمول کی تائید حضرت چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کے ذریعے بھی ہوئی۔ انہوں نے بھی بتایا کہ وہ اپنا سابقہ سبق اور آئندہ سبق ہمیشہ پڑھ کر جاتے تھے۔

محترم ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ یہ معمول ایسی زبردست چیز ہے کہ اس کے نتیجے میں جب بھی امتحان آتا مجھے کبھی بھی فالتو محنت کی ضرورت نہ پڑتی اور جس طرح طلباء امتحان قریب آنے پر دن رات پڑھائی میں جُت جاتے ہیں مجھے کبھی اس کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ اس ضمن میں محترم ڈاکٹر خان صاحب نے بتایا کہ مجھ پر خدا تعالیٰ کی یہ خاص مہربانی تھی کہ کئی بار ایسا ہوا کہ امتحان سے چند دن پہلے اگلے پرچے میں آنے والے سوال از خود میرے ذہن میں آجاتے اگرچہ میری تیاری مکمل ہوتی تھی لیکن میں اپنی اس وجدانی کیفیت کے زیر اثر بعض سوالات کو خصوصی توجہ سے تیار کر لیتا تھا اور امتحان میں وہی سوالات آجاتے تھے۔

پورے پاکستان میں واحد آدمی

محترم ڈاکٹر صاحب نے اپنی ریسرچ کا ذکر دوبارہ شروع کرتے ہوئے فرمایا کہ پورے پاکستان میں میرے سبجیکٹ کا کوئی آدمی نہیں۔ میرے پی ایچ ڈی کے گائیڈ یا ممتحن کو بھی کچھ پتہ نہیں تھا۔ اسی وجہ سے میرا ڈاکٹریٹ کا مقالہ کینیڈا کی ہیلی فیکس یونیورسٹی کو بھیجا گیا ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ ایم ایس سی میں ہم تین ساتھی تھے جو ہر ٹیسٹ میں اول دوم سوم آیا کرتے تھے۔ میرے علاوہ ڈاکٹر شہزاد مفتی اور ایک خاتون فردوسیہ اعظم علی صاحبہ ایم ایس سی میں میرے مقالے کے گائیڈ پروفیسر ڈاکٹر احسن الاسلام تھے۔ میری بڑی خوش قسمتی ہے کہ مجھے بڑے اچھے استاد ملے۔ میں نے اپنی سانپوں پر کتاب کا انتساب انہی ڈاکٹر احسن الاسلام کے نام کیا ہے۔ بہت شفیق، مہربان اور توجہ دینے والے استاد تھے۔ یہ ایمبریالوجی پر ریسرچ کر رہے تھے۔ بڑی محنت سے انہوں نے مجھے ریسرچ کا ڈھنگ بتایا۔ چنانچہ مجھے تھیسس میں 200 میں سے 196 نمبر ملے۔

فیصلہ کن موڑ ڈاکٹر صاحب موصوف نے بتایا کہ ایم ایس سی تو میں نے کر لی لیکن اس کے بعد ایک ایسا واقعہ ہوا جس نے میری ریسرچ میں ایک فیصلہ کن موڑ کی حیثیت اختیار کر لی۔ میرا تھیسس گورنمنٹ کالج لاہور کے مجلّے بائیالوجیا Biologia میں شائع ہوا۔ یہ رسالہ جرمنی میں Sinkenberg میوزیم میں ڈاکٹر رابرٹ مرٹنز کے پاس پہنچا۔ انہوں نے میرے تھیسس کے نام کے بارے میں اختلاف کیا کہ اس Specie کا نام یہ نہیں بلکہ یہ ہونا چاہئے۔ اس پر میں اپنے گائیڈ ڈاکٹر احسن کے پاس پہنچا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ جاؤ یونیورسٹی لائبریری میں کتب دیکھو اور آخر کار کہا کہ ڈاکٹر مرٹنز ٹھیک کہتے ہیں اس پر میں نے ڈاکٹر احسن سے ایک سوال کیا جو میری مستقبل کی ریسرچ کا فیصلہ کن موڑ بن گیا۔ میں نے سوال کیا کہ آپ میرے گائید ہیں۔ مگر آپ کو بھی صحیح نام کے بارے میں علم نہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں یہ بات درست ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس موضوع پر پاکستان میں کبھی کام نہیں ہوا۔ اور مجھے ہی کیا یہاں کسی کو بھی اس کا علم نہیں۔

مختلف زبانوں کی مشکلات اور ان کا حل

اس پر میں نے فیصلہ کیا کہ میں اس پر کام کروں گا۔ چنانچہ میں نے ڈاکٹر مرٹنز سے رابطہ کیا۔ اور درخواست کی مجھے اس بارے میں لٹریچر بھجوائیں۔ چنانچہ انہوں نے جرمن زبان میں اس بارے میں لٹریچر بھجوایا۔ اب مجھے تو جرمن زبان آتی نہ تھی۔ چنانچہ میں نے خلافت لائبریری اور فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی لائبریری میں جاکر جرمن زبان سیکھنے کی کتب حاصل کیں مگر میں اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اللہ تعالیٰ نے میری مدد یوں کی کہ ملتان کے ملک عمر علی کھوکھر صاحب کے ایک صاحبزادے ملک زبیر صاحب ہیں۔ ان کی والدہ جرمن تھیں جس کی وجہ سے ان کو جرمن آتی تھی۔ انہوں نے میری بے انتہا مدد کی۔ میں ان کے پاس جاتا وہ بولتے جاتے اور میں لکھتا جاتا۔ چنانچہ میں نے ڈاکٹر مرٹنز کا بھجوایا ہوا سارا لٹریچر سبقاً سبقاً ان کے ذریعے پڑھ لیا۔

محترم ڈاکٹر صاحب نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ میری مدد کی۔ ایک بار میرے پاس فرنچ لٹریچر آگیا۔ جامعہ احمدیہ میں ماریشس کے ایک طالب علم مکرم احمد شمشیر سوکیہ صاحب تھے۔ انہوں نے میری مدد کی حامی بھری۔ انہوں نے بتایا کہ جامعہ احمدیہ میں میرا فلاں پیریڈ خالی ہوتا ہے۔ میں وقت مقررہ پر وہاں پہنچ جاتا۔ اور ان سے فرنچ لٹریچر سمجھ لیتا۔ اسی طرح اس زبان کے بارے میں مکرم ڈاکٹر محمود بھنو صاحب آف ماریشس نے بھی میری بڑی مدد کی۔ ان کے پاس جاجاکر بھی میں فرنچ لٹریچر سے اپنے مطلب کا علم حاصل کرتا رہا۔ اس کے لئے مجھے متواتر اور مسلسل کوششیں کرنا پڑیں۔ ایک بار میرے پاس میرے موضوع کے بارے میں رشین لٹریچر آگیا ملک زبیر صاحب پھر میرے کام آئے۔ انہوں نے کہا کہ میں رشین بھی جانتا ہوں چنانچہ رشین لٹریچر ان سے سمجھ لیتا۔

ایک دفعہ مجھے ایک پیپر ملا جو سانپوں کی ریڑھ کی ہڈی کے بارے میں تھا۔ زبان کا پتہ نہ چلتا تھا۔ کسی نے کہا کہ شاید یہ اٹالین زبان ہے۔ میں اٹلی کے سابق مربی مکرم مولوی عثمان صاحب کے پاس جاپہنچا۔ انہوں نے معذرت کی کہ میں زیادہ عرصہ گزر جانے کی وجہ سے اطالوی زبان بھول چکا ہوں۔ میں نے ایک بار پھر ملک زبیر صاحب سے ذکر کیا وہ عجیب Multi Language (کئی زبانوں کا ماہر) شخص نکلے۔ انہوں نے کہا کہ ڈکشنری لادیں۔ میں آپ کو سمجھا دوں گا۔ چنانچہ وہ مفہوم مجھے سمجھا دیتے اور میں انگریزی میں نوٹس لیتا رہا۔

محترم ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ میں نے اپنی ریسرچ کی طباعت کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے۔ مختلف یونیورسٹیوں اور ریسرچ اداروں کو میں معلومات بھجواتا رہتا ہوں اور ان مختلف جگہوں سے مجھے جواباً لٹریچر پہنچتا رہتا ہے۔ مجھے اس 1996ء سے قبل پہلے کبھی پاکستان سے باہر جانے کا موقعہ نہیں ملا۔ لیکن میں نے تحریری رابطہ کر کے دنیا بھر کی یونیورسٹیوں اور ریسرچ اداروں سے رابطہ قائم رکھا۔ بعض اوقات ایسا ہوتا کہ کوئی موضوع اڑا ہوا ہے۔ کہ اچانک کسی طرف سے مجھے ایسا لٹریچر موصول ہو جاتا کہ میری مشکل حل ہو جاتی۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس کی رحمت نے ایک نہیں کئی بار ایسے مواقع پر میری مدد کی۔

اہلیہ محترمہ کا بے لوث تعاون

"محترم ڈاکٹر صاحب! میں حیران ہوں کہ آپ ٹی آئی کالج کے واقف زندگی کارکن تھے جہاں پروفیسر صاحبان کی تنخواہیں بھی اتنی کم ہوتی تھیں کہ بمشکل گزارا ہوتا تھا۔ اس صورت حال میں دنیا بھر کے کئی ممالک سے رابطہ رکھنا۔ ان کو خطوط لکھنے۔ پیپرز بھجوانے، پھر مختلف Species کے نمونے پیک کر کے بھجوانے۔ یہ سارا کام تو بے حد اخراجات چاہتا ہے۔ آپ کی ریسرچ پر اپنے طور پر بھی بڑے اخراجات اٹھتے ہوں گے۔ یہ تو بتائیے کہ یہ سارے خرچ آپ کس طرح پورے کرتے رہے؟"

محترم ڈاکٹر صاحب ہمارے اس سوال پر بے ساختہ مسکرا دیئے۔ مگر ان کے جواب کا لفظ لفظ ان کی ممنونیت کا بے ساختہ اظہار تھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ میری اہلیہ رشیدہ تسنیم صاحبہ جامعہ نصرت میں پڑھاتی ہیں۔ ان کی تنخواہ بھی میرے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ مگر اس خدا کی بندی نے کبھی کوئی مطالبہ نہیں کیا۔ صرف گھر کی دال روٹی چلتی رہے۔ اتنا ہی اس کا مطالبہ ہوتا ہے۔ ورنہ عورتوں کے معاملات تو کئی قسم کے اخراجات چاہتے ہیں۔

ہم نے عرض کیا کئی بار ایسا بھی تو ہوتا ہو گا کہ گھر پر رقم کی ضرورت ہوئی اور آپ نے وہ رقم اپنی ریسرچ کی نذر کر دی۔ پھر تو گھر میں جھگڑا اٹھتا ہو گا؟ ڈاکٹر صاحب بولے ایسے خرچ ایک بار نہیں کئی بار ہوتے رہے ہیں مگر اللہ جزا دے میری بیوی کو اس نے کبھی اف نہیں کی۔ لیکن میں تو یہ کہتا ہوں کہ کام کرنے والے کی مدد خود خدا کرتا ہے۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ ابتدا میں ایک عرصے تک میرے پاس ٹائپ رائٹر بھی نہیں تھا۔ میرے ایک شاگرد منور احمد انیس ٹائپ جانتے تھے۔ انہوں نے پیشکش کی کہ وہ میرا کام کر دیا کریں گے۔ چنانچہ میں لمبے عرصے تک اس کے پاس جاجاکر اپنے پیپرز ٹائپ کرواتا رہا۔

ٹائپ رائٹر گندم کی امداد کے عوض

آخر میرے پاس اپنا ٹائپ رائٹر بھی آگیا۔ وہ کس طرح ہوا۔ یہ بھی دلچسپ کہانی ہے۔ دار الرحمت میں مکرم نذیر احمد سولنگی ہوا کرتے تھے۔ ان کا ایک بیٹا مبشر احمد سولنگی میرا شاگرد تھا۔ نذیر صاحب کویت میں ہوتے تھے۔ میں نے ایک دفعہ مبشر کو کہا کہ اپنے ابو سے کہہ کر مجھے ایک ٹائپ رائٹر تو منگوا دو۔ اس نے منگوا دیا۔ ان دنوں گندم کی امداد کی رقم انجمن سے ملی تھی۔ وہ چھ سو روپے تھے۔ اور اتنی ہی ٹائپ رائٹر کی قیمت تھی۔ میں نے وہ چھ سو روپے اس کے حوالے کر کے ٹائپ رائٹر حاصل کر لیا۔

ڈاکٹر صاحب فرمانے لگے ٹائپ تو مجھے اب بھی نہیں آتی۔ اب بھی میں ایک انگلی سے ٹائپ کرتا ہوں۔ لیکن اس کا بھی فائدہ ہے کہ غلطی کم ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک بار مبارک نذیر صاحب (حال مربی کینڈا) جب وہ ربوہ میں تھے تو ان کے بچوں کی فوٹو سٹیٹ کی دوکان تھی۔ میں اکثر فوٹو سٹیٹ کروانے ان کی دوکان پر جایا کرتا تھا۔ وہاں پر میں نے الیکٹریکل ٹائپ رائٹر دیکھا۔ مجھے پتہ چلا کہ اس کی خوبی یہ ہے کہ اگر غلط لفظ پڑ جائے تو یہ

نیو احمد جیولرز

گلی چوک شہیداں
سیالکوٹ

فون: دوکان 0432-587298
موبائیل نمبر 0432-348235

پروپرائیٹر: محمد احمد توقیر

خالص جدید ڈیزائنوں میں اعلیٰ معیاری زیورات بنوانے اور خریدنے کیلئے آپ کے
قدیمی احمدی جیولرز

رانا جیولرز

صرافہ بازار
بدوملہی (ضلع نارووال)

فون: دکان 108، رہائش: 208 پروپرائیٹر: نصیر احمد، فرید احمد

بھائی بھائی جیم سٹون سنٹر

فردوس شاپنگ سنٹر صرافہ بازار سیالکوٹ شہر
پروپرائیٹرز: عتیق احمد گوندل ۔ رفیع احمد گوندل
فون رہائش: 0432-592786

سرجیکل انسٹرومنٹ، بیرنگ سٹور، ڈیزل انجن شاپ

البدر انڈسٹریز

نسبت روڈ ۔ ڈسکہ
پروپرائیٹرز: مرزا نصیر احمد اینڈ سنز (سیالکوٹ)
فون دفتر: 04341-3827

ہر قسم کے چاولوں کی اعلیٰ کوالٹی کا مرکز ● مرکز خریداری سورج مکھی۔ گندم۔ مونجی

BRM

بٹ رائس ملز اینڈ رائس ڈیلرز

بائی پاس روڈ چونڈہ (ضلع سیالکوٹ)

دفتر: 04364 - 21542
رہائش: 21205 - 21222

پروپرائیٹرز: مولا بخش بٹ
خالد احمد بٹ
غفار احمد بٹ

مینوفیکچرز ولکنائزنگ میٹریل (اینڈ) سائیکل ٹائر و ٹیوب بنانے والے

FRW

فضل ربڑ ورکس

حاجی پورہ سیالکوٹ
(پاکستان)

پروپرائیٹرز: عبدالجبار گھمن
ناصر احمد سہری

فون دفتر: 0432-66876

مرکز خریداری: سورج مکھی۔ گندم اور مونجی

ساہی رائس ملز

پروپرائیٹر: چوہدری ریاست علی ساہی ۔ گوجرانوالہ روڈ ڈسکہ (سیالکوٹ)

فون دفتر 04341- 3429
رہائش 04341- 2748

ٹائر اور ٹیوب کیلئے ولکنائزنگ میٹریل بنانے والے

پاک ربڑ انڈسٹریز

ڈسکہ روڈ سیالکوٹ
پوسٹ بکس 2450

پروپرائیٹرز: عبدالحفیظ گھمن
امان اللہ گھمن

فون آفس: 0432 - 550437
550919

چاولوں کی خرید و فروخت کا با اعتماد ادارہ

شفیق اینڈ کو رائس ڈیلرز

غلہ منڈی ڈسکہ

پروپرائیٹرز: قاسم احمد ساہی
طارق احمد ساہی

آفس: 04341- 610110
610800
رہائش: 3923
فیکس: 04341 - 610700

میں تجھ سے نہ مانگوں تو نہ مانگوں گا کسی سے
میں تیرا ہوں تو میرا خدا میرا خدا ہے

ڈیلر: ائیر کنڈیشنرز ● ریفریجریٹرز ● ڈیپ فریزر ● ائیر کولر
● کوکنگ رینج ● الیکٹرک اینڈ گیس واٹر ہیٹر ● روم ہیٹر ● واشنگ مشین
● سٹیبلائزر اینڈ ہوم اپلائنسز نیز
اٹلس یونیورسل اینڈ سپر ایشیا کی مصنوعات کی خریداری کا مرکز

خواجہ رشید سنز

ٹرنک بازار سیالکوٹ

فون شوروم: 0432- 586576

اس کو خود ہی مٹا بھی دیتا ہے۔ مجھے اس میں بڑی کشش محسوس ہوئی کیونکہ عام ٹائپ رائٹر میں غلطی درست کرنے میں بڑا وقت ضائع ہوتا تھا۔ میں نے پوچھا کہ اس کی کیا قیمت ہے۔ انہوں نے بتایا کہ نو ہزار روپے۔ میں نے کہا کہ میں لینا چاہتا ہوں۔ کہنے لگے اگر آپ یکمشت رقم دیں تو سات ہزار روپے میں اور قسطوں میں دیں تو آٹھ ہزار میں ملے گا۔ میرے پاس اکٹھی رقم کہاں سے آتی۔ چنانچہ میں نے قسطوں میں یہ ٹائپ رائٹر لے لیا۔ اللہ مدد کرتا ہی جاتا ہے۔ اللہ نے مدد کی آخر کار یہ قسطیں بھی ختم ہو گئیں۔

تحفہ سوچ سمجھ کر لایا کرو اسی طرح میرے ایک شاگرد مکرم ڈاکٹر صلاح الدین صاحب امریکہ سے میرے لئے سوٹ کا کپڑا تحفہ میں لائے۔ میں نے کہا مجھے اس کوئی ضرورت نہیں۔ آئندہ میرے لئے تحفہ لاؤ تو سوچ سمجھ کر لایا کریں۔ 3۔4 سال کے بعد وہ دوبارہ آئے تو ان کے پاس ایک ڈبہ تھا۔ کہنے لگے آپ کے لئے ایک خاص تحفہ لایا ہوں۔ میں نے کہا یہ کیا چیز ہے؟ کہنے لگے اس کو کھول کر دیکھیں۔ اسے کھولا تو یہ ایک کمپیوٹر تھا۔ کہنے لگے کہ یہ ایک پرانے طرز کا کمپیوٹر ہے۔ امریکہ میں یہ بے کار تھا۔ آپ کے لئے بڑا کارآمد ہوگا۔ یہ 1988ء کی بات ہے اس طرح میرے پاس کمپیوٹر آ گیا۔ تو تحقیقی تحریروں کے مسئلے بڑے آسان ہو گئے۔ چنانچہ میں نے اس پر کام شروع کر دیا۔

پھر میرے بیٹے مسعود خان نے بی ایس سی کے بعد کمپیوٹر کی تعلیم میں داخلہ لیا تو اس کو ایک کمپیوٹر لے کر دیا۔ وہ تعلیم سے فارغ ہوا تو وہ کمپیوٹر اب میرے کام آ گیا۔ بہت اچھا ہے۔ اس میں بہت سی سہولتیں ہیں۔ پھر پرنٹر بھی لے لیا۔ اس سے اور زیادہ سہولت ہو گئی۔ مگر یہ تو اب حال کی بات ہے۔ چند سال پہلے کی۔

محترم ڈاکٹر شریف خان صاحب کی باتیں بے حد دلچسپ تھیں۔ یہ ایک سیلف میڈ شخص کی داستان ہے۔ جس نے اپنی ساری شہرت صرف اپنی ذاتی محنت اور مثالی جدوجہد سے حاصل کی۔ بلاشبہ ایسے لوگ روشنی کا مینار ہوتے ہیں۔ ہمارے احمدی طالب علموں کے لئے تو اس میں رہنمائی کے بے شمار مواقع پوشیدہ ہیں۔

بات ہو رہی تھی ڈاکٹر صاحب کی ریسرچ کی۔ ہم نے سوال کیا کہ آپ کے ریسرچ پیپرز بین الاقوامی سائنسی جرائد میں کب شائع ہونے شروع ہوئے۔

ریسرچ کی تفاصیل ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ میرا پہلا ریسرچ پیپر 1972ء میں ایک امریکی جرنل میں شائع ہوا جس کا نام Herpetologica تھا۔ یہ جرنل مچھلیوں اور ریپٹالوجی کی سٹڈی کا ایک ادارہ شائع کرتا ہے۔ میرے پیپر کا عام فہم موضوع تھا "ضلع جھنگ کے کرلے"۔

ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ اب تک میرے ایک سو کے قریب ریسرچ پیپر عالمی اہمیت کے جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ دو کتابوں میں Reptiles کے بارے میں ابواب تحریر کرنے کے لئے مجھے کہا گیا۔ ایک کتاب کا نام "انڈو پیسفک ریجن کے طبی اہمیت کے زہریلے سانپ" ہے۔ اس میں میں نے پاکستان کے سانپ اور سانپ کے کاٹے کے مسائل پر باب تحریر کیا ہے۔ اس کتاب کے ایڈیٹر سنگاپور کے ایک ماہر ہیں اور اس کتاب میں لکھنے والوں میں میرے علاوہ کئی ماہرین شامل ہیں۔ دوسری کتاب اردو میں "پاکستان کی جنگلی حیات" کے موضوع پر اردو سائنس بورڈ نے شائع کی ہے۔ اس میں تین ابواب میں نے لکھے ہیں۔ جو پاکستان کے مینڈک، کچھوے، سانپ اور چلپائے (کرلے) کے بارے میں ہیں۔

ابھی حال ہی میں میری کتاب "سرزمین پاکستان کے سانپ" اردو سائنس بورڈ نے شائع کی ہے۔ اس ادارے کے ساتھ پاکستان کے مینڈک' اور پاکستان کے چلپائے (کرلے) کے موضوع پر بھی کتابیں لکھنے کی بات طے ہوئی تھی۔ مگر یہ دونوں موضوع ابھی اشاعت کے منتظر ہیں۔

اسی طرح میری ایک اور کتاب زیر طبع ہے اور امید ہے کہ اس سال کے آخر تک شائع ہو جائے گی۔ 300 صفحات کی یہ کتاب میامی امریکہ کا ایک پبلشنگ ادارہ شائع کر رہا ہے۔ جس کا نام

Kerieger Publishing Company

ہے۔ اس کتاب کا موضوع ہے۔

Colour Guide to the reptiles and amphibians of Pakistan

محترم ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ اپنے موضوع کے اعتبار سے پاکستان میں اپنی نوعیت کی اکیلی کتب ہیں اس سے قبل پاکستان میں کسی پاکستانی نے اس موضوع پر نہ تو ریسرچ کی ہے اور نہ قلم اٹھایا ہے۔

ریسرچ کے موضوعات محترم ڈاکٹر صاحب یہ بتایئے کہ آپ کی ریسرچ کے خصوصی موضوعات کیا ہیں؟"

ہمارے اس سوال پر محترم ڈاکٹر شریف خان صاحب نے بتایا کہ میری ریسرچ کی تھیم پاکستان میں پائے جانے والے مینڈک، چھپکلیاں اور سانپ ہیں۔ ان کی مختلف اقسام کا مطالعہ، کون سی نئی ایسی قسمیں ہیں جن کا پہلے ذکر نہیں آیا۔ ان کا جغرافیائی پھیلاؤ جو نئی اقسام دریافت ہوتی ہیں ان کی پہچان کے علاوہ جسم کی تشریح، عادات، خصائل، رہن سہن یعنی Ecology۔

ڈاکٹر صاحب اس ریسرچ کو معروف سائنسی جرائد میں چھپوانے سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے؟"

ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ آپ کا سوال بے حد اہم ہے ایک تو خیر عمومی بات ہے کہ اس سے علم کا میدان وسیع ہوتا ہے۔ مگر اس کا اصل فائدہ یہ بھی ہے کہ جب میں کوئی ریسرچ کرتا ہوں اور اس کے نتائج کے بارے میں پیپر مرتب کر کے کسی بین الاقوامی اہمیت کے سائنس جرنل میں بھیجتا ہوں تو اس مضمون کے ماہرین کو یہ ریسرچ پیپر بھجوایا جاتا ہے۔ جن کو عام طور پر ریفری کہا جاتا ہے۔ یہ ماہرین اپنے علم کی کسوٹی پر اس ریسرچ کو پرکھتے ہیں۔ حل طلب سوالوں کے بارے میں بعض اوقات خط و کتابت بھی ہوتی ہے۔ مشکل مسائل کو حل کرنے کی تگ و دو ہوتی ہے تب یہ لوگ اس ریسرچ کی تصدیق کرتے ہیں۔ تب یہ پیپر شائع ہوتا ہے۔ یہ ریفری صاحبان یونیورسٹیوں اور میوزیمز کے پروفیسر اور ڈاکٹرز ہوتے ہیں۔ ان میں سے اکثر لوگ کئی کئی کتب کے مصنف بھی ہوتے ہیں۔

ای۔ میل کا رابطہ محترم پروفیسر صاحب نے انکشاف کیا اب تو میں نے E-Mail کی سہولت بھی حاصل کر لی ہے۔ جونہی خط بھیجو فوراً جواب آ جاتا ہے۔ دنیا کے کونے کونے میں اپنے فیلڈ میں کام کرنے والوں سے رابطہ قائم ہے۔ صرف تحریری جواب نہیں آتا بلکہ متعلقہ جانور کا نمونہ باقاعدہ پیک شدہ صورت میں بھی آ جاتا ہے میں بھی ایسے نمونے بھجواتا رہتا ہوں۔ میں جو بھی نیا جانور دریافت کرتا ہوں اس کا نمونہ باہر کی دنیا کے ممالک میں قائم شدہ مشہور میوزیمز یعنی برٹش میوزیم۔ امریکن نیشنل میوزیم وغیرہ کو بھجواتا رہتا ہوں۔ جہاں وہ محفوظ رہتے ہیں۔ اور سائنس دان ان کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

13 نئی دریافتیں ڈاکٹر صاحب موصوف نے انکشاف کیا کہ وہ اب تک جو نئی Species دریافت کر چکے ہیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔

8 نئی چھپکلیاں
ایک نیا سانپ اور
چار قسم کے مینڈک

ان سب کے نمونے میں نے باہر کے کئی اداروں کو بھجوائے ہیں جہاں پر اس مضمون کے ماہرین ان کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں۔

"ڈاکٹر صاحب یہ فرمایئے پاکستان سے باہر کس کس ملک سے آپ کے رابطے ہیں؟"

ڈاکٹر شریف خان صاحب نے بتایا کہ امریکہ، جرمنی، برطانیہ، فرانس سوئٹزرلینڈ، روس، انڈونیشیا، ایران اور سری لنکا وغیرہ ممالک سے میرا رابطہ رہتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ ان سارے سبجیکٹس پر جو بھی کام ہو رہا ہے پاکستان میں صرف میں ہی کر رہا ہوں۔ میرے ہم عصروں میں سے کوئی بھی نہیں۔ ہاں اب دو صاحبان ایک فیصل آباد میں اور ایک اسلام آباد کے نیشنل ہسٹری میوزیم میں ہیں۔ جنہوں نے بھی کچھ کام شروع کیا ہے۔ باہر سے آنے والے ماہرین مجھے ملنے اور میری ریسرچ لیبارٹری دیکھنے کے لئے ربوہ آتے رہتے ہیں۔

ڈاکٹریٹ میں تاخیر کا معمہ "ڈاکٹر صاحب آپ نے اتنی وسیع ریسرچ کی ہے اور ڈاکٹریٹ اب جا کر حاصل کی ہے۔ یہ کیا راز ہے؟"

ہمارے اس سوال کا جواب دراصل ڈاکٹر شریف خان صاحب کی درویشی میں پنہاں ہے۔ وہ سادگی اور بے نیازی سے بولے کبھی اس طرف خیال ہی نہیں گیا تھا کہ مجھے بھی ڈاکٹر ہونا چاہئے۔ 1986ء کی بات ہے ایک دفعہ میرے دوستوں نے کہا کہ تم پنجاب یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کیوں نہیں کر لیتے؟ اگرچہ ہم تمہارے معیار کے بندے تو نہیں ہیں۔ مگر رسماً ہی سہی ہمارے ماتحت رہ کر ہی کر لو۔

اس سے پہلے بھی جب میں نے ایم ایس سی کیا تھا تو میرے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ نے کہا تھا کہ ربوہ جا کر کیا کرو گے بے آب و گیاہ جگہ ہے۔ میں تمہیں یہیں نوکری دیتا ہوں ایک دو سال میں پی ایچ ڈی کر لینا۔ یہ ڈاکٹر مظفر احمد صاحب تھے۔ ایک دفعہ یہ بی ایس سی کی Affiliation کے لئے ربوہ آئے۔ پھر انہوں نے دوبارہ کہا کہ پی ایچ ڈی کر لو۔ اب تو وہ ہر جگہ مثال دیا کرتے ہیں کہ ٹی آئی کالج ربوہ میں رہ کر یہ شخص اتنی گہری ریسرچ کر رہا ہے۔ آخر میں نے اپنے دوستوں کے اصرار پر 1991ء میں اپنا ریسرچ تھیسس پی ایچ ڈی کے لئے تیار کر لیا۔ پنجاب یونیورسٹی میں اس کو سمجھنے والا ہی کوئی نہ تھا۔ نہ ہی پورے پاکستان میں کوئی ہے۔ کامل پانچ سال تک یہ ریسرچ تھیسس فائلوں میں دبا رہا۔ عزیزم ملک مظفر احمد صاحب ابن ملک مبارک احمد صاحب کی کوششوں سے یہ تھیسس کینیڈا کی ہیلی فیکس یونیورسٹی کو بھیجا گیا جہاں سے یہ ریسرچ منظور ہوئی اور مجھے جولائی 1996ء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری عطا کر دی گئی۔

ریسرچ کا دلچسپ طریق محترم پروفیسر ڈاکٹر شریف خان صاحب کی ریسرچ کا طریقہ کار بھی بڑا دلچسپ رہا ہے۔ یہ اپنے شاگردوں کو کہا کرتے ہیں کہ ہفتے میں ایک دن میرے ساتھ نکلو۔ ہاتھ میں ڈنڈے لے لو۔ لمبے بوٹ پہن لو۔ پلاسٹک کے دو چار لفافے لے لو۔ ان کو ساتھ لے کر یہ دو دو تین لڑکوں کا گروپ بنا کر مطلوبہ جگہ پر لے جا کر ہدایت کرتے کہ جھاڑیوں کو ہلاؤ۔ جو بھی جانور ملے اسے پکڑ کر لفافے میں بند کر لو۔ اس طرح سے ان کی لیبارٹری کے لئے مواد مہیا ہو جاتا۔

ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنی ریسرچ کے لئے پاکستان کے مختلف علاقوں کے کئی دورے بھی کئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے بتایا کہ وہ اس سلسلے

میں مانسہرہ‘ سوات‘ شمالی علاقہ جات‘ ڈیرہ غازی خان‘ راجن پور‘ چولستان‘ چاغی‘ خاران سمیت کئی علاقوں میں جا چکے ہیں۔ اور اب خواہش ہے کہ ایک دورہ ڈیرہ اسماعیل خان کا کریں۔

ایک حادثہ "ڈاکٹر صاحب یہ بتایئے کہ آپ جو سانپوں وغیرہ پر کام کرتے ہیں تو کیا کبھی کوئی حادثہ بھی پیش آیا؟"

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ کئی بار سانپوں نے کاٹا۔ مگر یہ زہریلے نہیں تھے۔ اپنی ریسرچ کے آغاز میں ایک دفعہ میں لڑکوں کو ساتھ لے کر نکلا۔ ربوہ کے قریب برجی کے علاقے میں ایک پہاڑی تھی۔ لڑکے گروپوں میں تقسیم ہو کر بکھر گئے ایک جگہ لڑکوں نے بتایا کہ پہاڑی پر کوے بول رہے ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ یہاں پر سانپ ہو گا۔ کوے پہاڑی کی چوٹی پر منڈلا رہے تھے۔ ایک لڑکے کے پاس ائرگن تھی۔ اس نے سانپ کو دیکھ لیا اس نے ائرگن سے نشانہ لیا۔ چھرّا سانپ کو لگا۔ اور وہ اوپر سے نیچے گرا۔ میں نیچے کھڑا تھا۔ اس وقت تک ابھی مجھے سانپ پکڑنے کا طریقہ بھی نہ آتا تھا۔ اب تو میں آسانی سے سانپ پکڑ لیتا ہوں۔ خیر سانپ گرا تو میں نے فوراً ہاتھ آگے کر کے اس کو پکڑ لیا۔ سانپ نے فوراً میرے ہاتھ پر کاٹا۔ اور اپنے جسم کو میری کلائی کے گرد بل دے دیا۔ میرے ہاتھ پر خاصا زخم آیا پھر میں نے سانپ کو گردن سے پکڑ لیا۔ ایک لڑکے سے رومال لے کر زخم پر باندھا اور اسی طرح سانپ کو ہاتھ میں پکڑے پکڑے لڑکوں کو کہا کہ واپس لیبارٹری کی طرف چلو۔ میرے ہاتھ سے خون بہہ رہا تھا اور سانپ میری کلائی گرد لپٹا ہوا تھا۔ برجی سے کالج کا فاصلہ بھی خاصا تھا۔ اور ہم سب تھے بھی پیدل۔ زخم کا خطرہ بھی تھا کہ نہ معلوم سانپ کس قدر زہریلا ہے۔ خیر اسی طرح لیبارٹری آئے۔ ایک ہاتھ سے تالا کھولا۔ اب تک یہ سمجھ نہ تھی کہ سانپ کو کس طرح سے جسم سے جدا کیا جائے۔ چنانچہ اس کو پکڑے پکڑے ذبح کیا۔ اور اس کو لیبارٹری میں سنبھالا۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ سانپ زہریلا نہیں تھا۔ اس لئے زخم سے کوئی نقصان نہیں ہوا۔

ڈاکٹر صاحب موصوف ہنس ہنس کر یہ روداد سنا رہے تھے اور میں حیرانی سے سن رہا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کی طبعی بہادری پر تعجب بھی آ رہا تھا۔ ان کی علم سے محبت پر رشک بھی آ رہا تھا۔

ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ انہوں نے دو ریسرچ پراجیکٹس پر کام کیا ہے۔

1 پوٹھوہار کے Reptiles یہ پراجیکٹ پاکستان سائنس فاؤنڈیشن نے 89-1986ء میں دیا۔

2 ورلڈ وائلڈ لائف فنڈ پاکستان نے 92-1991ء میں ڈیرہ غازی خان اور راجن پور کے Reptiles پر۔

ڈاکٹر صاحب کے گھر سے واپسی پر میرے ذہن میں بھی وہی جملہ گونج رہا تھا۔ جو ایک سادہ مگر پڑھے لکھے دیہاتی نے حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری سے مل کر کہا تھا کہ ‘

"اندر بلا بدھی ہوئی اے"

خدمت دین محترم پروفیسر ڈاکٹر شریف خان صاحب ایک مخلص سادہ اور درویش صفت‘ بلکہ قلندر مست احمدی ہیں۔ ہم نے ان سے سوال کیا کہ ریسرچ کے علاوہ آپ کو جماعتی خدمات کا بھی کوئی موقع ملا؟ ہمارا خیال تھا کہ ڈاکٹر صاحب کی مصروفیات کے پیش نظر ان کو ایسی خدمت کا کم ہی موقع ملتا ہو گا۔ لیکن ان کے جواب نے ہمیں ایک بار پھر حیران کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ آجکل میں محلہ کی مجلس انصار اللہ میں نائب زعیم ایثار کے عہدے پر کام کر رہا ہوں۔ اس سے قبل خدام کی عمر میں دارالصدر غربی کے زعیم خدام۔ مربی اطفال کے طور پر کام کیا ان دنوں میں عبادات کے امام کے فرائض بھی ایک عرصہ تک انجام دیتا رہا۔

محترم ڈاکٹر صاحب کی ایک اور بات نے تو ہمیں حیران ہی نہیں پریشان بھی کر دیا۔ کہنے لگے کہ میں نے اپنے محلے والوں سے کہا کہ میں جماعتی خدمت کے لئے زیادہ وقت تو نہیں نکال سکتا لیکن میں خدمت دین بھی کرنا چاہتا ہوں اس لئے آپ مجھے محصل کی ڈیوٹی دے دیں۔ چنانچہ عرصہ 7-8 سال سے میں اپنے محلے میں جماعتی چندوں کے علاوہ فطرانہ عید فنڈ وغیرہ وصول کرتا ہوں۔

انٹرویو تو ختم ہو چکا تھا۔ دو گھنٹے میں پروفیسر ڈاکٹر شریف خان صاحب نے ہمیں کتنی ہی دنیاؤں کی سیر کرا دی تھی۔ کتنی ہی حیرتوں سے روشناس کرا دیا۔ ہماری گدڑی میں کیسے کیسے لعل چھپے ہیں۔ احمدیت کے دامن میں کیسے کیسے ہیرے اللہ تعالیٰ نے عطا کر رکھے ہیں۔

بقیہ صفحہ ۱۹

غرباء کو عید کی خوشیوں میں شامل کرنے کی تحریک

حضرت امام الرابع نے 12 جولائی 1983ء کو عید کے خطبہ میں فرمایا کہ عید کا ایک بہت اہم سبق خدمت خلق ہے۔ جس کے بغیر عید کی خوشیوں سے حقیقی طور پر لطف اندوز نہیں ہو سکتا۔ اس لئے عید کی مسرتوں میں اپنے غریب بھائیوں کو شامل کریں۔ آج عید (-) کے بعد ضروری امور سے فارغ ہو کر اگر وہ لوگ جن کو خدا نے نسبتاً زیادہ دولت عطا فرمائی ہے زیادہ تمول کی زندگی بخشی ہے وہ کچھ تحائف لے کر غریبوں کے ہاں جائیں اور غریب بچوں کے لئے کچھ مٹھائیاں لے جائیں.... بچوں کے لئے جو ٹافیاں یا چاکلیٹ آپ نے رکھے ہوئے ہیں وہ لیں اور بچوں سے کہیں آؤ آج ہم ایک اور قسم کی عید مناتے ہیں۔ ہمارے ساتھ چلو ہم بعض غریبوں کے گھر آج دستک دیں گے۔ ان کو عید مبارک دیں گے ان کے حالات دیکھیں گے اور ان کے ساتھ اپنے سکھ بانٹیں گے۔... اس طرح اگر آپ غریب لوگوں کے گھروں میں جائیں گے اور ان کے حالات دیکھیں گے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ بعض لوگ ایسی لذتیں پائیں گے کہ ساری زندگی کی لذتیں ان کو اس لذت کے مقابل پر ہیچ نظر آئیں گی۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 26 جولائی 1983ء)

اس تحریک پر لبیک کہتے ہوئے جماعت نے خوشیوں کے نئے چمن دریافت کئے ہیں اور بہت سے احباب ذاتی تجربات کے ذریعہ حضرت صاحب کے فرمان کی سچائی کے گواہ بن چکے ہیں۔

ان تحریکات کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ نہ صرف اپنے مقاصد کی جانب ہر پہلو سے پیش قدمی اور ترقی کر رہی ہے بلکہ جماعت میں نیکیوں میں مسابقت کی روح مسلسل بیدار رہتی ہے۔

ان کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ جماعت میں ہر طبقہ اور مزاج کے لوگوں کی تسکین کا سامان مہیا کیا گیا ہے اور وہ اپنی متنوع صلاحیتوں کو خدمت دین میں صرف کرتے ہیں۔

ان تحریکات کو پروان چڑھانے کے دوران رضاکاروں اور خدمت کرنے والوں کی ایک بہت بڑی تعداد ابھر کر سامنے آتی ہے جن کے تجربات اور ذوق و شوق کی خوشبو نئی نسلوں میں منتقل ہوتی ہے۔

ان تمام امور نے جماعت احمدیہ اور اس کے نظام میں بے پناہ طاقت پیدا کر دی ہے جس کی نظیر کسی اور جماعت میں پیش کرنا ممکن نہیں۔

امتہ الباری ناصر

احمدی خواتین کی شجاعت

"تسلیم و رضا اور فرمانبرداری میں۔ ایمان لانے میں۔ راست گوئی میں۔ صبر کرنے میں۔ عجز و انکسار اختیار کرنے میں' صدقہ دینے میں' عفیف رہنے میں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے میں مردوں اور عورتوں کو بارگاہ الہٰی سے یکساں اجر اور انعام سے نوازنے کا وعدہ دیا گیا ہے۔ اسی طرح ایمان لانے' جہاد کرنے' اجر' مغفرت اور دخول جنت میں بھی جنس کی کوئی تخصیص نہیں۔ اس طرح حصول لقائے الہٰی کے لئے ایمان کے ساتھ مالوں اور جانوں سے جہاد کے راستے بھی کھلے ہیں۔

احمدی خواتین کی تنظیم لجنہ اماء اللہ کے عہد میں ان کشادہ راہوں پر تیز قدم چلنے کے لئے خدا کو گواہ ٹھہرا کر اقرار لیا جاتا ہے "اپنے مذہب اور قوم کی خاطر اپنی جان' مال' وقت اور اولاد کو قربان کرنے کے لئے ہر دم تیار رہوں گی اور احمدیت میں (امامت) کے قائم رکھنے کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار رہوں گی۔"

احمدی خواتین کے مال اور وقت کی قربانیوں کا اکثر ذکر رہتا ہے دراصل ہر قسم کی قربانی کے لئے دلیری اور بہادری کی ضرورت ہوتی ہے تاہم آج ہم خصوصیت سے اس زاویئے سے ان قربانیوں کا جائزہ لیں گے جب ابتلا کی بھٹیوں میں ڈالی گئی خواتین سونے سے کندن بن کر نکلیں۔

شجاعت کا منبع خدائے واحد پر ایمان ہے جس سے ایسی طاقت حاصل ہوتی ہے جو جسم و جاں میں روح تازہ بھر دیتی ہے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں۔

چب آدمی (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) کہتا ہے تو تمام انسانوں اور چیزوں اور حاکموں اور افسروں اور دشمنوں اور دوستوں کی قوت اور طاقت ہیچ ہو کر انسان صرف اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہے اور اس کے سوائے سب اس کی نظروں میں ہیچ ہو جاتے ہیں پس وہ شجاعت اور بہادری سے کام کرتا ہے اور کوئی ڈرانے والا اس کو ڈرا نہیں سکتا"

(ملفوظات جلد اول ص 259)

ہر احمدی خاتون کے پیش نظر دین حق کی سر بلندی کا ابتدائی دور رہتا ہے۔ حضرت بانی سلسلہ کی روح پرور کتب کا مطالعہ ذوق میں داخل ہوتا ہے۔ خطبات' تقاریر اور لجنہ کے اجلاسوں کی عملی تربیت رگ و پے میں سرایت کرتی رہتی ہے پیاری ماں حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم جیسی جی دار عظیم المرتبت خاتون نے عہد آفریں کردار ادا کیا ان کے زیر سایہ خواتین مبارکہ نے ایسی دلیرانہ' بے خوف حوصلہ مند ادائیں سیکھیں کہ بجا طور پر مشعل راہ ٹھہریں۔ قادیان کی دور افتادہ خاموش سی بستی میں انقلاب پرورش پا رہے تھے ابھی تو تلا بولنے والی کم عمر بچیاں مفہوم سے آشنا ہونے کی عمر سے بہت پہلے جب ایسے اشعار گاتیں تو جواں مردی کے بیج نشوونما پانا شروع کر دیتے۔

دشمن کو ظلم کی برچھی سے تم سینہ و دل برمانے دو
یہ درد رہے گا بن کے دوا تم صبر کرو وقت آنے دو
یہ عشق و وفا کے کھیت کبھی خوں سینچے بغیر نہ پنپیں گے
اس راہ میں جان کی کیا پروا ● جاتی ہے اگر تو جانے دو

یقین کامل ہو کہ سر راہ پر قادر و توانا مولا کریم کھڑا ہے تو راہوں میں حائل ہونے والی روکاٹوں سے بھڑ جانے کا حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ یہی حوصلہ مندی ہر میدان میں فتح و نصرت کی کلید بن جاتی ہے۔ ایک مثالی احمدی خاتون حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہ کو حضرت امام الثانی کا زبردست خراج تحسین پڑھیئے۔ بے حد خوبصورتی سے تصویر کھینچتے ہیں۔

"مریم ایک بہادر دل کی عورت تھیں جب کوئی نازک موقع آتا میں یقین کے ساتھ ان پر اعتبار کر سکتا تھا ان کی نسوانی کمزوری اس وقت دب جاتی۔ چہرہ پر استقلال اور عزم کے آثار پائے جاتے اور دیکھنے والا کہہ سکتا تھا کہ اب موت یا کامیابی کے سوا اس عورت کے سامنے کوئی تیسری چیز نہیں ہے یہ مر جائے گی مگر کام سے پیچھے نہ ہٹے گی۔ ضرورت کے وقت راتوں کو اس میری محبوبہ نے میرے ساتھ کام کیا ہے اور تھکان کی شکایت نہیں کی۔ انہیں صرف اتنا کہنا کافی ہوتا تھا کہ یہ سلسلہ کا کام ہے یا سلسلہ کے لئے کوئی خطرہ یا بدنامی ہے اور وہ شیرنی کی طرح لپک کر کھڑی ہو جاتی تھیں اور بھول جاتیں اپنے آپ کو بھول جاتیں' کھانے پینے کو بھول جاتیں' اپنے بچوں کو بھول جاتیں بلکہ مجھ کو بھی اور انہیں صرف وہ کام ہی یاد رہتا"

اگر میں یہ کہوں کہ یہ صفات کسی نہ کسی حد تک سب احمدی خواتین کا طرہ امتیاز ہیں تو جسارت بے جا نہ ہوگی۔ احمدی خاتون کو اولوالعزمی اور ثبات قدم دین کے علم اور دین کی محبت سے نصیب ہوا ہے۔ کسی ملک' کسی شہر' کسی قصبے' کسی محلے' کسی گلی میں' کسی پہاڑ صحرا میدان یا ساحل پر جہاں بھی احمدی خاتون ہوتی ہے اس میں اللہ پاک کی عطا کردہ' جس قدر وہ چاہے' پر کشش روشنی اور قوت جاذبہ ہوتی ہے جرات کردار' چھا جانے اور فتح کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ ہم ہر احمدی خاتون کو عمومی خراج تحسین ادا کرتے ہیں ہر ایک کے کارہائے نمایاں کا ذکر نہیں کر سکتے مگر خصوصی طور پر وہ خواتین جن کو حضرت بانی سلسلہ کے رفقاء میں سے ہونے کا شرف حاصل ہوا ہماری دعاؤں کی مستحق ہیں جن کی قربانیوں نے نسلاً بعد نسلٍ جسور اور غیور احمدی پیدا کئے۔ پھر وہ خواتین ہیں جن کو مربیان کرام کی قربانیوں میں ساتھ دینے کا موقع نصیب ہوا۔ شوہر کو مسکرا کر خدمت دین کے لئے رخصت کر کے اپنی جوان یادوں کو بہلاتے ہوئے اپنے بچوں کو اپنے پروں کے نیچے لے کر بیٹھ جاتیں۔ پھر وہ خواتین جن کے عزیزوں کو راہ خدا میں جانوں کے مالوں کے نذرانے دینے کی سعادت حاصل ہوئی مقدمات بھگتانے پڑے اپنے عزیزوں کے ساتھ قربانی میں برابر کی شریک ہوئیں۔ درویشان کرام کے اہل خانہ جنہوں نے حوصلہ مندی کے بے نظیر ثبوت دیئے۔ دین کے کاموں کے لئے ہر لحاظ سے قربانی دینے والی لجنہ کی عہدے دار اور ممبر خواتین غرضیکہ ایک زندہ جماعت کی زندہ خواتین کی بہادری و دلیری کی ان گنت داستانیں ہیں۔ جن میں سے نمونے کے طور پر چند پیش کی جائیں گی۔

طبقہ اناث کی عزت نفس کو بیدار کر کے مردوں کے شانہ بشانہ ترقی کی راہوں پر گامزن کرنا ہمارے فتح نصیب جرنیل حضرت امام جماعت الثانی کا ایسا کارنامہ تھا جس نے عمارت کی بنیادوں کو مضبوط کیا اور مستقبل کے لئے سر بلندی کی راہیں استوار کر دیں۔ آپ کے الفاظ بجلی کی طرح رگ و پے میں سنسنی دوڑا کر قوت عمل عطا فرماتے ہیں۔

اے عورتو! تمہارے لئے آزادی کا وقت آگیا ہے خدا تعالیٰ نے... احمدیت کے ذریعے تمہارے لئے ترقی کے بے انتہا راستے کھول دیئے ہیں اگر اس وقت بھی تم نہیں اٹھو گی تو کب اٹھو گی؟ اور اگر اس وقت بھی تم اپنے مقام اور درجہ کے حصول کے لئے جدوجہد نہیں کرو گی تو کب کرو گی؟.... اگر تمہارے مرد تمہاری بات نہیں مانتے۔ اور وہ دین کی خدمت کے لئے تیار نہیں ہوتے تو تم ان کو چھوڑ دو اور انہیں بتا دو کہ تمہارا تعلق ان سے اس وقت تک ہے جب تک کہ وہ دین کی خدمت کرتے ہیں"

(الازھار لذوات الخمار حصہ دوم ص 83)

خواتین کی ترجیحات اور توجہات کو لہو و لعب اور فضول رسم و رواج کی طرف سے اعلیٰ و ارفع مقاصد کی طرف منتقل کر کے تعمیری کاموں میں مصروف کر دیا۔

1923ء کے شروع میں حضرت امام الثانی نے ایک خصوصی جہاد کا اعلان فرمایا یہ جہاد پرانی ملکانہ راجپوت کہلانے والی مسلمان قوموں کو دوبارہ شدھ کرنے کی کوششوں کے خلاف تھا۔ احمدی عورت دینی اغراض کے لئے قربانی کرنے کے لئے ایسی تیار ہو چکی تھی کہ فوراً اپنے پیارے امام کی خدمت میں تحریری طور پر اپنی خدمات پیش کر دیں چنانچہ 13 مارچ 1923ء کے درس کلام الہٰی میں آپ نے فرمایا۔

"راجپوتوں میں (دعوت الی اللہ) کے متعلق جو تحریک کی گئی ہے اس کو سن کر عورتوں کی طرف سے بھی کہا گیا ہے کہ اس موقع پر ہمیں بھی خدمت دین کا موقع دیا جائے۔ ان کو اس خدمت دین میں شامل کرنے کا سوال تو الگ ہے اور اس کے متعلق پھر فیصلہ کیا جائے گا مگر اس سے یہ تو ظاہر ہے کہ مستورات میں بھی قربانی اور ایثار کے جذبات پائے جاتے ہیں اور وہ بھی ہر خدمت دین میں حصہ لینے کے لئے تیار ہیں"

(الفضل 25 مارچ 1923ء)

ایک خاتون محترمہ سعیدہ صاحبہ نے لاہور سے حضرت امام کی خدمت میں خط لکھا۔

"عاجزہ نے پرچہ اخبار زمیندار میں پڑھا ہے کہ بیس مسلمان عورتیں ہندو ہو چکی ہیں عاجزہ کی عرض ہے کہ یہ واقعہ پڑھ کر میرے دل کو سخت چوٹ لگی ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ اسی وقت اڑ کر چلی جاؤں اور ان کو جا کر (دعوت الی اللہ) کروں اگر (حضرت صاحب) پسند فرمائیں اور حکم دیں تو عاجزہ (دعوت الی اللہ) کے واسطے تیار ہے"

ان کے علاوہ محترمہ سردار بیگم صاحبہ دختر شیخ محمد حسین صاحب سب جج زیرہ ضلع فیروز پور نے لکھا

"مرد اکثر اوقات کسی نیک کام کرنے سے اس لئے بھی رک جاتے ہیں کہ ان کی عورتیں راہ میں حائل ہو جاتی ہیں پیاری بہنو اور بزرگو! خبردار! اس کام کے کرنے میں ہرگز حائل نہ ہونا ورنہ جہنم کا منہ دیکھنا پڑے گا تم خود مردوں سے کہو کہ نکلو۔ (دین) کی عزت رکھنے کا وقت ہے .... جو بہنیں اپنے مردوں کو بھیجنے کے ذریعہ مدد نہیں کر سکتیں وہ مال سے مدد کریں"

(تاریخ لجنہ جلد اول ص ۹۹)

محمودہ خاتون صاحبہ نے مردوں کی خدمات پر رشک کے جذبات کا اظہار کیا اور میدان عمل میں ایک مربی بھجوانے کا خرچ اٹھانے کا وعدہ کیا۔ محترمہ امتہ الرحمان صاحبہ (ہمشیرہ قاضی عبدالرحیم صاحب) اور محترمہ عمر بی بی صاحبہ والدہ محمد عبدالحق صاحب آگرہ نے اپنے آپ کو خدمات کے لئے وقف کرنے کے خطوط لکھے۔ لجنہ اماء اللہ قادیان کی طرف سے حضرت سیدہ امتہ الحی حرم دوم امام ثانی نے عید کے موقع پر ان راجپوت عورتوں کے لئے دوپٹوں کے تحفے بھیجے جنہوں نے فتنہ ارتداد کا جواں مردی سے مقابلہ کیا۔ چھ سالہ صاحبزادی امتہ القیوم صاحبہ نے بھی ایک چھوٹا دوپٹہ تحفے میں بھیجا۔ محترمہ زینب

صاحبہ زوجہ فقیر محمد صاحب رائے پورنے اپنے سارے گھر کا اسباب چندہ میں دے دیا اور دونوں میاں بیوی نے میدان ارتداد میں خدمات کے لئے خود کو پیش کیا۔ سکندر آباد اور حیدر آباد دکن کی 75 خواتین نے ایک جلسہ کیا۔ اہلیہ صاحبہ حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب نے ارتداد سے بچانے کے لئے مربیان بھجوائے اور ان کے اخراجات برداشت کرنے کے لئے اپیل کی۔

(تاریخ لجنہ جلد اول ص 113)

4 جنوری 1927ء کے الفضل میں اخبار تنظیم' سے مولوی عبدالمجید صاحب قریشی کی ایک تحریر درج کی ہے۔ جس کا عنوان ہے لجنہ اماء اللہ یادر کھئے کہ اس وقت لجنہ کو قائم ہوئے صرف چار سال ہوئے تھے۔ لجنہ اماء اللہ قادیان احمدیہ خواتین کی انجمن کا نام ہے۔ اس انجمن کے ماتحت ہر جگہ عورتوں کی اصلاحی مجالس قائم کی گئی ہیں اور اس طرح ہر وہ تحریک جو مردوں کی طرف سے اٹھتی ہے۔ خواتین کی تائید سے کامیاب بنائی جاتی ہے۔ اس انجمن نے تمام احمدیہ خواتین کو سلسلے کے مقاصد کے ساتھ عملی طور پر وابستہ کردیا ہے۔ عورتوں کا ایمان مردوں کی نسبت زیادہ مخلص اور مربوط ہوتا ہے۔ عورتیں مذہبی جوش کو مردوں کو نسبت زیادہ محفوظ رکھ سکتی ہیں۔ لجنہ اماء اللہ کی جس قدر کارگزاریاں اخبارات میں چھپ رہی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ احمدیوں کی آئندہ نسلیں موجودہ کی نسبت زیادہ مضبوط اور پرجوش ہوں گی اور احمدیہ عورتیں اس چمن کو ہمیشہ تازہ دم رکھیں گی جس کا مرور زمانہ کے باعث اپنی قدرتی شادابی اور سرسبزی سے محروم ہونا لازمی ہے۔

1927ء ہی میں لجنہ اماء اللہ کو منضبط اور مضبوط انداز میں تحریک تحفظ ناموس رسول ﷺ میں حصہ لینے کا موقع ملا۔ آریہ سماجی راجپال نے رنگیلا رسول جیسی اشتعال انگیز کتاب لکھ کر اہل غیرت کو للکارا۔ حضرت امام الثانی نے پر زور تحریک چلائی اور خواتین سے اپیل کی کہ وہ چندہ جمع کریں۔ خواتین نے بہت جلد مطلوبہ رقم جمع کی اس کے علاوہ 22 جولائی 1927ء کو حضرت سیدہ سارہ بیگم حرم حضرت امام الثانی کی زیر صدارت ایک جلسہ کرکے نو ریزولیوشن پاس کئے جس کی نقل ہزایکسی لینسی گورنر صاحب پنجاب کو بھی بھیجی گئی۔ یہ ریزولیوشنز خواتین کی بیدار مغزی بہادری جرأت اور دلیری کے آئینہ دار ہیں۔

برطانوی حکومت نے جن عرب ملکوں کو پہلی جنگ عظیم کے بعد ترکوں کے اقتدار سے آزاد کرانے کا تحریری معاہدہ کیا تھا۔ ان میں فلسطین بھی شامل تھا لیکن جنگ کے بعد کئے ہوئے وعدے تو پس پشت ڈال دیئے گئے اور یہودیوں کو آباد کرنے کی مہم بڑے زور شور سے شروع کردی۔ ان مظالم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کے لئے قادیان میں 16 ستمبر 1929ء کو ایک جلسہ منعقد کرکے احمدی خواتین نے قراردادیں پاس کیں جن میں حکومت برطانیہ کی فلسطین میں بے جامداخلت اور مسلمانوں کے خلاف یہودیوں کی طرف داری پر اظہار افسوس کیا گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد نمبر 4 ص 172)

اسی طرح مسجد شہید گنج کے واقعہ پر لجنہ سیالکوٹ نے 20 ستمبر 1935ء کو جلسہ منعقد کیا اور حکومت سے درخواست کی گئی کہ مساجد و اوقاف کی حفاظت کے لئے بہتر رویہ اپنایا جائے۔

جرأت و دلیری کے ساتھ فراست اللہ پاک کا اپنے بندوں پر خاص احسان ہوتا ہے ایک منفرد مثالی احمدی خاتون والدہ محترمہ حضرت چوہدری ظفراللہ خان صاحب ان صفات سے بکمال متصف تھیں۔

1935ء کی بات ہے حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب پر ایک ظالم نے حملہ کیا تشویش اور صدمے کا اثر ساری محبت کرنے والی جماعت پر تھا مگر حضرت چوہدری صاحب کی والدہ محترمہ نے اپنے رنج کا اظہار اور ایسے واقعات کا اعادہ نہ ہونے کے لئے یہ تدبیر سوچی کہ اس وقت کے وائسرائے ہند اور لیڈی ولنگڈن کے نوٹس میں یہ بات لائی جائے۔ لیڈی ولنگٹن آپ سے بہت عزت و محبت سے پیش آئیں۔ وقت مقررہ پر حضرت چوہدری صاحب کے ساتھ جاکر بڑے اعتماد سے اپنا مدعا بیان کیا۔ وائسرائے کو بتایا کہ ہم حکومت کے خیرخواہ اور دعاگو ہیں لیکن ہمارے پیارے حضرت بانی سلسلہ کے بیٹے اور حضرت امام الثانی کے چھوٹے بھائی پر حملہ ہوا اور ضربات پہنچیں یہ ہستیاں ہمیں اپنی جانوں سے بھی پیاری ہیں ان کے دکھ کے احساس سے نہ کھا سکتی ہوں نہ پی سکتی ہوں نہ مجھے نیند آتی ہے۔

آپ کے دل کی صداقت کے انداز نے اتنا اثر پیدا کیا کہ وہ دونوں بے حد مرعوب ہوئے اور ہمدردی سے اصلاح احوال کا وعدہ کیا ایک اور موقعہ پر لارڈ ولنگڈن نے والدہ صاحبہ سے دریافت کیا کہ ایک ملک کی حکومت کا انتظام زیادہ آسان ہے یا ایک گھر کا انتظام؟

والدہ صاحبہ نے جواب دیا۔ دونوں میں سے جس کو اللہ تعالیٰ زیادہ آسان کردے۔ وائسرائے کو اس جواب سے بہت استعجاب ہوا۔

حضرت چوہدری صاحب تحریر فرماتے ہیں

"اللہ تعالیٰ نے والدہ صاحبہ کو جرأت اور حوصلہ بھی بہت عطا فرمایا تھا..... اگر کوئی موقع ایسا پیش آجائے جہاں انہیں اپنی ہی ہمت پر انحصار کرنا پڑ جائے تو ایسے وقت میں وہ اپنی تمام کمزوریوں کو فراموش کردیتی تھیں اور مردانہ حوصلہ کا نمونہ دکھاتی تھیں" اس تمہید کے بعد ایک چور کو رنگے ہاتھوں پکڑنے کا واقعہ لکھا ہے جو بجائے خود بے حد بہادری اور جرأت کا واقعہ ہے مگر اس سے بڑے دل گردہ کا واقعہ یہ ہے کہ پھر ان پکڑے گئے چوروں کے لئے پریشان ہو کر ان کی سزا کی تخفیف کے لئے فکر مند ہو گئیں اور ان کے لئے دعاؤں میں لگ گئیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے۔

(ملخص از میری والدہ از حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب)

اللہ پاک پر کامل ایمان اور بھروسہ ہمت و حوصلہ پیدا کرتا ہے کئی مواقع پر احمدی خواتین نے مثالی جرات و بہادری کا نمونہ دکھایا۔

1936ء میں ایک بہادر احمدی خاتون نے حضرت امام الثانی سے خراج تحسین حاصل کیا آپ نے اپنے قلم سے تحریر فرمایا۔

"گو یہ خطرہ تھا مگر آپ کی اہلیہ نے جس بہادری سے اور عقل مندی سے کام کیا ہے وہ اس واقعہ کو ایک مبارک واقعہ بنا دیتا ہے میری طرف سے بھی انہیں مبارک باد دے دیں۔"

(الفضل 3 مارچ 1936ء)

جملہ ممبرات لجنہ قادیان نے بھی ایک خصوصی خط میں اس جرأت کو سراہا۔ واقعہ یہ تھا کہ ایک احمدی بھائی بشیر احمد صاحب لدھیانوی (لیہ ضلع مظفر گڑھ) کی عدم موجودگی میں دو مسلح ڈاکوؤں نے رات کے وقت مکان میں گھس کر مال و اسباب لوٹنا چاہا اور تلوار دکھا کر ان کی اہلیہ غلام فاطمہ صاحبہ اور ان کے بچوں کو قتل کی دھمکی دی مگر غلام فاطمہ صاحبہ نے بہادری سے ڈاکوؤں کا مقابلہ کیا اور ان کو بھگا دیا۔

(تاریخ احمدیت جلد ہشتم ص 302)

جولائی 1942ء کے خطبہ میں حضرت امام الثانی نے تحریک فرمائی کہ عورتیں اپنے بیٹوں کو ملک کی خدمت کی خاطر جنگ میں بھرتی ہونے کی تحریک کریں۔ اس پر خواتین نے ایمان افروز مخلصانہ رد عمل دکھایا اور اگلے خطبہ میں مثالیں دے کر پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔

1944ء میں حضرت امام الثانی نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع پا کر اعلان فرمایا کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو ملنے والی خدائی خبر درباره حضرت امام جماعت الثانی کے مصداق آپ ہیں۔ جلسے منعقد کئے گئے جن میں سے دہلی والے جلسہ میں' جماعت کی تاریخ میں ایک ہی دفعہ' خواتین کی جلسہ گاہ پر منظم حملہ کیا گیا۔ عورتوں کی جلسہ گاہ اس طرح بنی ہوئی تھی کہ ایک قنات کے اندر صحن تھا پھر آگے جاکر دوسری قنات تھی۔ حملہ آوروں نے پہلی قنات پھاڑ دی اور الٰہی تصرف کے تحت یہ سمجھے کہ خواتین یہاں سے جاچکی ہیں اتنے میں پولیس نے بھی ان کو آلیا اور بڑا زبردست خطرہ ٹل گیا۔

اس حملہ کے خطرے سے حضرت امام الثانی کی مدافعانہ حکمت عملی قابل داد ہے آپ نے حکم دیا کہ "ایک سو مضبوط نوجوان جاکر عورتوں کی جلسہ گاہ کے باہر کھڑے ہو کر پہرہ دیں۔ وہی کھڑا ہو جو مرنا جانتا ہو۔ اگر تم میں سے کوئی مرنا نہیں جانتا وہ ہرگز نہ جائے وہ واپس آجائے اس کی جگہ میں خود جانے کو تیار ہوں۔

اس جلسہ میں غیر احمدی خواتین بھی شریک تھیں وہ خواتین بے حد خوفزدہ ہو گئیں اس موقع پر احمدی خواتین کی بہادری کے متعلق حضرت صاحب نے فرمایا۔

گزشتہ دنوں جب دہلی میں جلسہ کے موقع پر مخالفین نے شور مچایا اور پتھر پھینکے تو اس وقت سب عورتوں نے یہ شہادت دی کہ جس قدر غیر عورتیں جلسہ میں شامل تھیں وہ گھبرا کر بولنے لگ گئیں مگر قادیان کی عورتوں نے کسی قسم کی گھبراہٹ کا اظہار نہ کیا۔ اور وہ خاموش بیٹھی رہیں بلکہ جب غیر احمدی عورتوں میں زیادہ گھبراہٹ پیدا ہو گئی تو قادیان کی احمدی عورتوں نے ان کے اردگرد حفاظت کے لئے بند باندھ لیا اور اپنی بہادری کا ثبوت پیش کیا یہ روح جس کا مظاہرہ احمدی عورتوں نے وہاں کیا باہر کی عورتوں میں نہیں تھی جس کی وجہ یہ بھی ہے کہ یہاں کی عورتیں دین کی باتیں سنتی رہتی ہیں۔ لجنہ کے ذریعہ انہیں مختلف مواقع پر دینی کام کرنے کا موقع ملتا رہتا ہے اور وہ سمجھتی ہیں کہ شور یا گھبراہٹ سے کام نہیں بنتا بلکہ تنظیم سے کامیابی حاصل ہوا کرتی ہے چنانچہ انہوں نے تنظیم سے کام لیا اور کسی قسم کی گھبراہٹ کا اظہار نہ کیا لیکن دوسری طرف عورتوں کو چونکہ تنظیم کی عادت نہ تھی اس لئے جس طرح جاہل عورتیں مصیبت کے موقع پر گھبراہٹ سے کام لیتی ہیں اور دانائی سے اس مصیبت کو دور کرنے کی کوشش نہیں کرتیں اس طرح انہوں نے گھبراہٹ کا اظہار شروع کیا۔

(مصباح فروری 1945ء)

قادیان کے اردگرد کے مسلمان دیہات میں سکھوں کے مظالم جب روز روز بڑھنے لگے لوٹ مار، قتل وغارت اور آتشزنی کے واقعات میں غیر معمولی اضافہ ہونے لگا ملٹری اور پولیس' لٹیروں اور غنڈوں کی زیادہ سے زیادہ امداد کرنے اور مسلمانوں کی تباہی کو انتہا تک پہنچانے میں منہمک ہو گئی اور خطرات کا سیلاب زیادہ سے زیادہ شدت کے ساتھ قادیان کے قریب سے قریب تر پہنچنے لگا تو حفاظتی اور دفاعی انتظامات کے سلسلہ میں خواتین اور بچوں کی حفاظت کی طرف حضرت امام الثانی نے خاص توجہ مبذول فرمائی اور آپ کے ارشاد کے ماتحت لجنہ اماء اللہ کی کارکن خواتین نے ایسی مستورات کی فہرست تیار کی جنہیں ضعف قلب کی تکلیف یا کوئی اور عارضہ لاحق تھا تاکہ سب سے پہلے ان کو قادیان سے باہر محفوظ مقام پر پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ مجھے ذاتی طور پر معلوم ہے کہ پہلے پہل اس قسم کی فہرست میں نام درج کرانے سے بہت سی ایسی خواتین نے انکار کردیا جنہیں کوئی نہ کوئی عارضہ تو لاحق تھا لیکن دل مضبوط تھے۔ ان کی خواہش تھی جس کا انہوں نے باصرار اظہار بھی کیا کہ موت کے خطرہ سے انہیں قادیان سے باہر نہ بھیجا جائے۔ اگر اب موت ہی مقدر ہے۔ تو قادیان سے بہتر جگہ اور کون سی ہو سکتی ہے۔؟ پھر ان کا یہ بھی مطالبہ تھا کہ خطرہ کے وقت ممکن خدمات سر انجام دینے کے موقع سے انہیں کیوں محروم کیا جاتا ہے۔ لیکن جب بتایا گیا کہ ان کی موجودگی مردوں کی سرگرمیوں میں مشکلات اور رکاوٹیں پیدا کرنے کا موجب ہوگی اور دشمن کا مقابلہ اس اطمینان اور انہماک سے نہ ہو سکے گا جو ان کے چلے جانے کے بعد کیا جاسکتا ہے تو وہ بادل نخواستہ قادیان سے باہر جانے پر آمادہ ہو سکیں۔

(محترم خواجہ غلام نبی صاحب تاریخ احمدیت جلد 11)

قادیان سے نقل مکانی کے وقت کسی کے علم میں نہیں تھا کہ حالات کیا رخ اختیار کریں گے اور جو جدائیاں ہو رہی ہیں ان کا دورانیہ کیا ہوگا ان غیر یقینی حالات میں احمدی عورتوں نے کمال حوصلے سے ان عزیزوں کو بڑھاوے دیئے جو حفاظت مرکز کے لئے قادیان میں رہ گئے تھے اپنے عزیزوں' اپنی اولاد اپنے شریک حیات

اپنے مال و متاع سب کی قربانیاں دیں۔ پائے ثبات میں مضبوطی کی ان گنت مثالیں سامنے آئیں جبکہ لغزش کی کوئی کوتاہی نہ ہوئی۔

حضرت امام جماعت الثانی نے ایک احمدی خاتون کی بہادری کی مثال دیتے ہوئے فرمایا۔

"جب قادیان میں ہندوؤں اور سکھوں نے حملہ کیاتو شہر کے باہر کے ایک محلہ میں ایک جگہ پر عورتوں کو اکٹھا کیا گیااور ان کی سردار بھی ایک عورت ہی بنائی گئی جو بھیرہ کی رہنے والی تھی۔ اس عورت نے مردوں سے بھی زیادہ بہادری کا نمونہ دکھایا۔ان عورتوں کے متعلق یہ خبریں آئی تھیں کہ جب سکھ یا ہندو حملہ کرتے تو وہ عورتیں ان دیواروں پر چڑھ جاتیں جو حفاظت کی غرض سے بنائی گئی تھیں اور ان سکھوں اور ہندوؤں کو جو تلوار اور بندوقوں سے ان پر حملہ آور ہوتے تھے بھگا دیتی تھیں اور سب سے آگے وہ عورت ہوتی تھی۔ جو بھیرہ کی رہنے والی تھی اور ان کی سردار بنائی گئی تھی۔

(مصباح جنوری 1957ء)

یہ خوش نصیب احمدی خاتون جس نے امام جماعت سے تحسین و آفرین کی دولت حاصل کی محترمہ خدیجہ بیگم صاحبہ اہلیہ خان بہادر غلام محمد صاحب آف گلگت تھیں جن کو حضرت بانی سلسلہ کے رفقاء میں شامل ہونے کی سعادت بھی حاصل تھی۔

1947ء ہی کی بات ہے سڑوعہ ضلع ہوشیار پور پر 21 ہزار سکھوں نے حملہ کر دیا مسلمانوں نے قلعہ بند ہو کر انتہائی قلیل سامان کے ساتھ مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا یہاں ایک ہزار کے قریب احمدی تھے۔ احمدی خواتین نے بھی جرأت و دلیری سے حصہ لیا اور لڑنے والے مردوں کو پانی پلانے کا کام کیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 11 ص 80)

بہادری، شجاعت اور قربانی کا ایک اور واقعہ بھی قابل ذکر ہے جو قرون اولیٰ کی قربانیوں کی یاد دلاتا ہے۔ سیالکوٹ کے ایک احمدی نوجوان غلام محمد ابن مستری غلام قادر صاحب کو ان کی والدہ نے نصیحت کی تھی کہ بیٹا اگر .... احمدیت کی حفاظت کے لئے تمہیں لڑنا پڑے تو کبھی پیٹھ نہ دکھانا۔

اس سعادت مند اور خوش قسمت نوجوان نے اپنی بزرگ والدہ محترمہ حسین بی بی صاحبہ کی اس نصیحت پر اس طرح عمل کیا کہ قادیان میں احمدی عورتوں کی حفاظت کرتے ہوئے اپنی جان دے دی مگر دشمن کے مقابلہ میں پیٹھ نہ دکھائی مرنے سے پہلے اس نوجوان نے اپنے ایک دوست کو اپنے پاس بلایا اور اپنے آخری پیغام کے طور پر اس نے یہ لکھوایا کہ:۔

"مجھے .... احمدیت پر پکا یقین ہے۔ میں اپنے ایمان پر قائم جان دیتا ہوں۔ میں اپنے گھر سے اسی لئے نکلا تھا کہ میں.... جان دوں گا آپ لوگ گواہ رہیں کہ میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور جس مقصد کے لئے جان دینے کے لئے آیا تھا میں نے اس مقصد کے لئے جان دے دی۔ جب میں گھر سے چلا تھا تو میری ماں نے نصیحت کی تھی کہ بیٹا! دیکھنا پیٹھ نہ دکھانا۔ میری ماں سے کہہ دینا کہ تمہارے بیٹے نے تمہاری وصیت پوری کر دی اور پیٹھ نہیں دکھائی اور لڑتے ہوئے مارا گیا"

(الفضل 11۔ اکتوبر 1947ء)

قیام پاکستان کے بعد لٹے پٹے مہاجرین کی آباد کاری میں خواتین نے شب و روز محنت کی تاریخ کے صفحے پر لکھا ہوا یہ ایک جملہ اپنے دامن میں بہت وسعتیں رکھتا ہے گھر گھر جا کر سامان ضرورت جمع کرنا۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا۔ بچھڑے ہوئے مظلوموں کی داد رسی کرنا بڑی ہمت کا متقاضی تھا۔

کراچی میں محترمہ بیگم مجیدہ شاہنواز صاحبہ نے اپوا کے ساتھ مل کر کام کیا۔ لاہور میں محترمہ زینب حسن صاحبہ اور محترمہ امتہ اللہ مغل صاحبہ نے یہ سعادت حاصل کی راولپنڈی میں محترمہ امتہ العزیز صاحبہ اہلیہ راجہ عبدالرؤف کی خدمات میں سرگرمی دیکھ کر راولپنڈی مسلم لیگ خواتین برانچ کی مجلس عاملہ کا ممبر بنا لیا گیا۔ مسلم لیگی خواتین اور لجنہ اماء اللہ کی ممبرات کے تعاون سے ان کے عمدہ اور موثر کام کو دیکھ کر راولپنڈی کے کمشنر، ڈپٹی کمشنر اور صدر مسلم لیگ نے خراج تحسین پیش کیا۔ حکومت نے آباد کاری کے کام کے لئے چار ارکان پر مشتمل الاٹ منٹ بورڈ قائم کیا ان چاروں کو الاٹ منٹ کمشنر کا عہدہ اور اختیارات دیئے گئے ان میں سے ایک محترمہ امتہ العزیز صاحبہ تھیں۔ کھاریاں ضلع گجرات میں محترمہ ہاجرہ صاحبہ اہلیہ چوہدری فضل الٰہی صاحب اور گھسیٹ پورہ ضلع لائل پور (فیصل آباد) میں محترمہ نذیر بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری محمد طفیل صاحب سیالکوٹ میں فاطمہ بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری محمد ابراہیم صاحب سماعیلہ ضلع گجرات۔ بیگم شفیع صاحبہ ایڈیٹر رسالہ دستکاری لاہور آپ نے آباد کاری کے علاوہ مشرقی پنجاب سے اغوا شدہ لڑکیاں نکالنے کے سلسلہ میں بھی مسلم لیگ کی خواتین کے ساتھ مل کر کام کیا۔ نجم النساء صاحبہ کوٹ فرزند علی چک نمبر 125 رحیم یار خان حمیدہ خانم صاحبہ بیگم شیخ مسعود احمد رشید لاہور اور صغریٰ فاطمہ صاحبہ بہاول نگر نے آبادی کاری کے کام میں شبانہ روز محنت سے مخلصانہ خدمات سرانجام دیں۔

1948ء میں آزادی کشمیر کی جنگ میں احمدی نوجوان فرقان فورس کی صورت میں داد شجاعت دے رہے تھے تو احمدی خواتین بھی سرگرم عمل تھیں تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد دوم ص 92 پر تحریر ہے "یہ امر احمدی مستورات کے لئے اور بالخصوص لجنہ اماء اللہ کی تنظیم کے لئے باعث فخر ہے کہ احمدی خواتین نے ان مجاہدین کے لئے وردیوں اور کپڑوں کی تیاری میں شبانہ روز محنت اور بڑے ذوق و شوق سے حصہ لیا۔"

حضرت سیدہ ام داؤد صاحبہ کی رہنمائی اور ذاتی محنت نے خواتین میں روح تازہ بھر دی۔

جماعت احمدیہ کی قیادت کی بیدار نظری سے متواتر تربیت نے انفرادی اور اجتماعی سطح پر ایسے مزاج پیدا کئے جو مصلحت کے ساتھ اپنی جان کو بچا کر چھپا کر رکھنے کا سلیقہ بھی رکھتے ہیں اور جائز ضرورت پڑنے پر اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر پیش کر بھی کر سکتے ہیں۔ ہم سے ملک و قوم کے لئے بھی جان کی قربانی کا عہد لیا جاتا ہے۔ پاکستان کا ذکر کرتے ہوئے حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی نے فرمایا۔

"جب ملک ہمارے پاس آچکا ہے تو اس کو بچانا ہمارا کام ہے اب انگریزوں کے خون سے اس ملک کو بچایا نہیں جا سکتا بلکہ خود (ہمارے) خون سے اس ملک کو بچایا جائے گا.... تم میں سے بعض عورتیں ایسی ہیں جنہوں نے نہایت ہی اعلیٰ درجے کا نمونہ دکھایا ہے اگر وہ ان پڑھ، جاہل اور غریب عورتیں اچھا نمونہ دکھا سکتی ہیں تو آسودہ حال اور پڑھی لکھی عورتیں کیوں ایسا نمونہ نہیں دکھا سکتیں۔"

"میں دیکھتا ہوں اور خدائی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ تم میں سے وہ جن کی اصلاح نہیں ہوگی وہ ذلیل کئے جائیں گے وہ تباہ اور برباد کئے جائیں گے پس جاؤ اور اپنے مردوں اور بچوں کی اصلاح کرو جاؤ اور ان میں قربانی کا مادہ پیدا کرو اگر نہیں کرو گی تو اس کا عبرت ناک انجام دیکھو گی۔ اولادیں اس لئے ہوا کرتی ہیں کہ سکھ کا موجب بنیں مگر ایسی اولادیں سکھ کا موجب نہیں بلکہ ذلت کا موجب ہوں گی خاندان کی ترقی کا موجب نہیں بلکہ تنزل کا موجب ہوں گی"۔

(الازھار لذوات الخمار حصہ دوم)

ایسے ولولہ انگیز خطاب میں حضرت امام جماعت الثانی نے دو خواتین کی مثالیں دیں ایک بیوہ زمیندار عورت جس نے پاکستانی فوج میں شامل ہونے کی احمدی احباب کی تحریک پر اپنے اکلوتے بیٹے کو پیش کر دیا۔ اور دوسری خاتون نے دو بیٹے اور دو پوتے پیش کر دیئے۔ ان مثالوں کے ساتھ زبردست تحسین و آفرین نے سب خواتین کے دل میں اس وقت تحریص پیدا کی اور آج تک پڑھنے والوں میں ان کے نقوش قدم پر چلنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

1958ء میں جلسہ سالانہ کے موقع پر افتتاحی خطاب میں حضرت امام الثانی نے خواتین کی دلیری کے واقعات سنائے آپ نے فرمایا۔

"اب تو ہماری عورتیں بھی ایسی ہیں جو مردوں سے زیادہ دلیر ہیں۔ ضلع جھنگ کے چنڈ بھروانہ اور منگلہ کے لوگ نئے احمدی ہوئے ہیں وہاں کی ایک عورت یہاں آیا کرتی ہے وہ جب بیعت کرنے کے لئے ربوہ آئی تو مہمان خانہ میں ٹھہری رات کو اس کی بیٹی بھی آگئی اس نے کہا اماں تو نے مجھے کس قبیلہ میں بیاہ دیا ہے وہ تو احمدیت کی بڑی سخت مخالفت کر رہے ہیں میں بہتیری (دعوت الی اللہ) کرتی ہوں وہ سنتے ہی نہیں۔ اس کی ماں کہنے لگی بیٹی تو میری جگہ آجا اور اپنے باپ اور بھائیوں کا کھانا پکا میں تیرے سسرال جاتی ہوں اور میں دیکھتی ہوں کہ وہ کس طرح مخالفت کرتے ہیں۔ اور احمدیت کی (دعوت) نہیں سنتے۔ تو اب ہماری عورتیں بھی ایسی ہیں کہ جو کہتی ہیں کہ ہم دیکھیں گے کہ لوگ ہماری (دعوت الی اللہ) کیسے نہیں سنتے"

"مجھے یاد ہے 1953ء کے فسادات کے دوران ضلع سیالکوٹ کی ایک عورت پیدل ربوہ پہنچی اور اس نے ہمیں بتایا کہ ہمارا گاؤں دوسرے علاقے سے کٹ چکا ہے۔ اور مخالفوں نے ہمارا پانی بند کر دیا ہے۔ اگر ہم پانی لینے جاتے ہیں تو وہ ہمیں مارتے ہیں۔ اس وقت ایک فوجی افسر یہاں رخصت پر آیا ہوا تھا اس کو میں نے ایک مقامی دوست کے ساتھ وہاں بھیجا تاکہ وہ وہاں جا کر احمدیوں کی امداد کرے۔ اب دیکھو یہ کتنی بڑی ہمت کی بات ہے کہ جہاں مرد قدم نہ رکھ سکے وہاں ایک عورت نے اپنے آپ کو پیش کر دیا .... تو خدا تعالیٰ کے فضل سے ہماری عورتیں مردوں سے زیادہ دلیر ہیں۔"

آپ نے فرمایا "خدا کے فضل سے پرانے زمانے سے ہی جماعت میں دلیر اور مخلص عورتیں موجود رہی ہیں اس نمونہ کو یاد رکھتے ہوئے دعا کرو کہ وہ ہمارے اندر ایسے لاکھوں نمونے پیدا کرے"

(الفضل 8 جنوری 1958ء)

1953ء کے دور ابتلاء کے چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

تحصیل ڈسکہ میں موضع ترسکہ کے چار احمدیوں نے کمزوری دکھائی مگر ان کی بیویوں نے بہت اچھا نمونہ دکھایا انہوں نے کہا کہ ہمیں طلاق دے دو ہم احمدیت نہیں چھوڑیں گی۔

(تاریخ احمدیت جلد 16 ص 88)

سمبڑیال میں بعض احمدی مستورات نے بعض مردوں سے زیادہ دلیری دکھائی ہے مختاراں زوجہ محمد الدین اور حسن بی بی بیوہ صابر خان ہمارے گھر پر آئیں۔ وہ اس قدر دلیر ہو گئیں کہ بالکل مرنے کو تیار ہو گئیں۔

(تاریخ احمدیت جلد 16 ص 89)

موضع ترسکہ متصل بڈھا گورایہ میں احمدیوں کو بہت تکلیف دی گئی اور مخالفوں نے ان کو جبراً احمدیت سے پھرانا چاہا انہوں نے بھی بزدلی سے کام لیا۔ ان کے ساتھ چند ساعت کے لئے مل گئے مخالفوں نے کہا کہ اب تمہارا نکاح دوبارہ کیا جائے گا۔ جب وہ گھروں پر نکاح کے واسطے گئے تو احمدی مستورات کو دروازوں پر پایا۔ مستورات نے بڑی دلیری سے کہا باہر کھڑے رہو اندر مت آؤ" مولوی لوگوں نے کہا کہ تمہارے آدمی مسلمان ہو گئے ہیں اب ہم تمہارا نکاح دوبارہ کریں گے ہم اور کچھ نہیں کہتے ان نیک بیبیوں نے کہا کہ وہ (منحرف) ہو گئے ہیں اور ہمارا نکاح ان سے نہیں ہو سکتا مولوی اب ان کو لے جا کر کسی اور جگہ نکاح کریں ہم کو تو اگر ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیں تو بھی ہم خدا کے فضل سے احمدی ہی رہیں گی۔ اس وقت ان کی بہادری کو دیکھ کر وہ احمدی مرد بھی دلیر ہو گئے اور جواب دے دیا کہ اب حالات بہتر ہو گئے ہیں۔

حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی ایک احمدی عورت کی دلیری کا ذکر فرماتے ہیں "1953ء میں جب فسادات ہوئے تو بعض احمدی دوسرے احمدیوں کی خبر لینے کے لئے پچاس پچاس میل تک خطرہ کے علاقہ میں سے گزر کر گئے اور انہوں نے احمدیوں کی مدد کی۔ ایک عورت ہمارے پاس سیالکوٹ کے علاقہ سے آئی اور اس نے بتایا کہ ہمارے گاؤں میں دو تین احمدی ہیں جن کو لوگ باہر نکلنے نہیں دیتے اور اگر نکلیں تو ان کو مارتے ہیں۔

یکم اپریل 1953ء کو رتن باغ لاہور سے جماعت کے دو سرکردہ احباب حضرت مرزا شریف احمد جو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے لخت جگر تھے اور حضرت مرزا ناصر احمد صاحب جو

احمدیہ ٹیلی ویژن کی چوبیس ۲۴ گھنٹے کی عالمی نشریات کے جاری ہونے پر جماعت احمدیہ عالمگیر کو مبارکباد پیش کرتے ہیں

ناظم انصاراللہ و ممبران عاملہ و اراکین ممبران ضلع چکوال

دعوت الی اللہ میں حصہ لیکر حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع کی دعائیں حاصل کریں

ملک طلعت اعجاز قائد و مجلس عاملہ و ناظم اطفال الاحمدیہ و اراکین منڈی بہاؤالدین

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے پوتے اور حضرت امام الثانی کے بیٹے تھے گرفتار کر لئے گئے جرم صرف ایک خاندانی زیبائشی خنجر گھر میں رکھنے کا تھا۔ جماعت کا ہر فرد ہل کر رہ گیا۔ جماعت کے صدمے کی کیفیت کو زبان حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے دی۔

1953ء میں ضلع کوہاٹ کے علاقے ٹل میں ایک ہی احمدی خاندان تھا۔ اس خاندان پر کیا گزری۔ مریم سلطانہ اہلیہ ڈاکٹر محمد احمد خاں صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ مخالفین نے میرے شوہر کو دھوکے سے بلا کر علاقہ غیر میں لے جا کر شہید کر دیا ..... میں لاش تلاش کرتی پھرتی تھی اور شہر کے لوگ میرے شوہر کے قتل پر خوشیاں منا رہے تھے میں نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا کوئی میرے غم میں شریک نہ تھا۔ آخر لاش تلاش کر لی اور ٹرک کا انتظام کیا اس میں لاش اور چاروں بچوں کو لے کر ربوہ آئیں۔ شوہر کی دوکان بھی لوٹ لی گئی۔

جس گھرانے کا باپ' شوہر' بیٹا یا بھائی قربان ہو جاتا ہے وہ سارا گھرانہ اس قربانی میں شریک ہوتا ہے۔ پے درپے صبر آزما مراحل زندگی کا حصہ بن جاتے ہیں۔ موت کو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنا آہنی عزم چاہتا ہے جو بہ توفیق الٰہی احمدیوں کو وافر نصیب ہوا ہے۔

1965 اور 1972ء میں ملک پر دشمن کے ظالمانہ حملے سے جو صورت حال پیدا ہوئی اس میں خواتین نے اپنے فوجی بھائیوں کے لئے منظم طریق پر سامان تیار کر کے شب و روز کی محنت سے تحائف کے پیکٹ بنائے۔ جگہ جگہ جلسے کر کے فنڈ اکٹھا کیا چنانچہ کراچی میں 1965ء میں جلسہ کر کے 45 تولے سونے کے زیورات اور 36 ہزار روپے نقد گورنر سٹیٹ بینک کی خدمت میں پیش کئے گئے اس وقت کے صدر فیلڈ مارشل محمد ایوب خان صاحب نے خصوصی تشکر نامہ لجنہ کراچی کے نام بھجوایا۔ احمدی خواتین کو لیڈی' ڈفرن ہسپتال کراچی میں نرسنگ اور فرسٹ ایڈ کی تربیت کی دلوائی گئی۔

احمدی خواتین کو اللہ پاک نے خاص طور پر جرات ایمانی عطا فرمائی ہے۔ اس کی ایک دلکش مثال امریکن احمدی خاتون سسٹر خدیجہ صاحبہ کا

ایک واقعہ ہے وہ پردہ کی پابند تھیں کار کے لائسنس کے لئے فوٹو اتروانے کی شرط پوری نہیں کر سکتی تھیں اس کے لئے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی کانگرس کے ایک نمائندہ ۔ ریاست کے ایک نمائندہ۔ اور ایک قانون دان سے مشورہ کیا مثبت جواب سے حوصلہ پا کر 13 ستمبر 1974ء کو ریاست اوہایو کے گورنر کو عرضداشت پیش کی۔ جس کے نتیجے میں پردہ کی پابندی کے ساتھ لائسنس حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئیں۔ یہ ایک شاندار مثال ہے جب خدا تعالیٰ کے احکام پر عمل کے لئے کوئی حوصلہ سے کام لیتا ہے تو خدا تعالیٰ خود مدد فرماتا ہے۔

(الفضل 14 مارچ 1975ء)

محترمہ نصیرہ بیگم اہلیہ صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب کو 1941ء میں کلکتہ میں قحط زدگان کی خصوصی خدمت کی توفیق ملی اسی طرح سابقہ مشرقی پاکستان میں سیلاب زدگان کی دلیرانہ خدمت کو اس وقت کے حکام نے بے حد سراہا۔

1974ء کے ہنگاموں میں علی پور گوجرانوالہ میں ایک مخالفانہ جلوس کے شور و شر کے بعد پانچ چھ آدمی غلام قادر صاحب کے گھر میں گھس آئے اور غلام قادر صاحب اور ان کے داماد عنایت محمد صاحب کو گھسیٹ کر باہر لے گئے خواتین بے بس دیکھتی رہ گئیں اور ظالموں نے گولیاں مار مار کر دونوں کو قربان کر دیا۔ گوجرانوالہ میں ہی سید احمد علی صاحب کے گھرانے کی عورتوں پر کیا گزری ان کی بیٹی نفیسہ لکھتی ہیں۔ فساد میں ہم چار بہنیں اور امی جان حیران و پریشان چھت پر چڑھیں تو اچانک جلوس کی ایک ٹولی ہمارے گھر کی طرف بڑھی اور کہنے لگی یہ مرزائیوں کے مربی کا گھر ہے پہلے اسے آگ لگاؤ بھائی سید ولی احمد صادق اور میرے ابا جان مربی سلسلہ دونوں ہی ایبٹ میں تھے۔ ایبٹ دشمنوں کے گھرے میں تھی اسی لئے ان کے آنے کی بھی کوئی امید نہ تھی مگر کسی طرح ہماری فکر میں وہ ایبٹ سے نکل آئے اور ہم چاروں بہنوں کو ایک قریبی احمدی محمود احمد صاحب امینی کے گھر چھوڑ آئے۔ یہ عشاء کے قریب کا وقت تھا جب چاروں بہنیں امینی صاحب کے گھر پہنچیں تو دیکھا کہ دیگر احمدی گھروں کی لڑکیاں بھی وہاں موجود تھیں۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم چھت پر بیٹھ کر ایمان کی سلامتی اور احمدیت کی ترقی کے لئے دعائیں کیا کرتی تھیں .... یکم جون کو تقریباً صبح کے پونے چار بجے پانچ رائفل بردار امینی صاحب کی چھت پر آ گئے مرد اور عورتیں چوبارہ کے کمروں میں چلی گئیں۔ کمرے صرف دو تھے ایک میں مرد اور ایک میں عورتیں جمع ہو گئیں حملہ آور سر پر آ پہنچے جن کی رائفلیں شعلے برسانے لگیں۔ آہ و فغاں کا ایک شور بلند ہوا گولیاں چل رہی تھیں۔ دروازے ٹوٹنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ہم اپنے کمزور ہاتھوں سے دروازوں کو تھامتے رہے اچانک مردوں کی جانب کا دروازہ ٹوٹا وہاں محمود صاحب اور ان کے نوجوان بھانجے اشرف صاحب تھے۔ چند لمحوں کے بعد ان کی آوازوں سے پتہ چلا کہ وہ ماموں بھانجا خاک و خون میں لتھڑے ہوئے تڑپ رہے ہیں۔ ایسا منظر تھا کہ کلیجہ منہ کو آتا تھا اشرف صاحب کی ٹانگ سے

خون کے فوارے بہ رہے تھے ان کی اہلیہ صاحبہ چھت پھلانگ کر اپنے غیر احمدی عزیز کے ہاں گئیں اور کہا کہ ہمارے گھر میں گولیاں برسائی جا رہی ہیں میرا میاں اور بھانجا سخت زخمی حالت میں تڑپ رہے ہیں آپ کچھ مدد کریں مگر ان کا جواب تھا تمہارے ساتھ ہم کیوں جانیں گنوائیں حملہ آور تو چلے گئے مگر زخمیوں کی چیخوں سے اور درد و کراہ سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ آسمان تھرا رہا ہے ان کی یہ حالت دیکھ کر ہمارے ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے ہم نے ان کے منہ میں پانی ڈالا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ہم کسی طریق سے ان کو ہسپتال پہنچانے میں کامیاب ہو گئے۔ اشرف صاحب ایک ٹانگ سے محروم ہو گئے۔

(خطاب حضرت امام الرابع 30- جولائی 1994ء)

راضیہ بنت سید احمد علی صاحب نے اپنا احوال یوں بیان کیا کہ بلوائیوں نے امی کو آواز دے کر کہا کلمہ پڑھو امی نے کلمہ پڑھا تو کہا "مرزائن ہمارا کلمہ پڑھو" انہوں نے کہا ہمیں تو اپنا کلمہ آتا ہے۔ اس پر انہوں نے اصرار کیا کہ مرزا صاحب کو گالیاں دو اس پر ان کی بہن نے کہا کہ تم ہماری جان لے لو ہمارا ایمان نہیں چھین سکتے اس پر ایک غنڈے نے بہن کو تھپڑ مارا اور دوسرے نے ڈنڈے برسائے اتنے میں ایک شخص نے کمانی دار چاقو پکڑا اور ابا جان کو کھینچ کر باہر لے جانے لگا اور کہنے لگا یہی ان کا مربی ہے پہلے اس کو ختم کرو۔ بہن زخمی حالت میں بھاگ کر ساتھ والے مکان میں چلی گئی۔ مگر وہاں کی خواتین نے یہ کہہ کر دھکے دے کر نکال دیا کہ اپنے ساتھ ہمیں بھی مرواؤ گی پھر وہ ایک اور مکان میں گئیں لیکن انہوں نے بھی پناہ دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر بہن نے اس مکان کی چھت پھلانگ کر گلی پار کی یعنی واپس اپنے مکان میں گئی پانچ فٹ کا فاصلہ تھا دونوں چھتوں کے درمیان خدا تعالیٰ نے عجیب ہمت عطا فرمائی کہ وہ پانچ فٹ کی گلی پھلانگ کر دوسرے مکان میں گئیں اور پھر دوسرا راستہ اختیار کر کے اس نے اپنی جان اور عزت بچائی۔

چک سکندر میں جو ایمان افروز داستانیں تحریر کی گئیں ان میں سے ایک نمونہ حاضر ہے نسیم اختر اہلیہ ولایت خاں صاحب بیان کرتی ہیں کہ جب چک سکندر پر حملہ ہوا تو حملہ آوروں نے احمدی گھرانوں کو آگ لگانا شروع کر دی ہمارے گھر آئے تو گھر کی کھڑکیاں دروازے انہوں نے توڑ دیئے سارا سامان باہر نکال کر جلا دیا کچھ لوٹ کر لے گئے ہم لوگ گھر کے پچھلے کمرے میں تھے وہ لوگ آپس میں باتیں کرنے لگے۔ ان کو یہیں زندہ جلا دو جب وہ لوگ سامان جلا رہے تھے تو میری زبان سے توحید کے اقرار کے الفاظ نکل رہے تھے۔ ظالم آگ میں سامان ڈالتے اور کہتے اب تمہارا مرزا ہی ہے جو تمہیں سامان دے گا میں نے کہا "پہلے بھی خدا ہی دیتا تھا اب بھی خدا ہی دے گا"

(خطاب 26- اگست 1994ء)

جولائی 1986ء میں 22 سالہ رخسانہ طارق نے شادی کے بعد پہلی عید کے دن جان کی قربانی دی۔

حضرت امام الرابع نے 20 جون 1986ء کو خطبہ میں ارشاد فرمایا۔

"یہ نہ مٹنے والی سعادت ہے جو اس دور کی قربانیوں میں ایک نئے باب کا اضافہ کر رہی ہے ایک نیا سنگ میل رکھ رہی ہے کیونکہ احمدی خواتین میں سے پہلی خاتون ہیں جنہیں اس دور میں اللہ کی خاطر جان دینے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ ان کا نام رخسانہ تھا اور ان کے خاوند طارق احمدی تھے لیکن طارق صاحب کا بھائی بشارت احمدی نہ تھا اور حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ اور جماعت کے خلاف بدزبانی کرتا تھا اور اپنی بھابی کو عبادت سے روکتا تھا اور احمدیہ دارالذکر میں جانے پر قتل کی دھمکیاں دیتا تھا چنانچہ نوجون عید کے روز جب رخسانہ اور طارق عید کی (عبادت) کر کے واپس آئے تو بشارت نے اپنی بھابی سے جھگڑا کیا کہ کیوں تم احمدیوں کے ساتھ عبادت کرنے گئی تھیں اور پھر اسی دوران تین فائر کر کے رخسانہ کو قتل کر دیا۔

احمدی خواتین قربانیوں میں ہرگز اپنے مردوں سے پیچھے نہیں ہیں۔ وہ بیوگان جو پیچھے رہ گئیں ان کے متعلق یہ گمان کرنا کہ وہ قربانی کے ثواب سے محروم رہ گئیں۔ یہ غلط خیال ہے مردوں کو خدا کی راہ میں جانی قربانی کے نتیجے میں حاصل ہونے والی عظمت کے اندر ان بیواؤں کی عظمت بھی شامل ہوتی ہے اس طرح سب مائیں جن کے بیٹے اور بہنیں جن کے ویر خدا کی راہ میں مارے گئے۔ یہ سب قربانیوں میں شامل ہیں اور عورتیں ہرگز قربانیوں میں مردوں سے پیچھے نہیں ہیں"

راہ وفا میں متاع جاں کا نذرانہ پیش کرنے والوں میں محترمہ اہلیہ صاحبہ حاجی میراں بخش صاحب انبالہ (13-14- اگست 1940ء) محترمہ رشیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ قاری عاشق حسین صاحب سانگلہ ہل (9 - اگست 1978ء) اور انڈونیشیا کی دو خواتین محترمہ ایڈوٹ صاحبہ اور محترمہ اولیہ صاحبہ جماعت چیانڈرم (اندازاً 1948ء تا 1950ء) بھی شامل ہیں (مجلّہ لجنہ مرکزیہ 1989ء)

حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع نے جلسہ سالانہ یوکے 30 جولائی 1994ء اور جلسہ سالانہ جرمنی 26- اگست 1994ء کے خواتین سے خطابات میں احمدی خواتین کی قربانیوں کی دلگداز داستانیں اپنے اثر انگیز انداز میں بیان کیں آپ نے یہ شعر پڑھا۔

روکے ہوئے ہیں ضبط و تحمل کی قوتیں
رگ رگ پھڑک رہی ہے دل ناصبور کی

آپ ہی کے مبارک الفاظ کے ساتھ یہ مضمون ختم کرتی ہوں۔

ان واقعات کو زندہ رکھنا ہمارا فرض ہے' ہماری ذمہ داری ہے۔ اور یہ ہمارا قرض ہے۔ ان (جان کی قربانی دینے والوں) اور خدا کی راہ میں تکلیفیں اٹھانے والوں پر۔ لیکن اگر ہم اس قرض کو ادا کریں گے اور جیسا کہ میں نے آپ سے بیان کیا ہے خدا کی محبت سے سرشار ہو کر اس جذبہ قربانی کو اپنا لیں گے تو آئندہ نسلوں پر ہم احسان کرنے والے ہوں گے ہم ایک ایسی قوم بن جائیں گے جو (جان کی قربانی پیش کرنے والوں) کی طرح ہمیشہ زندہ رہتی ہے اللہ ہمیں ابدالآباد تک زندہ رکھے"

خطاب 26- اگست 1994ء

جور و جفا سے پیہم زخمی حریم جاں ہے
یہ کارواں وفا کا پھر بھی رواں دواں ہے

سیدہ نسیم سعید

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ابتدائی زندگی پر غور کریں تو پتہ چلتا ہے بڑی گمنامی اور بے کسی کی زندگی تھی۔ پہلے والدہ فوت ہو گئیں پھر والد انتقال کر گئے۔ بڑی بھابی دستر خوان کے بچے ہوئے ٹکڑے کھانے کو دیتیں۔ گھر میں کوئی بات کرنی گوارا نہ کرتا۔ کوئی عزیز رشتے دار شفقت کرنے والا نہ تھا۔ آپ زیادہ وقت بیت میں عبادات کرنے اور مطالعہ کتب میں گزارتے۔

زمانہ اور آگے بڑھتا ہے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کلام الٰہی اور دینی علوم پر عبور حاصل کر لیتے ہیں چاروں طرف سے دشمنان دین حق پر بھرپور حملے کر رہے ہیں اور حضرت یہ چومکھی لڑائی تن تنہا لڑتے ہیں۔

جماعت احمدیہ پر خدا تعالیٰ کے عظیم فضل موسلادھار بارش کی طرح برستے نظر آتے ہیں۔ کہاں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ یکتا و تنہا آپ فرماتے ہیں

میں تھا غریب و بے کس و گمنام و بے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر

اور اب کہاں آپ کے درخت وجود کی سرسبز شاخیں تمام دنیا میں پھیل گئیں کیا مشرق اور کیا مغرب کیا شمال اور کیا جنوب' اس کی سرسبز شاخوں نے ایک عالم کو اپنی ٹھنڈی چھاؤں تلے لے لیا۔ اور ابھی مزید سے مزید شاخیں پھیلتی جا رہی ہیں۔

خدا تعالیٰ کی توحید دین حق کی ترقی اور استحکام کے لئے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مساعی کے کس کس قطرے کے خدا کے فضل سے دریا بننے کا ذکر کیا جائے احاطہ کرنا امر محال ہے جلسہ سالانہ کے قطرے کے دریا بننے کا ذکر تحدیث نعمت اور شکر خداوندی کے لئے مختصر تحریر ہے۔

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے 1891ء میں جلسہ سالانہ کی ابتدا کی جس میں 75 لوگ شامل ہوئے۔ دنیا کی نگاہ میں یہ جلسہ ایک ناکام جلسہ کہا جا سکتا ہے لیکن حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں کہ

"اس جلسے کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق (-) پر بنیاد ہے"

پھر آپ فرماتے ہیں "ماسوا اس کے جلسے میں یہ بھی ضروریات میں سے کہ یورپ و امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں کیونکہ یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ دین حق کے قبول کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں......"

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 342-343)

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مذکورہ بالا باتوں کو دنیا والوں کی زبان میں خیالی منصوبے اور تصوراتی باتیں کہہ سکتے ہیں۔

لیکن ہوا کیا کہ یہ جلسہ روز بروز اپنی ذات میں وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا حضرت بانی سلسلہ کی زندگی کا آخری جلسہ جو دسمبر 1907ء کو ہوا اس میں شامل ہونے والوں کی تعداد تین ہزار ہو گئی۔ حضرت امام جماعت اول کی زندگی کے آخری جلسہ سالانہ میں جو دسمبر 1913ء کو ہوا شامل ہونے والوں کی تعداد تین ہزار سے اوپر تھی۔

حضرت امام جماعت الثانی کے زمانے میں یہ تعداد ہر سال بڑھتی گئی تقسیم ملک 1947ء سے پہلے قادیان کے آخری جلسہ سالانہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد تینتیس ہزار ہو گئی۔ تقسیم کے بعد سے یہ جلسہ سالانہ دو مقامات۔ قادیان اور ربوہ میں ہونے لگا 1983ء میں حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع کے لندن جانے سے پہلے کے جلسے میں شامل ہونے والوں کی تعداد پونے تین لاکھ ہو گئی۔

اس جلسے کے بعد پاکستان میں جلسہ سالانہ نہ ہو سکا۔ انسانوں کے خالق و مالک خدا تعالیٰ نے اس جلسہ سالانہ کو ساری دنیا میں پھیلا دیا۔ اس طرح قادیان اور ربوہ کا جلسہ سالانہ کل عالم کا جلسہ سالانہ بن گیا۔

دسمبر 95ء تا اکتوبر 96ء تک کے چند بڑے جلسوں کا ذکر تحدیث نعمت اور قطرے کے دریا اور سمندر بننے کے لئے پیش ہے۔ اور بات قادیان سے شروع ہوتی ہے۔

جماعت احمدیہ قادیان کا 104 واں جلسہ سالانہ

جماعت ہائے احمدیہ بھارت کا 104 واں جلسہ سالانہ 26-27-28 دسمبر 95ء کو عظیم الشان اور بابرکت طور پر منعقد ہوا۔ حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع نے لندن سے احمدیہ ٹیلی ویژن کے ذریعے حاضرین جلسہ قادیان اور احمدیہ ٹیلی ویژن کے ناظرین سے براہ راست خطاب فرمایا اسی طرح جلسے کے آخری روز حضرت صاحب نے اختتامی خطاب بھی اسی طریق پر ارشاد فرمایا دونوں روح پرور خطابات نے قادیان کے اس جلسے کو حقیقی معنوں میں ایک عالمگیر جلسہ بنا دیا۔ ساری دنیا سے عشاق قادیان میں جمع ہوئے اور حضرت صاحب کے پر شوکت پر معرفت جلالی خطابات ساری دنیا میں سنے گئے۔

ہندوستان سمیت 23 ممالک کے نمائندگان نے شرکت کی 5 زبانوں میں رواں ترجمہ ساتھ ساتھ ہوا۔ ٹی وی ریڈیو اور پریس پر وسیع پیمانے پر تشہیر ہوئی اور خبریں چھپیں۔

جماعت احمدیہ گیمبیا (مغربی افریقہ) کا جلسہ سالانہ

جماعت احمدیہ گیمبیا (مغربی افریقہ) کا اکیسواں جلسہ سالانہ 12-13-14- اپریل 96ء کو گریٹ بانجل Great Banjul میں منعقد ہوا۔ جس میں سینی گال اور گنی بساؤ سے بھی احمدی احباب کے وفود نے شرکت کی۔ سینی گال کے وفد میں سات ممبران پارلیمنٹ ایک کرنل اور ایک انجنیئر بھی شامل تھے۔ سینی گال میں احمدیت کی تیزی سے ترقی کے اشارات حضرت امام جماعت الرابع کی زبان پر "ذاکار۔ ذاکار" کے الفاظ میں خدا تعالیٰ نے جاری فرمائے تھے جس کے نتیجے میں (اگست 96ء) تک 28 ممبران پارلیمنٹ احمدی ہو چکے ہیں۔ غیر از جماعت کے عام طبقے کے علاوہ حکومتی سطح پر معزز مہمانان کرام نے شرکت کی۔ حضرت صاحب کا خصوصی پیغام اردو' انگریزی اور مقامی زبانوں میں ترجمہ کر کے سنایا گیا۔

جماعت احمدیہ یوگنڈا کا جلسہ سالانہ

جماعت احمدیہ یوگنڈا کا جلسہ سالانہ 24-25-26- مئی 1996ء کو خدا تعالیٰ کے فضل سے نہایت کامیابی سے منعقد ہوا جلسے سے قبل ملکی اخبارات ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے جلسے کے متعلق خبریں نشر ہوئیں جن میں اس جلسے کی غرض و غایت اور اہمیت کو بھی بیان کیا گیا..... اس موقع پر حضرت صاحب کا خصوصی پیغام پڑھ کر سنایا گیا جس کا مقامی زبانوں میں ترجمہ کیا گیا علاوہ ازیں ایک خصوصی مارچ پاسٹ کا بھی اہتمام کیا گیا۔ جس میں ایک ہزار سے زائد احمدیوں نے خوبصورت بینرز ہاتھ میں لے کر دینی نعرے بلند کئے اور کمپالا کی معروف ترین سڑکوں پر مارچ پاسٹ کیا جس کا غیر از جماعت احباب پر بہت اچھا اثر پڑا۔

جماعت احمدیہ ہالینڈ کا جلسہ سالانہ

31 مئی یکم اور دو جون 96ء کو جماعت احمدیہ ہالینڈ کا 17 واں جلسہ سالانہ منعقد ہوا جس میں دور اور نزدیک سے احمدی احباب اور غیر از جماعت نے شرکت کی۔ یکم جون کو حضرت صاحب نے خواتین کے جلسے سے خطاب فرمایا اور دو جون کو جلسے سے اختتامی خطاب فرمایا روزانہ ہی مختلف قومیتوں کے اور پاکستانی احمدی اور غیر از جماعت کے سوالات کے جوابات مجالس علم و عرفان میں حضرت صاحب دیتے رہے۔

30 جون کو ایک پبلک سیمینار کیا گیا جس میں غیر از جماعت افراد کو خصوصیت سے بلایا گیا تھا چنانچہ 119۔ افراد نے شرکت کی۔ بعد میں انہوں نے سلسلہ کی تصاویر و کتب کی نمائش دیکھی اور نہایت اچھا اثر لے کر گئے اس جلسے میں السلواڈور سے بھی تین نمائندے شامل ہوئے۔

جماعت ہائے احمدیہ کینیڈا کا جلسہ سالانہ

21-22-23 جون کو ٹورانٹو میں جماعت احمدیہ کینیڈا کا 20 واں جلسہ سالانہ نئے سنگ میل رکھتا ہوا منعقد ہوا جس میں حضرت صاحب بنفس نفیس شامل ہوئے۔ خطبہ ارشاد فرمایا اور تینوں دن اہم خطابات فرمائے۔ مجالس سوال و جواب میں معرفت کے دریا بہائے۔

حضرت صاحب نے خطبہ میں فرمایا آج خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کینیڈا کو اپنا 20 واں جلسہ سالانہ منعقد کرنے کی توفیق مل رہی ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جتنے جلسے ہیں ان میں ہر سال قدم ترقی کی طرف آگے بڑھتا رہا ہے اور ہر سال کوئی نہ کوئی سنگ میل رکھنے کی توفیق ملتی رہی ہے..... اس سال کا جلسہ ایک اور قسم کی خوشخبری بھی لایا ہے جس کا تعلق جماعت کینیڈا سے ہی نہیں بلکہ بطور خاص جماعت انگلستان سے بھی ہے اور یقیناً تمام دنیا کی جماعتوں سے ہے۔ اب تک اللہ تعالیٰ کے فضل سے ٹی وی کے ذریعے مرکزی جلسے اور مجالس تمام دنیا میں دیکھی اور سنی جا سکتی ہیں۔ لیکن آج دو طرفہ ہم ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں۔ اس وقت انگلستان میں مختلف مراکز میں بیٹھے ہوئے احمدی ہمیں دیکھ رہے ہیں اور ان کی تصاویر یہاں پہنچ رہی ہیں ہم ان کو دیکھ رہے ہیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا یہ دراصل ایک عظیم خبر تھی جو ایک پہلو سے تو بارہا پوری ہو چکی ہے اب نئے پہلو سے بھی پوری ہو رہی ہے۔

اس رابطہ کا بھرپور مظاہرہ 23 جون 96ء کو ہوا جب حضرت صاحب کے اختتامی خطاب پر بیت الاسلام ٹورانٹو کے دینی نعروں کا جواب محمود ہال لندن میں بیٹھے احباب دیتے جس کی گونج ساری دنیا میں سنی جاتی اور ہر ہر گھر جہاں جلسہ سنا جا رہا تھا والہانہ نعروں سے گونج اٹھتا۔ خطاب کے بعد حضرت صاحب نے ٹورانٹو سے لندن میں جمع

عالمی طور پر اللہ تعالیٰ کے افضال و انعامات کا نظارہ

جماعت احمدیہ کو مبارک ہو

صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ و ممبران عاملہ و اراکین کوٹلی شہر

و

سیکرٹری ناصرات الاحمدیہ کوٹلی شہر آزاد کشمیر

خدا کرے کہ ہر دن پہلے سے بڑھ چڑھ کر خدا کے فضل اور رحمتوں کو اپنے ساتھ لے کر آئے

پروفیسر محمود احمد صاحب قائد، ممبران عاملہ و اراکین ضلع کوٹلی آزاد کشمیر

محمد انور قائد، ممبران عاملہ و اراکین ضلع میرپور آزاد کشمیر

احمد دین قائد، ممبران عاملہ و اراکین ضلع جہلم آزاد کشمیر

و ممبران عاملہ و خدام الاحمدیہ علاقہ آزاد کشمیر

اردو کلاس کے بچوں سے بے تکلفانہ باتیں کی اور نظمیں سنیں۔ یہ ایمان افروز اور ولولہ انگیز ایسے نظارے تھے جن میں ساری دنیا کے عالمگیر ناظرین بھی بیت الاسلام کینیڈا اور محمود ہال لندن کے حاضرین کے ساتھ شامل تھے۔

جماعت احمدیہ گوئٹے مالا کا جلسہ سالانہ

جماعت احمدیہ گوئٹے مالا کا ساتواں جلسہ سالانہ 28۔29 اور 30 جون کو بخیر و خوبی منعقد ہوا حضرت صاحب نے امریکہ کے جلسہ سالانہ کے افتتاح کے موقع پر خطبہ میں گوئٹے مالا کے جلسہ سالانہ کا ذکر فرمایا۔ اس جلسے میں زیادہ بیعتیں کرانے والوں کو حوصلہ افزائی کے لئے حضرت صاحب کی دستخط شدہ تصاویر تحفۃً دی گئیں۔

جماعت ہائے احمدیہ امریکہ کا جلسہ سالانہ

جماعت ہائے احمدیہ امریکہ نے 28۔29۔30 جون 96ء کو اپنا 48 واں جلسہ سالانہ بیت الرحمان واشنگٹن میں منعقد کیا جس میں سات ہزار سے زائد احباب نے شرکت کی حضرت صاحب نے بھی اس جلسے میں شرکت فرمائی خطبہ اور تینوں دن خطابات سے نوازا مجالس علم و عرفان میں علم کے موتی بکھیرے۔

تینوں دن کے جلسے احمدیہ ٹی وی کے دو طرفہ لائیو رابطہ کے ذریعے ساری دنیا میں دیکھے اور سنے گئے واشنگٹن اور لندن کے اجتماعات میں سامعین اور ناظرین کے نظارے بیک وقت تمام دنیا کے ناظرین کے دلوں میں ایمان و یقین کے نور کو فزوں تر کرتے رہے اور کینیڈا کے جلسے کی طرح اگر نعرہ توحید واشنگٹن سے بلند ہوتا تھا تو لندن سے اس کا پر جوش والہانہ جواب دیا جاتا اور لندن سے بلند ہوتا تو واشنگٹن سے جواب دیا جاتا اور تمام دنیا کے ناظرین بھی اپنے اپنے گھروں میں جلسہ دیکھتے ہوئے نعروں میں شریک ہوتے۔

جماعت ہائے انگلستان کا جلسہ سالانہ

جماعت ہائے احمدیہ برطانیہ کا 31 واں جلسہ سالانہ 26۔27۔28 جولائی 96ء کو اسلام آباد (ٹلفورڈ برطانیہ) میں منعقد ہوا۔ حضرت صاحب نے خطبہ ارشاد فرمایا پھر تینوں روز خطابات فرمائے۔ نیز حضرت صاحب کی مجالس سوال و جواب۔ انٹرنیشنل سیمینار برائے دعوت الی اللہ انٹرنیشنل شوریٰ کے اجلاسات اور سب سے بڑھ کر انٹرنیشنل بیعت کی عالمگیر روح پرور تقریب بھی اس پروگرام میں شامل تھے۔ اس جلسے کی تینوں دن کی تمام کارروائی احمدیہ ٹیلی ویژن کے ذریعے براہ راست نشر کی گئی۔

حضرت صاحب نے اس جلسے کے بارے میں فرمایا یہ وہ سالانہ جلسہ ہے جو ایک عالمی نوعیت اختیار کر چکا ہے اس کثرت سے دور دراز سے مشرق و مغرب شمال و جنوب سے کسی اور جلسے میں لوگ اکٹھے نہیں ہوتے جتنے اس جلسے میں ہوتے ہیں اور جب یہ جلسہ آتا ہے تو پھر پلک جھپکنے میں گزر جاتا ہے۔

اس جلسے میں 67 ممالک کے 13 ہزار سے زائد افراد نے شرکت کی۔ جلسے کے تیسرے روز 96 ممالک کی 182 قوموں کے 16 لاکھ 2 ہزار 721۔ افراد نے جماعت احمدیہ میں بیعت کر کے شمولیت اختیار کی۔ مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کے مختلف ممالک سے آئے ہوئے مختلف رنگ و نسل کے افراد باوجود مختلف زبانوں اور مختلف لباسوں کے ایک ہی لباس میں ملبوس نظر آتے تھے یعنی لباس تقویٰ میں۔ اور ان کی زبان اللہ کی محبت سے لبریز حمد و ثنا کی زبان تھی۔ ان کی باہمی محبت ہر قسم کے دنیاوی لالچ اور حرص و طمع سے پاک تھی۔ ان کی بے ساختہ وارفتگانہ محبت کے نظارے دیکھ کر بہت سی سعید روحیں والہانہ انداز میں بیعت کر کے اس محبت کی لڑی میں پرو دی گئیں یہ سب لوگ ایک واجب احترام امام کے تابع اس کی انگلی کے اشارے پر اٹھتے اور بیٹھتے اور جانیں نچھاور کرتے ہیں۔

اس جلسے پر حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع نے اس سال خدا تعالیٰ کے فضلوں کی موسلا دھار بارش کا شکر کرتے ہوئے فرمایا صرف گزشتہ ایک سال میں 6 مزید ممالک میں احمدیت کا نفوذ ہوا۔

صرف گزشتہ ایک سال میں 2201 نئی جماعتوں کا قیام ہو

صرف گزشتہ ایک سال میں 117 نئی بیوت الحمد تعمیر کی گئیں۔

صرف گزشتہ ایک سال میں 1050 بنی بنائی بیوت عبادت کرنے والوں سمیت مل گئیں۔

صرف گزشتہ ایک سال میں فرانسیسی زبان بولنے والے افریقی ممالک میں 7 لاکھ 35 ہزار 38 نئے افراد بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں داخل ہوئے۔

ظہور عون و نصرت دم بدم ہے۔

حضرت صاحب کے لندن جانے کے وقت تک 81 ممالک میں احمدیت پھیل چکی تھی اور 1996ء کے جلسے تک 71 نئے ممالک احمدیت میں داخل ہوئے گویا اب دنیا کے 152 ممالک میں خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدیت کا نفوذ ہو چکا ہے۔ وہ دن اللہ نے چاہا دور نہیں جب ملک کے ملک احمدیت کی آغوش میں آنے میں سعادت سمجھیں گے۔

اس جلسے پر حضرت صاحب نے فرانسیسی بولنے والے ممالک میں احمدیت کی تیزی سے ترقی کا ذکر کرتے ہوئے سینی گال کا ذکر فرمایا۔ حضرت صاحب نے فرمایا ڈاکار سینی گال کے دارالحکومت کا نام ہے کسی وقت اس ملک کا نام مالی تھا۔ مالی اور سینی گال کی متحدہ حکومت بے حد امیر تھی پھر مالی الگ ہو گیا تو اس کی اہمیت کچھ نہ رہی متحدہ ممالک کی صورت میں ٹمبکٹو ان کا دارالحکومت تھا اب سینی گال پھر بہت اہمیت کا مالک ہے۔

حضرت صاحب نے فرمایا ایک رات (1992ء میں) ساری رات مسلسل میرے منہ پر ڈاکار ڈاکار کا لفظ جاری ہوا یہ ایک حیرت انگیز بات تھی صبح اٹھ کر پتہ کروایا تو پتہ چلا کہ ڈاکار سینی گال کے دارالحکومت کا نام ہے۔ چنانچہ ڈاکار کی طرف توجہ دی گئی اس وقت وہاں احمدیوں کی تعداد صرف پانچ ہزار دو سو تیس تھی اس کے بعد تین سالوں میں سینی گال میں 3 لاکھ 11 ہزار احمدیوں کا اضافہ ہوا۔ سینی گال کے 28 ممبران پارلیمنٹ احمدی ہو چکے ہیں جن کے پاس اعلیٰ عہدے بھی ہیں۔

چار سال میں فرینکو فون علاقے (جن میں فرانسیسی بولی جاتی ہے) میں احمدی ہونے والوں کی تعداد 13 لاکھ 4 ہزار 198 ہو چکی ہے۔

جماعت ہائے احمدیہ جرمنی کا جلسہ سالانہ

23۔24۔25۔ اگست 96ء کو جماعت ہائے احمدیہ جرمنی کا 21 واں جلسہ سالانہ من ہائم جرمنی میں منعقد ہوا جس میں تقریباً بیس ہزار افراد نے شرکت کی۔

حضرت صاحب نے تشریف لے جا کر تینوں دن خطابات اور مجالس علم و عرفان سے نوازا اور مختلف اقوام کے افراد کے سوالات کے جوابات عطا فرمائے جو احمدیہ ٹیلی ویژن کے ذریعے براہ راست دکھائے گئے۔

حضرت صاحب نے جرمنی کے جلسے کے متعلق فرمایا جرمنی کا جلسہ آنے والوں کے ہجوم اور مختلف قوموں کی نمائندگی کے لحاظ سے بھی منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ اس سال مختلف اقوام کے افراد کے ہجوم کی کثرت دیکھ کر امیر صاحب جرمنی نے حضرت صاحب سے کہا کہ اب اتنے مختلف زبانوں والے بیک وقت اکٹھے افراد سنبھالنا مشکل ہو رہا ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا آئندہ جو نقشے جلسے کے ابھر رہے ہیں وہاں یہ بھی نقشہ ہو گا کہ بیک وقت دس پندرہ بڑی زبانوں میں جلسے ہوں۔ اور ایک بڑا جلسہ ان سب جلسوں پر محیط ہو گا۔ حضرت صاحب نے فرمایا اس کا آغاز جرمنی ہی سے ہو گا۔

جماعت احمدیہ ناروے کا جلسہ سالانہ

4۔5۔ اور 6۔ اکتوبر 96ء کو جماعت احمدیہ ناروے کا جلسہ سالانہ منعقد ہوا۔ حضرت صاحب جلسے میں شرکت کے لئے ناروے تشریف لے گئے۔ خطبہ سے اس جلسہ کا آغاز ہوا جو براہ راست تمام دنیا میں احمدیہ ٹیلی ویژن کے ذریعے دکھایا گیا۔

حضرت صاحب نے نارویجن ممالک کے بارے میں یکم نومبر کے خطبے میں بتایا کہ وہاں کے قیام کے دوران مختلف اقوام اور مختلف لوگوں سے ملاقاتیں کر کے ان کے سوالات سن کر بہت شدت سے احساس ہوا کہ وہاں دہریت مادیت اور بے حیائی بہت زیادہ ہے اور اس سب کے خلاف احمدی نوجوان نسل کی حفاظت ان کی تربیت بہت ضروری ہے اور نارویجن ممالک کو توحید کی طرف لانا ضروری ہے۔

دنیا کے نقشے پر نظر ڈالیں تو تمام دنیا میں توحید کے جھنڈے جماعت احمدیہ ہی کے گاڑے نظر آتے ہیں۔ اور حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی پیش خبریاں کیسی پوری ہو رہی ہیں جیسا کہ فرمایا "ماسوا اس کے جلسے میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں کیونکہ اب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ دین حق کے قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 342۔343)

خلاصہ کلام یہ کہ ان تمام جلسہ ہائے سالانہ کی روحانی کیفیات کا تذکرہ الفاظ میں تو ممکن نہیں لیکن یہ کیفیات ایسی ہیں جن کا لطف یقیناً ایک لمبے عرصے تک قلب و نظر کو گرماتا رہے گا۔ کیونکہ ان تمام جلسوں کی ہر صبح حمد باری سے منور اور ہر رات اس کے حضور سجدہ ریزیوں سے پر تھی اور ہر دن اللہ تعالیٰ کی توحید کی عظمت سے معمور تھا۔ حضرت صاحب کے خطبے خطابات سوالوں کے جواب غرض ہر ہر لفظ ذہنوں کو نئی علمی جلا اور روحانیت کے اعلیٰ مراتب سے ہمکنار کرتا رہا۔ ان جلسوں کا روحانی فیض احمدیہ ٹیلی ویژن کے رابطوں اور شرکاء جلسہ کے ذریعے قریہ قریہ پھیل گیا اور یقین کامل ہے کہ یہ فیض فزوں سے فزوں تر ہی ہوتا جائے گا (اللہ نے اگر چاہا تو)

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی زندگی کے دوسرے جلسہ سالانہ منعقدہ دسمبر 1892ء میں قریباً 500۔ افراد نے شرکت کی جن میں سے 327 قادیان سے باہر سے آئے تھے۔ کچھ بیرونی ممالک سے بھی آئے تھے۔ عام طور پر لوگ مکہ، اٹاوہ، دہلی، راجپوتانہ، پشاور، جہلم، مالیر کوٹلہ بریلی علی گڑھ شاہ آباد سہارن پور، نوشہرہ، مظفر گڑھ، لاہور، بھیرہ، راولپنڈی، کرنال، انبالہ، گوجرانوالہ، جالندھر، جھنگ ہوشیار پور سیالکوٹ، شاہ پور، نابھہ اور جموں کشمیر سے آئے تھے۔

خدا تعالیٰ کے فضل نے کیسے ایک قطرے۔ بظاہر معمولی جلسے کو اپنی تائید اور نصرت سے جلسوں کا دریا بنا دیا جو ساری دنیا میں بہنے لگا اور اب ٹھاٹھیں مارتے سمندر میں تبدیل ہونے کو تیار ہے دنیا کی مختلف قوموں کی قومیں اور ملکوں کے ملک اس دریا میں ملنے کو بیقرار ہیں۔

ایک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا

(نوٹ اس مضمون کی تیاری الفضل انٹرنیشنل کے مختلف شماروں سے کی گئی ہے)

مت کرو بحثِ ما و تُو پیارو
ایک جیسے ہیں سب لہو پیارو

پا بہ زنجیر کیوں کیا مجھ کو
میں کسی کا عدو نہیں پیارو

ہم سے مل جاؤ یا نکل جاؤ
کیسی پائی ہے تم نے خُو پیارو

مت بہاؤ گلی گلی اس کو
اک امانت ہے یہ لہو پیارو

دیکھو تصویر اور غور کرو
نقش کس کے ہیں ہُو بہُو پیارو

خود کو گر دیکھنا ہو تمہیں
آئینہ رکھو رُوبرُو پیارو

آسماں بھی بتا رہا ہے ہمیں
نُور دیکھو ہے چار سُو پیارو

شب کو انجم شمار ہے شبّیر
دن کو پھرتا ہے کُو بکُو پیارو

چوہدری شبیر احمد صاحب

شکستِ آرزو

نظر فریب سہی زندگی کی تصویریں — ہر ایک پہلو سے ہے حُسن دیدہ زیب انکا
نہ بھاگ دوست! مگر ان حقیقتوں سے نہ بھاگ — فنا کے ہاتھ نے جن سے اٹھا دیا پردا

مرورِ وقت اُڑا لے گیا صباحتِ حُسن — محبّتوں میں بھی اندازِ دلبری نہ رہا
غرورِ سلطنت و جذبۂ جہانگیری — شکوہِ خسر و جلالِ سکندری نہ رہا

یہ رشتہ ہائے محبّت، یہ عنکبوت کے تار — اجل کے ایک ہی جھٹکے سے ٹوٹ جائیں گے
یہ آرزوؤں سے لبریز ساغر و مینا — قضا کی ایک ہی ٹھوکر سے پھُوٹ جائیں گے

یہ کیا ہے سلسلۂ روز و شب ترا یارب! — سدا تڑپتا ہے پہلو میں زندگی کا شرار
غریب دل غمِ ہر دو جہاں اٹھائے ہوئے — ہے ایک دردِ مسلسل سے برسرِ پیکار

شکست اور شکست آہنی ارادوں کی — خلش فسردہ و فرسودہ چند یادوں کی
یہ کیا کہ زیست کسی پل بہل نہیں سکتی — تڑپ تو سکتی ہے پہلو بدل نہیں سکتی

دلوں کو مژدۂ لا تقنطوا دیا تُو نے — وہ لوگ بھی ہیں جنہیں مطمئن کیا تو نے
عطا ہوئی ہے جنہیں یادِ یار، نعمتِ ذکر — جنہیں حصارِ سکینت میں لے لیا تو نے

مجھے بھی دیکھ مری جان بے سکوں ہے ابھی — کنارِ جُو بھی مری پیاس جوں کی تُوں ہے ابھی
اسے بھی منزلِ جاناں پہ ہو رسائی نصیب — کہ وقفِ دشتِ نوردی مرا جنوں ہے ابھی

مشامِ جاں میں ہو یوں مشکبار مرضئ یار
دل و دماغ میں سودائے رنگ و بُو نہ رہے
دلِ حزیں میں بس اِک تیری آرزو کے سوا
یہ آرزو ہے کہ اب کوئی آرزو نہ رہے

عبدالمنان ناہید

بقیہ صفحہ 9

مردار سے تاٹھو کر نہ کھادیں۔ (ص 34)

خلق اور طبعی حالت کے فرق کو واضح کرنے کے لئے آپ نے برتر ہستی کی تلاش کو بھی بطور مثال بیان فرمایا ہے۔ اس امر پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

"منجملہ انسان کی طبعی حالتوں کے جو اس کی فطرت کو لازم پڑی ہوئی ہیں ایک اس برتر ہستی کی تلاش ہے جس کے لئے اندر ہی اندر انسان کے دل میں ایک کشش موجود ہے اور اس تلاش کا اثر اسی وقت سے محسوس ہونے لگتا ہے جبکہ بچہ ماں کے پیٹ سے باہر آتا ہے کیونکہ بچہ پیدا ہوتے ہی پہلے روحانی خاصیت اپنی جو دکھاتا ہے وہ یہی ہے کہ ماں کی طرف جھکا جاتا ہے اور طبعاً اپنی ماں کی محبت رکھتا ہے اور پھر جیسے جیسے حواس اس کے کھلتے جاتے ہیں اور شگوفہ فطرت اس کا کھلتا جاتا ہے یہ کشش محبت جو اس کے اندر چھپی ہوئی تھی اپنا رنگ و روپ نمایاں طور پر دکھاتی چلی جاتی ہے۔ پھر تو یہ ہوتا ہے کہ بجز اپنی ماں کی گود کے کسی جگہ آرام نہیں پاتا اور پورا آرام اس کا اسی کے کنار عاطفت میں ہوتا ہے اور اگر ماں سے علیحدہ کر دیا جائے اور دور ڈال دیا جائے تو تمام عیش اس کا تلخ ہو جاتا ہے اور اگرچہ اس کے آگے نعمتوں کا ایک ڈھیر ڈال دیا جاوے تب بھی وہ اپنی سچی خوشحالی ماں کی گود میں ہی دیکھتا ہے اور اس کے بغیر کسی طرح آرام نہیں پاتا۔ سو وہ کشش محبت جو اس کو اپنی ماں کی طرف پیدا ہوتی ہے وہ کیا چیز ہے؟ درحقیقت یہ وہی کشش ہے جو معبود حقیقی کے لئے بچہ کی فطرت میں رکھی گئی ہے بلکہ ہر ایک جگہ جو انسان تعلق محبت پیدا کرتا ہے درحقیقت وہی کشش کام کر رہی ہے...." (ص 59)

انسانی پیدائش کے اصل مقصد کو بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

"انسان کو جو کچھ اندرونی و بیرونی اعضاء دیئے گئے ہیں۔ یا جو کچھ قوتیں عنایت ہوئی ہیں اصل مقصود ان سے خدا کی معرفت اور خدا کی پرستش اور خدا تعالیٰ کی محبت ہے۔ اسی وجہ سے انسان اسی دنیا میں ہزاروں شغلوں کو اختیار کر کے پھر بھی بجز خدا تعالیٰ کے اپنی سچی خوشحالی کسی میں نہیں پاتا۔ بڑا دولت مند ہو کر بڑا عہدہ پا کر' بڑا تاجر بن کر' بڑی بادشاہی تک پہنچ کر بڑا فلاسفر کہلا کر آخر ان دنیوی گرفتاریوں سے بڑی حسرتوں کے ساتھ جاتا ہے اور ہمیشہ دل اس کا دنیا کے استغراق سے اس کو ملزم کرتا رہتا ہے اور اس کے مکروں اور فریبوں اور ناجائز کاموں میں کبھی اس کا کانشنس اس سے اتفاق نہیں کرتا ایک دانا انسان اس مسئلہ کو اس طرح بھی سمجھ سکتا ہے کہ جس چیز کے قوی ایک اعلیٰ سے اعلیٰ کام کر سکتے ہیں اور پھر آگے جا کر ٹھہر جاتے ہیں وہ اعلیٰ کام اس کی پیدائش کی علت غائی سمجھی جاتی ہے۔ مثلاً بیل کا کام اعلیٰ سے اعلیٰ قلبہ رانی یا آبپاشی یا بار برداری ہے۔ اس سے زیادہ اس کی قوتوں میں کچھ ثابت نہیں ہوا۔ سو بیل کی زندگی کا مدعا یہی تین چیزیں ہیں اس سے زیادہ کوئی قوت اس میں پائی نہیں جاتی۔ مگر جب ہم انسان کی قوتوں کو ٹٹولتے ہیں کہ ان میں اعلیٰ سے اعلیٰ کون سی قوت ہے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ خدائے اعلیٰ و برتر کی تلاش اس میں پائی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ چاہتا ہے کہ خدا کی محبت میں ایسا گداز اور محو ہو کہ اس کا اپنا کچھ بھی نہ رہے۔ سب خدا کا ہو جائے۔ وہ کھانے اور سونے وغیرہ طبعی امور میں دوسرے حیوانات کو اپنا شریک غالب رکھتا ہے۔" (ص 102)

مرزا خلیل احمد قمر

امام جماعت احمدیہ الاول حضرت مولانا نور الدین صاحب

کی قبولیت دعا کے واقعات

حضرت حکیم مولانا نور الدین صاحب امام جماعت احمدیہ الاول کا مقام جماعت احمدیہ کی تاریخ میں خاص اہمیت کا حامل ہے۔ آپ نے دینی علم و فضل اور شہرت کے ہوتے ہوئے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے تمام دعاوی کو نہ صرف نہایت صدق دل سے تسلیم کیا بلکہ کمال اطاعت کا نمونہ بھی دکھایا۔ آپ اپنی جان اور مال قربان کرنے کے لئے ہروقت تیار رہتے تھے۔ آپ ہمہ وقت کلام الٰہی کی درس و تدریس کے لئے کوشاں رہے آپ مطالعہ کتب کے از حد شوقین تھے آپ نے نہ صرف بے شمار علوم کی کتب کا مطالعہ کیا تھا بلکہ آپ کے کتب خانہ میں بیش قیمت علمی کتب موجود تھیں جن سے وقتاً فوقتاً ہندوستان کے نامور محقق اور سیرت نگار جناب شبلی نعمانی اور مسلمانوں کی سیاسی اور علمی تحریک کے راہنما سرسید احمد خان صاحب بھی استفادہ کرتے رہے۔

آپ ان اوصاف کے ہوتے ہوئے توکل اور غنا کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے اس طرح آپ ہر مشکل کے وقت میں دنیوی اسباب پر نظر کرنے کی بجائے ہمیشہ خدائے قادر و توانا کے سامنے جھکتے اور اس سے ہی مدد کے طلب گار ہوتے۔

آپ کو جب قبول احمدیت کی سعادت حاصل ہوئی تو حضرت بانی سلسلہ کے دعاوی میں سے ایک خاص دعویٰ قبولیت دعا کا بھی تھا۔ آپ جماعت کے احباب میں بھی ایسا رنگ پیدا کرنا چاہتے تھے اور اپنے ماننے والوں کو اپنی ضروریات اور مشکلات و مقاصد کے لئے خدا تعالیٰ کے حضور جھکنے کی تاکید کرتے تھے۔ اور چاہتے تھے کہ احباب جماعت کا خدا تعالیٰ کے ساتھ زندہ تعلق پیدا ہو جائے۔ تا اس امر کا ثبوت ہو کہ خدا تعالیٰ اپنے پیاروں کی دعائیں سنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاؤں کے نتیجے میں جماعت احمدیہ کو بہت سے ایسے وجود عطا فرمائے جو قبولیت دعا کے سلسلہ میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ ان میں سے حضرت مولانا نور الدین صاحب امام جماعت احمدیہ اول ایک خاص مقام کے حامل ہیں یوں تو آپ کی ساری زندگی قبولیت دعا کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ جن میں سے بعض واقعات کو آپ نے اپنی بیان فرمودہ اور نہایت دلنشین اور دل پر اثر کرنے والی سوانح مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین میں درج فرمایا ہے۔ مکرم شیخ عبدالقادر صاحب سابق سوداگر مل نے اپنی کتاب حیاۃ نور میں بھی بہت سے واقعات درج کئے ہیں۔ اس کے علاوہ اخبار الحکم البدر اور الفضل میں ایسے بہت سے واقعات بکھرے پڑے ہیں۔

آپ نے خود اپنی دعاؤں کے بارے میں فرمایا ہے۔

میری دعائیں عرش پر بھی سنی جاتی ہیں میرا مولیٰ میرے کام میری دعا سے بھی پہلے کر دیتا ہے۔

(بدر 11 جولائی 1913ء)

ذیل میں حضرت مولوی صاحب کی قبولیت دعا کے چند واقعات بطور نمونہ قارئین الفضل کی خدمت میں پیش ہیں۔

حضرت مولوی صاحب کو عبادات کی طرف رغبت مکتب کی پڑھائی کے دوران سے ہی شروع ہو گئی تھی اور آپ کے استاد دوسرے بچوں کے ساتھ آپ کو عبادات کرنے کے لئے بھیجا کرتے تھے .... عبادات کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ دعاؤں کا ذوق شوق بھی دل میں پیدا ہو گیا۔ ایک دفعہ کسی ضرورت کے پیش آنے پر آپ نے استاد سے پوچھا کہ کیا تدبیر کروں اس نے جواب دیا کہ افسوس میرے پاس اس مطلب کے حصول کے لئے کوئی عمل نہیں ہے۔ اس پر خدا نے آپ کی راہنمائی فرمائی اور آپ نے کہا آؤ عقد ہمت سے کام لیں اور دعا کریں جس پر آپ کا مطلب عشاء کے وقت ہی پورا ہو گیا۔ استاد نے اس سے یہ یقین کر لیا کہ آپ کوئی عمل جانتے ہیں۔

(تاریخ احمدیت جلد چہارم ص 20)

حضرت مولوی صاحب تحصیل علم کے سلسلہ میں رام پور پہنچے آپ کے دو اور ساتھی تھے اور رام پور میں کوئی واقفیت نہیں تھی۔ ایک ویران سی مسجد میں تینوں نے ڈیرہ لگا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت سے کھانے کا انتظام کر دیا۔

"ایک سات سال کی لڑکی دو دن صبح و شام کھانا لائی۔ تیسرے دن اس نے آتے ہی کہا کہ میری اماں کہتی ہیں کہ آپ دعا کریں میرا خاوند میری طرف توجہ کرے۔ چنانچہ اس کے لئے دعا کی۔ اور اس کے پاس جا کر اس کو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام بتائے اور اپنی طاقت کے مطابق اسے خوب سمجھایا۔

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس شخص نے اپنی بیوی کو رعایت سے بلایا اور مجھ کو جناب الٰہی کے حضور شکر کا موقعہ ملا۔"

(مرقاۃ الیقین ص 59)

آپ ایک دفعہ حصول علم کے سلسلہ میں رام پور سے لکھنؤ کا سفر کر رہے تھے آپ نے تین دن سے کھانا نہیں کھایا تھا۔ مگر کسی سے سوال نہیں کیا۔ آپ مغرب کی (عبادت) کے لئے بیت میں گئے۔ اور وہاں کے لوگوں نے آپ کی طرف کوئی توجہ نہ دی لوگ نماز پڑھ کر چلے گئے۔ آپ اکیلے بیٹھے دعا کر رہے تھے آپ نے فرمایا۔

"جب میں اکیلا تھا تو مجھے باہر سے آواز آئی نور الدین نور الدین یہ کھانا آ کر جلد پکڑ لو۔ میں گیا تو ایک مجمع میں بڑا پر تکلف کھانا تھا۔ میں نے پکڑ لیا۔ میں نے یہ بھی نہیں پوچھا کہ یہ کھانا کہاں سے آیا۔ کیونکہ مجھے علم تھا کہ خدا تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ میں نے خوب کھایا۔ اور پھر برتن مسجد کی ایک دیوار کے ساتھ کھونٹی پر لٹکا دیا۔ جب میں آٹھ دس دن کے بعد واپس آیا تو وہ برتن وہیں آویزاں تھا۔ جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ کھانا گاؤں کے کسی آدمی نے نہیں بھجوایا تھا۔ خدا تعالیٰ نے ہی بھجوایا تھا۔"

(حیات نور ص 27)

آپ کے اساتذہ پر بھی آپ کی نیکی تقویٰ طہارت کا خاصا اثر تھا۔ اور بعض امور میں اساتذہ بھی آپ کو دعا کے لئے کہا کرتے تھے چنانچہ حکیم علی حسین لکھنوی کا واقعہ پیش خدمت ہے۔

حکیم علی حسین لکھنوی صاحب کو نواب رام پور نے اپنے ایک چہیتے خدمت گار علی حسن کے علاج کے لئے رام پور بلوایا۔ تو حضرت مولوی صاحب بھی حکیم صاحب کے ساتھ رام پور چلے آئے۔ آپ لکھتے ہیں۔

رام پور پہنچ کر حکیم صاحب نے کہا اس شخص کی صحت کے لئے تم دعا کرو۔ میں نے کہا دعا کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ اور بدوں توجہ دعا نہیں ہو سکتی۔ اب یہ جئے یا مرے ہم تو رام پور پہنچ ہی گئے۔ آخری علی حسن کا انتقال ہو گیا۔

(مرقاۃ الیقین ص 56)

کنجی کی بازیابی

آپ 65-1866ء میں 24'25 سال کی عمر میں پہلی دفعہ مکہ جانے کی غرض سے بمبئی سے روانہ ہوئے۔ پانچ آدمی ہمراہ تھے ایک نوجوان نے کہا میرے صندوق میں جگہ ہے تم اپنی کتابیں میرے صندوق میں رکھ لو۔ آپ نے کتابیں رکھوا دیں راستے میں اس نوجوان کی کنجی گم ہو گئی آپ کو کہنے لگا تمہاری کتابوں کی وجہ سے چونکہ صندوق ہماری تھی اس لئے اس کی کنجی کسی نے چرا لی ہے۔

غرض وہ ایسے پیچھے پڑے کہ کسی طرح بھی چین لینے نہ دیتے تھے میں نے منت سماجت بھی کی۔ اور لوگوں نے بھی ان کی خوشامد کی۔ سمجھایا مگر وہ اپنی بات سے نہ ٹلے۔ آخر اللہ تعالیٰ سے بڑی دعا کی۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اسی رات ترکوں کے کیمپ پر چوروں نے حملہ کیا تعاقب کرنے پر بھاگتے ہوئے چوروں کی کنجیاں وہاں رہ گئیں آپ فرماتے ہیں۔

یہ کرشمہ اس دعا کا تھا جو رات کو میں نے جناب الٰہی میں کی تھی صبح کے وقت ترک مع کنجیوں کے اس کیمپ میں آئے .... میں نے ترک کے ہاتھ میں کنجیوں کا گچھا دیا تو اس میں وہ کنجی بھی تھی۔

(مرقاۃ الیقین ص 71)

عبادت باجماعت رہ جانے پر قلبی کیفیت معافی کے لئے دعا آپ لکھتے ہیں'

"جن دنوں میں شاہ عبد الغنی صاحب سے تعلیم پاتا تھا ایک دن ظہر کی عبادت جماعت سے مجھ کو نہ ملی۔ جماعت ہو چکی تھی۔ اور میں کسی سبب سے رہ گیا مجھے ایسا معلوم ہوا کہ یہ اتنا بڑا کبیرہ گناہ ہے کہ قابل بخشش ہی نہیں۔ خوف کے مارے میرا رنگ زرد ہو گیا خانہ خدا کے اندر گھسنے سے بھی ڈر معلوم ہوتا تھا۔ وہاں ایک باب الرحمت ہے اس پر لکھا ہوا ہے (اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو)

اس کو پڑھ کر بھی بہت ڈرتا ہوا اور حیرت زدہ سا ہو کر خانہ خدا کے اندر گھسا اور بہت ہی گھبرایا۔ جب میں منبر اور حجرہ شریف کے درمیان پہنچا اور عبادت ادا کرنے لگا تو رکوع میں مجھے جس خیال نے بہت دلاسا دیا وہ یہ تھا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے (کہ گھر اور منبر کے درمیان جنت ہوتی ہے) اور جنت تو وہ مقام ہے جہاں جو التجا کی جاتی ہے وہ مل جاتی ہے پس میں نے دعا کی کہ الٰہی میرا یہ قصور معاف کر دیا جائے۔

(مرقاۃ الیقین ص 82)

بیت النور کے افتتاح پر دعا:

23۔ اپریل 1910ء کو جبکہ البیت کا ایک کمرہ تیار ہو چکا تھا آپ نے عصر پڑھا کر اس کا افتتاح فرمایا اس کے بعد درس دیا۔ جس میں بتایا کہ آج اللہ تعالیٰ نے دعا کے لئے ایسے ایسے الفاظ اور طریق بتائے ہیں کہ میں حیران تھا۔ اور ایسی دعائیں جو میرے وہم میں بھی نہ تھیں نیز حلفاً فرمایا کہ میں نے اس (البیت) کی بنیاد اللہ کی رضا کے لئے رکھی ہے اور تقویٰ پر رکھی ہے اور جس (بیت) کی بنیاد اللہ کی رضا پر ہو وہ بڑی پکی (البیت) ہوتی ہے۔ اسی دوران میں آپ نے نہایت جلال سے یہ بھی فرمایا۔

میں خدا کے فضل سے یقین رکھتا ہوں کہ میری چٹان سے جو سر مارے گا اس کا سر ٹوٹ جائے گا۔ درس ختم کرنے کے بعد آپ نے بہت لمبی دعا فرمائی۔

(تاریخ احمدیت جلد چہارم ص 330)

روٹی پکانے کی کوشش اور خدا تعالیٰ کی طرف سے کھانے کا انتظام

آپ حکیم علی حسین لکھنوی سے پڑھنے کے لکھنؤ پہنچے وہاں رہائش کے انتظام کے ساتھ کھانا پکانے کا انتظام بھی خود کرنا تھا۔ آپ فرماتے ہیں آخر علی بخش نے مجھے ایک مکان دیا اور وہاں کھانے کا انتظام مجھے خود کرنا پڑا جیسے کہ میں کہہ چکا ہوں کہ حرفہ کے لئے میرے دماغ میں کوئی بناوٹ نہیں۔ اپنی روٹی پکانے کے لئے ایک عجیب منطق سے کام لینے لگا۔ چولہے میں آگ

جلائی توارکھااور روٹی گول بنانے کی یہ ترکیب سوجھی کہ آٹے کو بہت پتلا گھول لیااور ایک برتن کے ذریعے اس گرم توے پر بلا گھی اور خشکی کے خوبصورت دائرہ کی طرح آٹا ڈال دیا جب اس کا نصف حصہ پک گیا تو پلٹنے کے لئے روٹی کو اٹھانے کی فضول کوششیں کیں۔ ان کوششوں میں روٹی اوپر تک پک چکی تھی۔ خیالی فلسفہ نے توے کو اتار کر آگ کے سامنے رکھ دیا۔ جب عمدہ طور پر اوپر کا حصہ پختہ نظر آیا تو چاقو سے اتارنے کی ٹھہری مگر چاقو کے ذریعہ اترنے سے بھی اس نے انکار کیا اور مجھے دعا کی توفیق ملی۔ اس مکان سے باہر نکل کر آسمان کی طرف منہ اٹھا کر یوں دعا مانگنے لگا۔

اے کریم مولا ایک نادان کے کام سپرد کرنا اپنے بنائے ہوئے رزق کو ضائع کرنا ہے یہ کس لائق ہے جس کے سپرد روٹی پکانا کیا گیا۔

(مرقاۃ الیقین ص 69)

اس دعا کے بعد آپ پر تکلف لباس میں سیدھے حکیم علی حسین لکھنوی کے مکان پر تشریف لے گئے حکیم صاحب نے دیکھتے ہی فرمایا۔ آپ اس وقت آئے اور بے اجازت چلے گئے یہ شاگرد کا کام ہے؟ آئندہ تم روٹی ہمارے ساتھ کھایا کرو۔ اور یہیں رہو یا جہاں ٹھہرے ہو وہاں رہو۔ مگر روٹی یہاں کھایا کرو میں نے کچھ عذر معذرت کے بعد حکیم صاحب کی یہ پیشکش منظور کرلی۔

(مرقاۃ الیقین ص 55)

اس طرح کا ایک اور واقعہ آپ کو پیش آیا کہ شدت تپ میں آپ کو خطرناک رنگ میں سیلان اللعاب شروع ہو گیا جس میں بدبودار سیاہ رنگ کا پانی نکلتا تھا۔ ایک شخص حکیم فرزند علی نے آپ کو رائے دی کہ اگر آپ کا وطن قریب ہو تو آپ فوراً چلے جاؤ اس احتراقی مواد سے بچنے کی کوئی امید نہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

"شام کے وقت ایک بزرگ جو وہاں مہتمم طلبہ- العلم تھے اور نہایت ہی مخلصانہ حالت میں تھے کہنے لگے میں بوڑھا ہوں میرے منہ سے لعاب آتا ہے کوئی ایسی چیز بتاؤ جو افطار کے وقت کھالیا کروں۔ میں نے کہا مربہ آملہ بنارسی دانہ الائچی اور ورق طلاء سے افطاری کریں وہ یہ نسخہ دریافت کر کے گئے معاً واپس آئے وہ ایک مرتبان مربہ اور بہت سی الائچیاں اور دفتری ورق طلاء میرے سامنے لارکھی اور کہا کہ آپ کے منہ سے بھی لعاب آتا ہے آپ بھی کھائیں میں نے ان کو کھانا شروع کیا ایک آدھ کے کھانے سے چند منٹ کے لئے تخفیف ہو گئی جب پھر پانی کا آغاز ہوا تو ایک اور کھالیا۔ غرض مجھے یاد نہیں کہ کس قدر کھا گیا۔ عشاء کے بعد مجھے بہت تخفیف ہو گئی۔"

(مرقاۃ الیقین ص 68)

علمی مسائل کے حل کے لئے دعا

بیعت کے بعد ایک ملاقات میں آپ نے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ سے پوچھا کہ "آپ کی مریدی میں کیا مجاہدہ کرنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی محبت میں ترقی ہو۔ آپ نے فرمایا میں یہ مجاہدہ بتاتا ہوں کہ آپ عیسائیوں کے مقابلہ میں ایک کتاب لکھیں آپ نے عرض کیا۔ کہ حضرت الزامی جوابات کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے فرمایا۔

بڑی ہی بے انصافی ہو گی اگر ایک بات جسے انسان خود نہیں مانتا دوسرے کو منوانے کے واسطے تیار ہو۔ ہاں اگر کوئی ایسا ہی مشکل سوال آپ کی راہ میں آجائے جس کا جواب ہرگز آپ کی سمجھ میں نہ آسکے تو مناسب طریق ہے کہ آپ یہ سوال نہایت ہی خوشخط اور جلی قلم سے لکھ کر اپنی نشست گاہ کے سامنے جہاں آپ کی نظر پڑتی رہے لٹکا دیا کریں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنے خاص فضل سے فیضان نازل فرمائے اور یہ عقدہ حل ہو جائے۔ حضرت مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ اس طریق دعا کا میں پہلے ہی قائل تھا کہ مجھے اس کی مضبوط چٹان پر حضرت صاحب نے کھڑا کر دیا۔

(الحکم 26- اپریل 1908ص 2)

ایک خاص درس میں شامل ہونے والوں کے لئے دعا

10 مارچ 1912ء کو مغرب کے بعد حسب معمول صاجزادہ میاں عبدالحی صاحب کلام الٰہی کا سبق پڑھ رہے تھے اور ایک کثیر تعداد دیگر طالب علموں کی بھی موجود تھی۔ جو روزانہ اس درس میں شریک ہوا کرتے تھے اثنائے درس میں میاں شریف احمد صاحب .... کسی ضرورت کے واسطے باہر جانے لگے تو حضرت (مولوی صاحب) نے فرمایا کہ جلدی واپس آنا پھر فرمایا کہ شاہ عبدالرحیم ایک بزرگ تھے ان کو خدا تعالیٰ نے توجہ دلائی کہ گنو اس وقت کتنے آدمی موجود ہیں انہوں نے گن لئے پھر الہام ہوا کہ آج عصر جس قدر لوگ تمہارے پیچھے پڑھیں گے سب جنتی ہوں گے ایک آدمی سے وہ خوش نہ تھے جب انہوں نے عصر شروع کی تو وہ آدمی موجود تھا جب عبادت ختم کی تو دیکھا کہ وہ آدمی پیچھے نہیں ہے آدمی گنے تو پورے تھے پوچھا کہ ان میں کوئی اجنبی آدمی آکر شامل ہوا ہے؟ آخر ایک اجنبی آدمی پایا گیا اس سے پوچھا کہ تم کس طرح شامل ہو گئے اس نے کہا کہ میں جارہا تھا اور میرا وضو تھا۔ جماعت کھڑی ہوئی دیکھی میں نے کہا میں بھی شامل ہو جاؤں۔ پھر وہ دوسرا آدمی آگیا۔ اس سے پوچھا کہ تم کہاں چلے گئے تھے اس نے کہا کہ میرا وضو ٹوٹ گیا تھا۔ اور میں وضو کرنے لگا تھا۔ مجھے وہاں دیر ہو گئی اتنے میں عبادت ختم ہو گئی۔

"یہ معاملہ ہمارے درس میں بھی کبھی کبھی ہوتا ہے یہ خدا کا فضل ہے ہم نے آج ایک دعا کرنی ہے وہ دعا بڑی لمبی ہے مگر سب دعا اس وقت نہیں کریں گے ہمارا دل چاہتا ہے کہ جس قدر لوگ اس وقت درس سن رہے ہیں اللہ تعالیٰ ایسا کرم کرے کہ اس دعا سے کوئی محروم نہ رہے۔

خوب یاد رکھو کہ اللہ ایک ہے.... اللہ کی باتیں اور اس کے دین کو دنیاوی لالچ سے خراب نہ کرو اور اللہ پر توکل کرو میرا وہ مطلب حاصل ہو گیا ہے۔

(بدر 2 مئی 1912ء)

بحیثیت طبیب آپ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ آپ دوا کے ساتھ دعا بھی کرتے تھے جیسا کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرمایا کرتے تھے "مولوی صاحب کا وجود از بس غنیمت ہے آپ کی تشخیص بہت اعلیٰ ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ بیمار کے واسطے دعا بھی کرتے ہیں ایسے طبیب ہر جگہ کہاں مل سکتے ہیں۔

ایک دفعہ آپ کے پاس دق کا ایک لاعلاج بیمار آیا۔ فرمایا کل دکھانا۔ اور رات کو سحری کے وقت عبادت آخر شب میں مریض کے لئے بہت دعا کی جس پر اس کی صحت کی آپ کو بشارت ملی۔ صبح آپ نے یہ خوشخبری سنائی چنانچہ آپ کے تجویز کردہ نسخہ کے چند روزہ استعمال کے بعد وہ بالکل تندرست ہو گیا۔

امرتسر کی ایک عورت کو رحم کی بیماری سے درد شدید اور پیپ اور خون بہنے کی تکلیف تھی اور باوجود اطباء اور ڈاکٹروں کی کوشش کے اسے چنداں افاقہ نہیں ہوا۔ آپ حضرت بانی سلسلہ کی اجازت سے اس کے اقرباء کے ساتھ تانگہ پر سوار ہو کر قادیان سے امرتسر کی طرف روانہ ہوئے اور تانگہ میں ہی دعا شروع کر دی کہ اے خدا بڑے بڑے طبیبوں کے علاج سے یہ شفا نہیں پاسکی۔ تو نور الدین تیرے فضل کے بغیر کیا کر سکتا ہے آپ کی یہ دعا قبول ہوئی اور خدا نے آپ کے نسخہ سے اسے شفایاب کر دیا۔

(تاریخ احمدیت جلد چہارم ص 591)

تجویز نسخہ کے وقت دعا

ایک دن مزمن ماشرہ کا مبتلا ایک بیمار آیا۔ اس کا سر اس قدر موٹا ہو گیا تھا جیسے ہاتھی کا۔ اس کے ہونٹوں اور آنکھوں کی شکل بھی بڑی بھیانک تھی میں اس سے دو تین روز پہلے یہ مرض پڑھ چکا تھا۔ مگر مریض کو دیکھ کر سمجھ میں نہ آیا کہ یہ ماشرہ ہے۔ ادھر حکیم صاحب نے فرمایا اس کا نسخہ لکھو۔ میں سخت گھبرایا آخر میرے پاس تو دعا ہی کا ہتھیار تھا معاً حکیم صاحب نے بیساختہ فرمایا کہ ایسے ماشرہ دنیا میں کم دیکھنے میں آتے ہیں تب میں نے عرض کیا کہ اس مریض کو دیکھنے میں بہت جمگھٹا ہو گیا ہے اس کو مکان پر لے جائیں اور پھر آکر نسخہ لے جائیں۔ اس طرح وقت کو ٹلا دیا۔

تیمار دار دیر کے بعد آیا اور حکیم صاحب نے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ آپ نے نسخہ لکھا ہے میں نے کہا کہ ابھی لکھ دیتا ہوں قلم اٹھا کر نسخے لکھ دیئے اور حکیم صاحب کو پیش کئے۔ حکیم صاحب نے ان کو دیکھ کر مجھے اشارہ کیا کہ شرح گیلانی ترویح اور مجموعہ بقائی لاؤ میں لایا میرے نسخوں کو سامنے رکھ کر سرسری نظران کتابوں پر ڈال لی اور نسخے تیمار دار کو دے دیئے۔ جب فراغت ہوئی تو اپنی بیاض بڑی محبت سے مجھ کو عطا کی اور فرمایا تم اس کے اہل ہو۔

(مرقاۃ الیقین ص 57)

چوہدری حاکم دین صاحب کی بیوی کے لئے دعا

حضرت چوہدری حاکم دین صاحب کی بیوی کو پہلا بچہ ہونے والا تھا۔ اور سخت تکلیف تھی آپ رات کو ۱۱ بجے حضرت مولوی صاحب کے گھر گئے۔ چوکیدار سے پوچھا کہ کیا میں حضرت مولوی صاحب سے مل سکتا ہوں اس نے نفی میں جواب دیا لیکن اندرون خانہ میں حضرت مولوی صاحب نے آواز سن لی۔ اور پوچھا کون ہے۔ چوکیدار نے عرض کی چوہدری حاکم دین ملازم بورڈنگ ہیں۔ فرمایا۔ آنے دو۔ آپ اندر چلے گئے اور زچگی کی تکلیف کا ذکر کیا۔ حضرت مولوی صاحب اندر جا کر ایک کھجور لے آئے اور اس پر کچھ پڑھ کر پھونکا۔ اور چوہدری صاحب کو دے کر فرمایا کہ یہ اپنی بیوی کو کھلا دیں اور جب بچہ پیدا ہو جائے تو مجھے اطلاع کر دیں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا تھوڑی دیر کے بعد بچی پیدا ہوئی۔ چوہدری صاحب نے سمجھا کہ اب دوبارہ حضرت مولوی صاحب کو جا کر جگانا مناسب نہیں اس لئے وہ سو رہے صبح وہ حاضر ہوئے حضرت مولوی صاحب اس وقت وضو کر رہے تھے چوہدری صاحب نے عرض کی کھجور کھلانے کے بعد بچی پیدا ہو گئی تھی آپ نے فرمایا کہ بچی پیدا ہونے کے بعد تم میاں بیوی آرام سے سو رہے۔ اگر مجھے بھی اطلاع کر دیتے تو میں بھی آرام سے سو رہتا میں تمام رات تمہاری بیوی کے لئے دعا کرتا رہا۔

(ملخص.... احمد جلد ہشتم ص 72)

عبدالکریم صاحب حیدر آبادی کے لئے اجتماعی دعا

عبدالکریم صاحب حیدر آبادی جو تعلیم کی غرض سے قادیان میں قیام رکھتے تھے جن کو سگ دیوانہ نے کاٹ لیا تھا اور جو بعد میں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی معجزانہ دعا سے صحت یاب ہوئے اور عرصہ تک زندہ رہے۔ جب بیماری کے آثار ظاہر ہوئے تو حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے کسی طالب علم کے ہاتھ مولوی صاحب کو دوا بھیجی اور کہلا بھیجا کہ یہ اسے پلائی جائے۔ حضرت مولوی صاحب اس وقت (بیت اقصیٰ میں درس دے رہے تھے دوران درس میں آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ دیکھو (حضرت بانی سلسلہ) میں کس قدر خلقت اللہ پر شفقت ہے پھر فرمایا مجھے اس بچے کے لئے سخت اضطراب ہے ایسا درد ہے کہ میں تم کو سبق نہیں پڑھا سکتا۔ اس کے بعد آپ نے درد دل کے ساتھ اس طالب علم کے لئے اجتماعی دعا کرائی۔

(الحکم 10 فروری 1907ص 11)

طاعون سے بچنے کی دعا

1910ء کے اوائل میں ہندوستان میں پھر طاعون حملہ آور ہوئی۔ قادیان کے اردگرد طاعون سے اموات واقع ہوئیں تو حضرت مولوی صاحب نے طاعون کے دفاع میں مندرجہ ذیل دعا پڑھنے کا ارشاد فرمایا۔

ترجمہ اس خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں جس کے نام کے ساتھ زمین و آسمان کی کوئی چیز بھی ضرر نہیں پہنچا سکتی اور وہ خوب سننے والا اور خوب جاننے والا خدا ہے۔ میں اس کی مخلوق کے شر سے اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ کی پناہ میں آتا

ہوں۔

(الحکم 7مارچ 1910ء ص 4)

اللہ تعالیٰ نے جماعت کو طاعون سے محفوظ رکھا اور طاعون کا زور بھی جلد ٹوٹ گیا۔

دعا کے نتیجہ میں شریر لڑکے خود بخود بورڈنگ سے نکل گئے

چوہدری حاکم دین صاحب بیان فرماتے ہیں۔

ایک دفعہ کچھ شریر لڑکے بورڈنگ میں داخل ہو گئے۔ وہ اپنی شرارتوں سے لوگوں کو تنگ کرتے تھے۔ میں نے حضرت صاحب سے ذکر کیا۔ حضرت صاحب نے درس میں فرمایا کہ بعض لڑکے شریر ہو گئے ہیں۔ وہ اپنی شرارتیں چھوڑ دیں۔ ورنہ میں دعا کرتا ہوں۔ کہ خدا تعالیٰ ان سے ہمارا چھٹکارا کرا دے۔ حضرت مولوی صاحب کی دعا کے بعد دو ہفتہ کے اندر وہ تمام لڑکے جو بارہ کے قریب تھے خود بخود بورڈنگ سے نکل گئے۔

(....احمد جلد ہشتم ص 72)

وفد کو دعا کی طرف خصوصی توجہ دلائی

مدرسہ احمدیہ کی ترقی و بہبود کے لئے علماء جماعت احمدیہ نے سفر ہند اختیار کیا اس وفد میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب حضرت قاضی امیر حسین صاحب حضرت حافظ روشن علی صاحب سید عبدالحی صاحب عرب حضرت یعقوب علی عرفانی شامل تھے اس وفد نے 3۔اپریل 1912ء تا 29 اپریل 1912ء دورہ کیا۔ آپ نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو امیر وفد مقرر فرمایا اور ہدایات عطا فرمائیں۔

فرمایا

علم آں بود کہ نور فراست رفیق اوست

تم بھی اس علم کو حاصل کرو یہی اپنا مقصد بناؤ۔ باقی علوم کچھ چیز نہیں ہوتے۔ ان کا گھمنڈ بھی نہ کرنا۔ دعاؤں سے بہت کام لینا۔ یہاں سے چلتے وقت راستہ میں کسی بستی کو دیکھو تو برابر دعائیں کرو..... میرا اپنا تجربہ ہے میں بوڑھا ہو گیا۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر گر جاتا ہے تو پھر خدا تعالیٰ اس کے دل کو کھول دیتا ہے اور آپ اس کی مشکل کا حل بتا دیتا ہے.... علماء سے ملو اگر کسی سے عمدہ بات ملے تو فوراً اسے لے لو۔

(الحکم 14۔اپریل 1912ء ص 11)

ضرورت و اہمیت دعا

آپ نے 27 جون 1913ء کے خطبہ میں دعا کی ضرورت و اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا۔

دعا کے سوا مجھے کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اس واسطے میری عرض ہے کہ تم دعاؤں میں لگے رہو۔ تمہارے بھلے کے لئے کہتا ہوں ورنہ میں تو تمہارے سلاموں اور تمہارے مجلس میں تعظیم کے لئے اٹھنے کی خواہش نہیں رکھتا۔ اور نہ یہ خواہش ہے کہ مجھے کچھ دو۔ اگر میں تم سے اس بات کا امیدوار ہوں تو میرے جیسا کافر کوئی نہیں۔ اس بڑھاپے تک جس نے دیا اور امید سے زیادہ دیا۔ وہ کیا چند روز کے لئے مجھے تمہارا محتاج کرے گا۔

سنو بچے کی شادی تھی میری بیوی نے کہا کچھ جمع ہے تو خیر ورنہ نام نہ لو۔ میں نے کہا خدا کے گھر میں سبھی کچھ ہے آخر بہت جھگڑے کے بعد اس نے کہا اچھا پھر میں سامان بناتی ہوں۔ میں نے کہا میں تمہیں خدا نہیں بناتا۔ میرے مولا کی قدرت دیکھو کہ شام تک جس قدر ساز و سامان کی ضرورت تھی مہیا ہو گیا۔ یہ میں نے کیوں سنایا تا تمہیں حرص پیدا ہو۔ اور تم بھی اپنے مولا پر بھروسہ کرو۔ پھر میری بیوی نے کہا عبدالحی کا مکان الگ بنانا ہے تو اس کے لئے بھی خدا نے ہی سامان کر دیا ان فضلوں کے لئے عدل کا اقتضاء ہے کہ میں سارا خدا کا ہی ہو جاؤں قویٰ بھی اس کے عزت و آبرو بھی اسی کی۔

(الفضل 2 جولائی 1913ء)

حضرت مولوی صاحب کی ایک درد انگیز دعا ایک اولوالعزم امام کے ظہور کے لئے

26 جون 1913ء کو آپ کو بہت نقاہت تھی مگر شام کے وقت آپ نے درس دیا اور اس کے بعد درد بھرے دل سے فرمایا

بیماری کے وقت مجھے ایسا خیال رہتا ہے کہ شاید اب زندہ نہ رہوں۔ چنانچہ اب کے بھی ایسا ہی ہوا۔ میں نے دو رکعت عبادت ادا کی۔ (۔) میں نے اللہ کی حمد کی۔ اور اس کے بعد استغفار کیا۔ پھر میں نے ایک دعا کی۔ اور مجھے یقین ہے کہ وہ قبول ہو گئی اس دعا میں تم کو بھی شریک کرتا ہوں۔

الٰہی ہم پر ہر طرف سے زور ہو رہا ہے الٰہی (دین حق) پر بڑا تبر چل رہا ہے (۔) دشمن کھانے لگ گیا ہے الٰہی تو ایسا آدمی پیدا کر جس میں قوت جاذبہ ہو ست نہ ہو۔ بلند ہمت رکھتا ہو۔ پھر استقلال کمال رکھتا ہوں۔ دعائیں بڑی کرنے والا ہو۔ تیری تمام رضاؤں کو اس نے پورا کیا ہو۔ (کلام الٰہی) اور صحیح حدیث سے باخبر ہو۔ پھر اس کو جماعت بخش اس جماعت کے لوگوں میں بھی قوت جاذبہ ہو۔ بلند ہمت ہو۔ استقلال ہو وہ بھی (کلام الٰہی) اور حدیث سے واقف ہوں اور اس کے پابند ہوں۔

اے اللہ تری درگاہ میں ابتلا مقدر ہیں تو ان کو ثبات و استقلال عطا کر (۔) پھر ان کو اس طرح ترقی دے جس طرح میں نے تیری درگاہ میں دعا کی ہے۔

پھر فرمایا مجھے یہ ہوا آ رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ پوری کرے گا۔ تم بھی اسی طرح دعا کرو اور تم بھی انصار اللہ بن جاؤ۔

(بدر 3 جولائی 1913ء)

یہ دعا ہے جو اس انسان نے کی جس کو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے بعد جماعت کا پہلا امام بنایا گیا آپ اس دعا پر غور کریں آپ دراصل اپنے بعد میں آنے والے کے خواص اور اس کو پیش آنے والے واقعات کا ذکر کر رہے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد 14 مارچ 1914ء کو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد جماعت احمدیہ کے امام بنے اور جماعت میں ایسے ہی واقعات پیش آئے۔ یہ دعا اس شخص نے کی۔ جس کا یہ دعویٰ ہے کہ میری دعائیں عرش پر بھی سنی جاتی ہیں۔ میرا مولیٰ میرے کام میری دعا سے بھی پہلے کر دیتا ہے۔

(بدر 11 جولائی 1913ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت مولوی صاحب کے نمونہ پر دعا کرنے والا بنائے آمین۔

الفرقان فروری مارچ 1954ء

سائنس- تلاشِ باری تعالیٰ میں

ذیل کا قیمتی مضمون Every Body's Digest سے مکرم منظور احمد صاحب بی ایس سی' بی ٹی نے نظارت تعلیم و تربیت کی تحریک پر ترجمہ کیا ہے۔

(ایڈیٹر الفرقان)

"میرا خیال تھا کہ سائنس مجھے خدا کے متعلق کچھ بتلا سکے گی۔ ٹیلی ویژن اور اسی جیسی متعدد ایجادیں جن کے متعلق میرے نظریات صحیح نہیں تھے سائنس نے ان کی وضاحت کی۔ شاید خدا پر ایمان اور اس سے انکار کے راز اس کے اندر ہی پوشیدہ رہتے ہیں۔ اس لئے میرے اندر یہ طبعی خواہش بیدار ہوئی کہ قریب سے دیکھ کر جستجو کی جائے۔ پس میں تجربہ گاہوں میں داخل ہوا اور سائنسدانوں کو ان بنسن برنروں' ریٹارٹوں اور سائیکلوٹرونوں بلکہ ان کی دماغی کاوشوں سے نکال کر انہیں بہت دور لے گیا اور ہم نے خدا کی ہستی کے بارے میں تبادلہ خیالات کیا۔"

"مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ان میں سے ایک مشہور ماہر معدنیات ڈاکٹر پال تھے۔ مجھے سائنس کے لئے جس ادراک کی ضرورت تھی وہ انہوں نے مہیا کیا کیونکہ زمین وہ زمین نہیں رہی جس کی ہم آج تک شکلیں کھینچتے رہے ہیں۔ اور انسان بھی وہ انسان نہیں رہا جس کا ہم تصور کیا کرتے تھے۔ اس لئے مطالعہ سائنس کے دوران میں ہمیں اپنے احساسات کو بہت تیز رکھنا پڑتا ہے کیونکہ اب کون' و مکان و کائنات' اور اس کی تمام اشیاء کو بالکل بدلے ہوئے نقطہ نگاہ سے دیکھنا پڑتا ہے۔"

میں ڈاکٹر Kerr کو کولمبیا یونیورسٹی میں ان کی تجربہ گاہ کے اندر ملا۔ باتوں باتوں میں وہ تجربہ گاہ کے ایک کونے میں پڑی ہوئی میز سے ایک بھدا سا لوہے کا ٹکڑا اٹھالائے اور کہنے لگے:۔

"یہ کہیں سے زمین پر گر پڑا ہے؟ جہاں سے یہ آیا ہے وہ کائنات کس قسم کی ہے کیا ہماری خواہش نہیں کہ ہم یہ جانیں؟"

چند لمحوں کے بعد ڈاکٹر Kerr نے ایک روئی سے بھرے ہوئے بکس میں سے کوئلے کی مانند سیاہ ٹکڑا نکالا۔

"یہ یورینیم اکسائڈ ہے جو متواتر ریڈیائی قوت خارج کرتا رہتا ہے اور پیچھے سیسہ رہ جاتا ہے۔ بچے ہوئے سیسے کی مقدار معلوم کر کے ہم اس ٹکڑے کی عمر معلوم کر سکتے ہیں۔"

میں نے پوچھا "اس کی عمر کتنی ہے؟"

"قریباً 643'000'000 اور 950'000'000 سالوں کے درمیان۔"

"اوہ"

"لیکن یہ تو کچھ بھی نہیں۔ سائنسدانوں کے ساتھ کچھ مدت گزارو تو تمہاری خوراک ہی اوہ' آہ' ہی' ہاں پر مشتمل ہو گی۔"

علم النجوم کے ماہرین نے مجھے بتایا کہ:۔ "یہ سورج ہمارے اپنے ثوابت کے مجموعوں کے 100'000'000'000 سورجوں میں سے ایک سورج ہے اور ایسے مجموعے کم از کم 1000'000'000'000 ہیں (یاد رہے کہ ہر ثابت (ستارہ) کے گرد مختلف سیاروں کے مجموعے گھوم رہے ہیں (مترجم) یہ اعداد و شمار اس کائنات کے ہیں جو ہمارے مشاہدات میں آ چکے ہیں۔ یہ زمین سے 12'000'000'000'000'000'000 میلوں تک پھیلے ہوئے اجتماعوں کا نقشہ ہے۔"

"ہائیڈروجن بم کتنا بڑا ہو گا؟"

"ایک انچ کے ہزار حصے کئے جائیں۔ ان میں سے ہر حصہ پھر ایک اور 100 پر تقسیم کرو۔ اس طرح ایک لاکھویں حصے کو دوبارہ 100 پر تقسیم کر کے 2 پر تقسیم کرو۔ اس طریق پر ہائیڈروجن کے ایک ایٹم کا قطر معلوم ہو سکے گا۔ Nuclear Physics (ذراتی علم طبیعی) کی تصریحات کے مطابق ہائیڈروجن کے ایک ایٹم کا Nuclear (قلب) اگر گیند کے برابر فرض کیا جائے تو اس کے گرد حرکت کرنے والے الیکٹرون (Electron) ایک میل دور بطور نقطہ نظر آئے گا۔

غرضیکہ مجھے اس چیز کی تلاش تھی کہ اتنی باریکیوں میں لپٹے ہوئے نظام کے اندر کیا "خدا" کے لئے بھی کوئی جگہ ہے؟ میں نے سائنسدانوں کے پاس جا کر ان سے دریافت کیا کہ کائنات کی گہرائیوں کو ماپتے ہوئے اور ایٹم کی پیچیدگیوں کو سلجھاتے ہوئے انہیں کبھی خدا کا بھی پتہ چلا یا خدا کے وجود کے متعلق ان کی کیا رائے ہے یا اس کی ہستی کا ان کو کبھی احساس بھی ہوا ہے یا نہیں۔ کیا ان کو اپنی سیر گاہ عالم عظیم میں جس کا غیر سائنسدان ادراک بھی نہیں کر سکتے یا ذرہ مقراطیسی کے عالم صغیر میں خدا کا اتا پتا بھی ملا کہ وہ' ہے' بھی یا نہیں' یا ان پر ثابت ہو گیا ہے کہ خدا بالکل ہے ہی نہیں۔ کیا اس اربوں کھربوں میل کے وسیع عالم کبیر میں یا اس کے نظام صغیر کے کھربویں حصہ میں کسی خدا پر ایمان لانے کی گنجائش بھی ہے یا نہیں۔ یا پھر سائنس کی موجودہ ترقی یافتہ تحقیق کی رو سے خدا کا خیال ایک تقویم پارینہ ہے؟

ڈاکٹر Kerr یورینیم کے ٹکڑے اور شہاب ثاقب کے ٹکڑے کو تجربہ گاہ میں واپس رکھتے ہوئے بولے "میں نہیں مانتا کہ سائنس کے تمام حقائق محض اتفاقی حادثے ہیں۔ زمین کے متعلق جتنی بھی زیادہ تحقیق کی جائے اتنا ہی ثابت ہوتا جاتا ہے کہ اس کا وجود حق و حکمت پر مبنی ہے اور اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز باطل پیدا نہیں کی۔ ہماری معلومات ہمارے ایمان کے لئے باعث تقویت ہیں۔ بعض دوسرے سائنس دانوں کی طرح میرا یہ عقیدہ نہیں کہ ہمارے عقائد آہستہ آہستہ باطل ہو رہے ہیں بلکہ میرا یہ خیال ہے کہ اب توہمات کی دنیا سے نکل کر ہم ایمان کی روح (enerna) کے قریب تر ہو رہے ہیں۔"

میں نے پوچھا "روح کے قریب" سے آپ کا مفہوم کیا ہے؟

ڈاکٹر نے جواب دیا:۔

زمین کے متعلق تحقیقات نے مجھے ایک بالا ہستی کا علمی طور پر قائل کر دیا ہے۔ بلکہ مجھے اب پورے یقین سے علم ہو گیا ہے کہ خدا واقعی ہے۔ تمہیں علم ہے کہ سابق فلسفہ دانوں کا محض قیاس تھا کہ خدا ہونا چاہئے یا ہے مگر ہمارے پاس اپنے خدا پر ایمان کے شواہد موجود ہیں۔ ہم نے اس کی صناعی کو دیکھا ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ خدا ضرور ہے اور یقیناً ہے۔"

ڈاکٹر صاحب کے خیال میں قدیم زمانے کے انسانوں نے صرف فلسفیانہ دلائل کی بناء پر خدا کی ہستی کا اقرار کیا تھا اور یہ ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے اور ان کا خدا تھرڈ کلاس نہیں بلکہ فورتھ کلاس خدا ہے۔ موجودہ دور کا انسان جس نے ننھے ایٹم کی ننھی دنیا سے لے کر عالم کبیر (Cosmos) تک کی سیر گاہ دیکھی ہے وہ سمجھتا ہے کہ خدا کی تخلیق کو دیکھ کر انسانی عقلیں حیرت میں ڈوب جاتی ہیں۔ ہمارا یقین ایک اعلیٰ اور ارفع خدا پر ہے جس کی تخلیق اس قدر عظیم الشان اور عقل انسانی سے کہیں بالا ہے۔ کیونکہ ہم خوش قسمتی سے ایک ایسے دور میں پیدا ہوئے ہیں جبکہ اس کی قدرت اور بزرگی کے ہزاروں مظاہر ہمارے چاروں طرف بکھرے پڑے ہیں۔

ڈاکٹر Kerr جیسے سائنسدان یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی ہر نئی دریافت خدا کی عظمت اور بزرگی میں اضافہ کر رہی ہے۔ درحقیقت وہ ایمان کے لئے دلائل کے انبار لگا رہے ہیں۔ ڈاکٹر Kerr نے جو معدنیات کے ماہر ہیں اپنے تمام ثبوت زمین کے مطالعہ سے اخذ کئے ہیں۔

جونہی ہم ان کی تجربہ گاہ سے نکلے اور کولمبیا (نیویارک) یونیورسٹی کی عمارت کے باہر کھڑے ہوئے میں نے اندر داخل ہونے کی جگہ پر ایک پتھر نصب شدہ دیکھا۔ اور اس پر پرانے عہدنامے کی یہ آیت کندہ تھی:۔

"زمین سے پوچھو یہ تمہیں بتلائے گی۔"

اس کے برخلاف کلیولینڈ میں ڈاکٹر جیسن کا بیان سن لیں۔ ان کا بیان زمین کی پوچھ گچھ پر مبنی نہیں وہ آسمان سے باتیں کرتے ہیں۔ وہ علم النجوم کے ماہر ہیں اور 36 انچ کی دوربین سے مشاہدات فلک کر رہے ہیں۔ علم النجوم کے اس ماہر نے کہا "یہ مجھے حیران کر دیتی ہے۔ کائنات کا پھیلاؤ مجھے اتنا متاثر نہیں کرتا جتنا کہ مجھے اس چیز پر حیرت آتی ہے کہ انسانی ذہن کائنات کی پیچیدگیوں تک کیسے رسائی حاصل کر رہا ہے۔"

صفحہ ہستی پر پھرنے والا یہ چھوٹا سا حیوان اپنے اندر ایک عجیب مشین رکھتا ہے جسے' دماغ' کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ مشین اس کائنات کی حدود کو چیر کر باہر بھی جا سکتی ہے۔ "وہ کہنے لگے" میں سمجھتا ہوں ایمان کی روح ایک راز ہے جو انسان کے کائنات کے ساتھ تعلق میں پوشیدہ ہے کائنات کا مطالعہ خدا میں یقین کی "تخلیق" نہیں کر سکتا کیونکہ یہ دنیا ایک مادی چیز اور خدا ایک روحانی ہستی ہے۔ لیکن اگر تم خدا پر ایمان رکھتے ہو تو کائنات پر غور کرو۔ اس کے پھیلاؤ اور اس کی پیچیدگیوں پر فکر کرنے سے آپ کو زندہ ایمان ملے گا۔ میرا ایمان تو ضرور مضبوط ہو رہا ہے۔

انسان کہاں سے آیا؟ بہت پہلے کی بات ہے۔ کہ گلیلیو (Galileo) نے یہ کہہ کر خطرناک غلطی کی تھی کہ کائنات کا مرکز زمین نہیں۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ وہ اس طرح انسان کی اہمیت کو گرانا چاہتا تھا۔ اس کے خیال میں انسان کی ہستی کیسے اتنی اہم ہو سکتی تھی حالانکہ وہ ایک سورج کے گرد گھومنے والے سیارے پر ایک ادنیٰ سی چیز ہے لیکن ڈاکٹر شلٹ (Schilt) نے انسان کی اہمیت کے متعلق کہا کہ سائنسدان اس کے ادنیٰ ہونے کا تب شکوہ کرتے اگر انہوں نے اس کو مزید معزز بنانے کے لئے کچھ سعی کی ہوتی۔ کائنات کے 100000000000 اجتماعوں میں سے ہر اجتماع اپنے اندر 100000000000 سورج رکھتا ہے اور ان میں سے ہر ایک سورج کے گرد زمین گھوم رہی ہے اور اس پر انسان نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔

ماہر علم النجوم نے جواب دیا۔ "ان سیاروں کے مختلف نظاموں کی پیچیدگیاں محض مصنوعی کھیلیں ہیں۔ ہمیں ان سب سے الگ ہو کر اس شاہد کو دیکھنا ہے جو انسان ہے کسی شاہد کے بغیر کائنات محض ایک کاغذی دنیا ہے۔ اب اگر زمین ہی ایک ایسی جگہ ہے جہاں ایک مشاہدہ کرنے والی ہستی موجود ہے تو پھر زمین یقیناً کائنات کا مرکز ہے۔"

"یہ تو مان لیا جائے کہ سیاروں کے اور بھی کئی نظام ہیں تو کیوں نہ اس بات کو تسلیم کیا جائے کہ ہمارے نظام سے باہر سیاروں کا کوئی نظام نہیں۔ اسی طرح اگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ دوسرے سیاروں پر بھی زندگی کا امکان ہے تو یہ بھی اتنے ہی وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ ہماری زمین کے علاوہ زندگی کے آثار کہیں بھی نہیں ملتے۔ مریخ پر بعض سائنسدانوں کے خیال کے مطابق گھاس کے آثار ہیں لیکن وہ بھی یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے۔ اور اگر یہ صحیح بھی ہو تو وہ بھی زمین کے اثرات ہیں۔ یہ باتیں میرے ایمان کو پختہ تر کر دیتی ہیں۔ مجھے یہ دہرانے کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی میرا خیال ہے کہ دوسرے ماہرین علم النجوم میری اتباع کریں۔ اگر ڈاکٹر Schilt اپنی رائے میں درست ہیں تو گلیلیو (Galileo) کے زمانے کی نسبت انسان کی اہمیت بہت زیادہ ہو چکی ہے۔ اب تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ اربوں ارب سورج صرف انسان کی زندگی کی خاطر روشنی کی قندیلیں ہیں۔"

نیویارک میں پرل (Pearl) دریا کی تجربہ گاہ کے اندر میں نے ڈاکٹر ڈگر (Duggar) سے گفتگو کی۔ یہ ڈاکٹر وہی ہیں جنہوں نے Aureomycin دریافت کی ہے۔ بحیثیت ایک ماہر علم الحیات ڈاکٹر ڈگر سائنس کے مشکل ترین مسائل پر طبع آزمائی کرتے رہے ہیں۔ وہ اس چیز کے متلاشی تھے کہ زندگی کی بنیاد کیا ہے۔ درحقیقت ڈاکٹر ڈگر نے زندگی کی تخلیق کی کوشش کی۔

Wisconsin کی یونیورسٹی میں 1930ء سے لے کر انہوں نے 5 سال اس کوشش میں لگائے کہ بے جان اشیاء میں جان پیدا کی جائے۔ انہوں نے ان نمکیات کو استعمال کیا جو زندہ چیزوں میں پائے جاتے ہیں۔ انہوں نے کاربن اور نائٹروجن کے استعمال کو مختلف طریق پر آزمایا حرارت اور تقطیر سے ان تمام کو ناقابل حیات بنا دیا۔ ان کو صراحیوں میں ڈال کر پیدائش کے محرک کمروں میں رکھا گیا مختلف وقفوں کے بعد ان کا مشاہدہ کیا گیا۔ 5 سال کے عرصہ میں انہوں نے اس تجربہ کو درجنوں مرتبہ بدل بدل کر بھی نئے طریقوں کو آزماتے ہوئے کیا۔ نئی صورت حال اور نئی تبدیلیوں کو بھی نگاہ میں رکھا۔ لیکن آخر کار انہوں نے یہ نتیجہ نکالا۔

"ہم ان تجربوں سے حیوٰۃ کی امید بھی پیدا نہ کر سکے۔"

میں نے سوال کیا۔ کیا آپ نے حیوٰۃ کے تمام اجزاء کو اکٹھا ملایا؟

انہوں نے کہا "بالکل! لیکن پھر بھی یہ حیوٰۃ نہیں تھی" "میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں اور یہی بات ہمیشہ سائنسدانوں کے لئے مسئلہ لاینحل رہی ہے کہ حیوٰۃ کیا چیز ہے۔ ڈاکٹر ڈگر نے حیوٰۃ پیدا کرنے کی کوشش کی مگر اس کا تجربہ ناکام رہا۔ زندگی کی تخلیق میں ڈاکٹر ڈگر کی ناکامی ایک منفی تجربہ نہیں بلکہ سائنسدانوں کے تعمیر فلسفہ کا ایک حصہ ہے۔"

اکہتر سال کی عمر میں ڈاکٹر ڈگر Aureomycin کی ایجادات کے وقت ان کی عمر 76 سال تھی) نے عجائبات سائنس کا جی بھر کر مشاہدہ کر لیا تھا۔ وہ کہنے لگے کہ یہ چیز کہ اس تمام نظام کا کوئی خالق ہے یا یہ سب کچھ خدا ہے۔ میرے نزدیک اب چنداں اہمیت نہیں رکھتی۔ خدا کی ہستی کا انکار ہو نہیں سکتا۔

میں نے مزید کرید کر پوچھا کہ سائنس کے اصولوں کے مطابق خدا کی آخر ضرورت کیا ہے؟

تو انہوں نے جواب دیا۔

"نیستی سے ہستی نہیں ہو سکتی۔ یہ سب کچھ جو موجود ہے وہ کہاں سے آگیا؟"

ڈیٹرائے کی وین (Wayne) یونیورسٹی میں مشہور Anthropologist (علم الانسان کے ماہر ڈاکٹر لیچلس (Lechlas) نے حیوٰۃ کے ظہور کے متعلق دو نظریوں کا ذکر کیا۔ ایک نظریے کے مطابق کائنات کی بے جان چیزوں میں کسی وقت خود بخود جان پیدا ہو گئی اور جاندار اشیاء زمین پر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی صورت میں آئیں۔ یہ غیر جنس یا خلط ملط نظریہ حیوٰۃ ہے کہ ایک چیز سے اس کے بالکل مختلف شئی پیدا ہو گئی۔ اور دوسرا نظریہ یہ ہے کہ حیوٰۃ یعنی جاندار مواد دوسرے سیاروں سے ہماری زمین پر شہاب ثاقب کے ذریعہ سے آیا جیسا کہ غیر منقسم ہندوستان میں جناب دیانند کا کا خیال تھا لیکن وہ اس پر قائم نہ رہے تھے۔

یہ کہتے ہی ڈاکٹر صاحب نے اپنی کرسی کو پھیرا اور پھٹ بولے کہ یہ تو مصادرہ علی المطلوب ہے' یہ دعوے کو ثبوت کے طور پر پیش کرنے کے مترادف ہے۔ درحقیقت سوال روح اور مادہ کا ہے۔ روحانیت اور مادیت کیا ہے۔ میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ حیوٰۃ کیا شئی ہے؟ اکثر لوگ تو اسے اتفاقیہ امر قرار دینے پر اکتفا کر لیتے ہیں مگر محض یہ کہہ دینا کہ یہ محض اتفاق ہے یہ بھی تسلیم کرنا ہے کہ اس کے پیچھے بھی کوئی قانون اور قاعدہ ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ وہ کس کا قانون ہے۔

میں ذاتی طور پر خالق کے عقیدے کو ترجیح دیتا ہوں۔ خالق جو ازلی اور بالاوالا ہستی ہے گو ہماری عقلوں سے بالا ہے مگر میں خالق کے عقیدہ کو ترک کر کے ابتری' لاقانونی اور گڈمڈ کا قائل نہیں۔ نظام کو بدانتظامی پر عقیدہ کے لحاظ سے ترجیح دیتا ہوں۔"

ایسے تمام سائنسدان جن سے میری ملاقات ہو سکی ان میں سے بعض دہریے بھی تھے اور کئی بالکل لاادری کے قائل تھے۔ ایک نوجوان ماہر طبیعات نے صاف صاف کہا۔

"تم خدا کو محسوس کرو یا نہ کرو میں اسے محسوس نہیں کرتا۔ میرے خیال میں یہ محبت کے اظہار کے سوا کچھ بھی نہیں۔ خدا کی ہستی کا عقیدہ بھی خوب ہے کیونکہ نہ اسے جھٹلایا جا سکتا ہے اور نہ ثابت کیا جا سکتا ہے۔ اور اسی وجہ سے میں کسی طرف بھی رائے نہیں رکھتا۔ لیکن جہاں تک ہمارا اور سائنس کے تجربات کا تعلق ہے یہ ایک بچوں کا کھیل ہے جیسے بچہ گھنٹی والے گھڑیال سے کھیل رہا ہو۔ مجھے کوئی خاص دلیل خدا کی ہستی پر یقین کرنے کی نظر نہیں آتی۔"

ایک ماہر علم الابدان نے بیان کیا:۔

"جب بھی میرے دل میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ حیوٰۃ کیا ہے تو میرے سامنے ایک بند گلی آ جاتی ہے۔ میں اس امر کا مقر ہوں کہ میں کلیۃً اندھیرے میں ہوں اور کوئی روشنی نظر نہیں آتی لیکن یہ بھی میں پسند نہیں کرتا کہ محض ایمان لا کر اس اندھیرے سے نکل آؤں۔ میں اپنے آپ کو دہریہ نہیں کہتا کیونکہ یہ نام بھی ایک عقیدے کا حامل ہے۔ بحیثیت ایک سائنسدان نہ تو خدا ماننے کے میرے پاس دلائل ہیں اور نہ ہی انکار کے۔ میرا عقیدہ لاادری ہے اس لئے علمی تحقیقات یہیں تک میرا ساتھ دیتی ہے کہ میں خدا کے متعلق کچھ علم نہیں رکھتا۔ اگر اجازت ہو تو میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ مجھے کبھی بھی اس سے زیادہ علم نہیں ہو سکے گا۔"

ایک کیمیادان نے اصرار کیا کہ وہ لاعلم نہیں بلکہ دہریہ ہے میں نے ان سے دریافت کیا کہ کس دلیل کو بنیاد رکھ کر تم اس عقیدے پر قائم ہو تو انہوں نے جواب دیا:۔

"ہمیں بتایا گیا ہے کہ خدا محبت کا سرچشمہ ہے اس کے باوجود دنیا ایک ایسی بھیانک تباہی سے دوچار ہے جس کے خطرات دن بدن بڑھ رہے ہیں اگر کہیں خدا ہوتا تو وہ ضرور یورینیم 235 کے قلب کی ماہیت کو ایسا بنا دیتا کہ اسے توڑا نہ جا سکے۔ ظاہر ہے کہ ایٹم بم نہ بن سکتا۔"

"جس تجربہ گاہ میں میں کام کرتا ہوں وہاں تو تمام امور کا فیصلہ اعداد و شمار سے ہوتا ہے۔ وہاں نہ تو کسی روح کی ضرورت ہے اور نہ ہی بالا طاقت کی۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ زندگی کسی خاص مقصد کی حامل ہے۔ انسان اس سیارہ پر زیادہ عرصہ سے موجود نہیں ہے اور نہ وہ زیادہ عرصہ یہاں رہے گا۔"

بروکلین کی تجربہ گاہ میں میں نے دو طبیعات کے ماہرین کو اس مسئلہ پر تبادلہ خیالات کرتے سنا۔

پہلا میں ہمیشہ موت کے متعلق متفکر رہتا ہوں۔ میں موت کو ملتوی کر دینے کے متعلق کچھ کرنا چاہتا تھا۔ اور اسی مقصد کے لئے میں نے سائنس کا مطالعہ کیا۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ موت ہر ایک نظام کا اختتام ہے۔"

دوسرا کیوں؟

پہلا موت ہماری زندگی کا آخری منظر ہے۔ اس کے بعد اس کے تمام افعال ختم ہو جاتے ہیں اور یہ دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتی۔"

دوسرا "تم ایک غیر مادی چیز کے مادی اسباب تلاش کر رہے ہو۔ تم نے خدا کو بھلا دیا ہے"

پہلا "کیا خدا ہے؟"

دوسرا "ہاں خدا ہے ضرور ہے"

پہلا "تم اسے ثابت نہیں کر سکتے"

دوسرا "اچھا یہ بتاؤ کہ دنیا عالم وجود میں کیسے آئی؟"

پہلا "میں نہیں جانتا"

دوسرا "کیا تم مانتے ہو کہ کوئی بالا ہستی اس کی خالق نہیں؟" پہلا "میں نے اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ ہر وقت سچائی قبول کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

دوسرا "تم ایک بالا ہستی کے عقیدے کو کیوں نہیں تسلیم کر لیتے۔"

پہلا "میں درمیانی راہ پر ہی ٹھیک ہوں۔ نہ اقراری نہ انکاری۔"

دوسرا "نہیں تم درمیانی راہ پر نہیں ہو تم نے مخالفانہ رنگ اختیار کر رکھا ہے۔" "موت زندگی کی آخری حد ہے۔ یہ آخری حد کیسے ہو سکتی ہے۔؟"

پہلا "میں صرف عقلی ثبوت چاہتا ہوں۔"

دوسرا "لیکن تم عقل سے اس چیز کو کیسے ثابت کر سکتے ہو جو تمہاری عقل سے بالا ہو"

میں بیسیوں دفعہ سائنسدانوں کے درمیان ایسے مباحثات سنے۔ اس خاص علاقہ میں جہاں ایٹم بم کے لئے مرکز بنایا گیا ہے میں نے نوجوان ماہرین سائنس کو خوردبینوں کے نیچے باریک کیڑوں کے انکشافات میں بھی مصروف دیکھا اور اس بات میں بھی منہمک پایا کہ آخر یہ راز زندگی کیا ہے۔

چوبیس سالہ روز لینڈ نے کہا کہ "سائنس کے مطالعہ سے میری یہ خواہش تھی کہ میں حیوٰۃ کی کیفیت کی وضاحت کر سکوں۔ کائنات میں پائی جانے والی اعلیٰ تنظیم کے باعث میں ایک بالا ہستی کا قائل ہوں اور ساتھ ہی اتنے عظیم الشان عالم کے خلق کرنے کی وجہ سے بھی۔ لیکن خدا کے متعلق وہ عقیدہ جو مجھے بچپن میں بتایا گیا تھا میں کبھی تسلیم نہیں کر سکتا۔"

اس مرکز ایٹم بم میں جہاں سائنس اپنی انتہائی حد تک پہنچ چکی ہے۔ ایمان اور سائنس کے درمیان ایسی جھڑپیں ناگزیر ہیں۔

سب سے نادر مشین جو میں نے Brook Raven میں دیکھی وہ Cosmotron (انتہائی ریڈیائی طاقت پیدا کرنے والی مشین تھی جونہی میں نے چبوترے سے آگے قدم رکھا تو اس حد سے زیادہ پھیلی ہوئی بجلی کی مشین کو دیکھ کر اپنا توازن کھو بیٹھا۔ ہوش آنے پر میں نے محسوس کیا کہ میرے حواس

جواب دے رہے ہیں- چند سیکنڈوں کے بعد مجھے مشین کے گرد کام کرنے والے آدمی نظر آئے- یہ آدمی بالکل ٹھگنے معلوم ہوتے تھے- میں نے مشین کے انچارج سے دریافت کیا کہ تم کیا کر رہے ہو؟

ان کا مقصد صرف ایٹم توڑنا ہی نہ تھا بلکہ ان کی تگ و دو ایٹم کے اندر پائے جانے والے انتہائی باریک ذرات کے پیچھے تھی- میں نے پوچھا تم ان تک کیسے پہنچتے ہو؟ ماہر طبیعات نے جواب دیا:-

"ہم قریباً 10 ارب پروٹون کو Cosmotron کے مقناطیسی دائرے میں گھماتے ہیں- ان کو اس دائرے میں تین لاکھ دفعہ گھومنے میں ایک سیکنڈ لگتا ہے- یہاں تک کہ ان کی رفتار 176700 میل فی ثانیہ (روشنی کی رفتار) ہو جاتی ہے- اس رفتار پر گھومتے ہوئے پروٹونوں کو ایٹم کے نیوکلیس (قلب) کے ساتھ ٹکرایا جاتا ہے- اور اس طرح ایٹم کے پروٹونوں اور نیوٹرون کے متعلق مزید تفصیلی معلومات حاصل کی جاتی ہیں-"

میں نے کہا "یہ تمام درست ہے لیکن یہ سب کچھ کرنے سے آپ کا مقصد کیا ہے-"

اس نے کہا "مقصد! کیسا مقصد؟"

"میں ایک ماہر طبیعات ہوں- میں طبیعات اس لئے پسند کرتا ہوں کہ یہ ایک ہنر ہے-"

میں نے پھر پوچھا کہ کیا آپ کے اس کام کا کوئی روحانی مقصد بھی ہے؟

ماہر طبیعات نے جواب دیا "بطور سائنسدان مجھے ان سوالوں میں فرق کرنا پڑتا ہے جو بے معنی ہوں اور جو اپنے اندر کوئی معنی رکھتے ہوں- "روحانی" اور "نیک" جیسی اصطلاحات زبان پر تو خوب لذت دیتی ہیں اس کے علاوہ ان میں کوئی حقیقت نہیں- میں نے پھر دریافت کیا "آپ کے خیال میں زندگی کا آخر کوئی مقصد بھی ہے؟"

انہوں نے جواب دیا- "یہ بے معنی بات ہے کیونکہ اس کو جانچنے کے لئے ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں- سب قول یکساں ہیں-"

کافی لمبے اور غیر موزوں وقفے کے بعد ماہر طبیعات دوبارہ بولے- جب میں بچہ تھا تو مجھے ہمیشہ یہ کہا جاتا تھا کہ مجھے خدا کی ہستی پر ایمان رکھنا چاہئے لیکن میں نے ان باتوں کو کافی غور و فکر کے بعد لغو اور بے معنی پایا- پس میں نے ان خیالات کو اپنے ذہن سے نکال کر ایک دلی سکون اور اطمینان حاصل کیا-"

میں کئی اور سائنسدانوں سے ملا جن کے خیالات بھی اسی قسم کے تھے- وہ ایمان اور عقیدہ پر گفتگو کے لئے کبھی تیار نہ ہوتے تھے جب تک کہ اسے تجربہ گاہ کی میز پر رکھ کر صحیح یا غلط ثابت نہ کیا جا سکے- ان سب میں سے ڈاکٹر سمیر ایک مثالی شخصیت رکھتے تھے- وہ صحیح معنوں میں سائنسدان کہلانے کے مستحق ہیں- آپ نے بتایا:-

"جب 1950ء میں میں نے Ionisation Chamber ایجاد کیا اور رسالوں میں اس کی اشاعت کا انتظار کر رہا تھا تو یکایک مجھ پر مایوسی طاری ہو گئی- مجھے ڈر لگنے لگا کہ شاید یہ حقائق کوئی مجھ سے پہلے شائع کروا دے- میں اکثر غمگین رہنے لگا تو مجھے خدا کی موجودگی کا احساس ہونے لگا- میری تب ڈھارس بندھی جب مجھے یہ خیال آیا کہ خدا مجھے توفیق دے گا کہ میں ان حقائق کو سب سے پہلے شائع کروں-"

میں حیران تھا کہ Brook Raven کی ایٹم کی مشینوں میں کام کرنے والے لوگ خدا کی ہستی کو کیا مقام دیتے ہیں؟ یہ سائنسدان جو سارا سارا دن ان ہیبت ناک مشینوں پر کام کرتے ہیں جن کے اندر ایٹم کے Nuclei (قلوب- مراکز) ٹوٹ رہے ہیں- کیا یہ اس تمام انتظام میں خدا کو کوئی جگہ دیں گے؟ ڈاکٹر فلائڈ اس پیچیدہ کارخانہ سے نکل کر باہر آئے اور ہم دونوں ایک لکڑی کے بنچ پر بیٹھ گئے- وہ کہنے لگے-

"میں جو اس ایٹم کی مشین پر کام کرتا ہوں مجھے یقین ہے کہ خدا ہے میرا عقیدہ ہے کہ جوہری توانائی آخر کار مفید ثابت ہو گی-"

میں نے کہا "تب آپ کا خیال ہے کہ خدا خود ایٹم کے ماہرین کے دماغوں پر حکومت کر رہا ہے-"

ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا "نہیں! خدا نے صرف اصول وضع کئے ہیں اور ہم ان کو استعمال کر رہے ہیں" ایٹم کی مشینوں پر کام کرنے والے ایک انجینئر نے کہا:-

"اگر انسان نے ایک ایسا بم تیار کر لیا جو تمام دنیا کو تباہ کر سکے تو میں نہیں سمجھتا کہ خدا آ کر اس کی تکمیل کو روک دے گا- جنگل کی آگ کو خدا نے کبھی روکا ہے"

انجینئر نے پھر کہا:-

"جوہری طاقت انسان کا بچہ ہے- انسان اس کے ساتھ جو کچھ کرتا ہے وہ خود اس کا ذمہ دار ہے-"

میں نے پوچھا- "خدا کے متعلق سائنس کے اصولوں پر گفتگو کرتے ہوئے آپ اپنے دعویٰ کا کوئی ثبوت مہیا کر سکتے ہیں؟"

ڈاکٹر نے فلائڈ نے جواب دیا:- "یقیناً کمیت اور طاقت کے مادی قوانین کے ذریعے ہم اس ہیبت ناک مشین میں کمیت کو غائب ہو کر طاقت میں بدلتا دیکھتے ہیں- لیکن دوران تجربہ میں ہم کمیت کو گھٹانے اور بڑھانے کی قدرت نہیں رکھتے- کمیت اور طاقت کہاں سے آئیں؟ ہم جانتے ہیں کہ اس کو ثابت کرنے کے لئے ہم نے قوانین وضع کئے- لیکن ہم اسے بنا نہیں سکتے اس لئے کوئی بالا قوت ضرور ہے جو اپنے اندر تخلیق کی قوت بھی رکھتی ہے"

مجھے ایک شام Brook Raven میں ایک پارٹی میں شمولیت کا موقع ملا- تو میں نے دیکھا کہ تمام سائنسدان جن میں لا ادری، وسواسی ہر چیز کے منکر اور پختہ ایمان کے مالک سبھی شامل تھے- یہ سب بڑے مزے سے اکٹھے گا رہے تھے-

"جوہری طاقت! ہمیں خدا کے طاقتور ہاتھ نے دی ہے-"

کئی سائنسدان جن سے میں دوران سفر میں ملا ان کے اندر ایک جدید احساس اعتراف پایا جاتا تھا دس یا پندرہ سال پیشتر سائنس یہ سمجھتی تھی کہ دنیا کا نظام اس کے ہاتھ میں ہے- یہ ہر مسئلہ کو حل کرنے کی دعویدار تھی- ایک بوڑھا کیمیا دان کہنے لگا "ہمارا خیال تھا کہ سائنس ایک جادو ہے لیکن آج بڑے سے بڑا سائنسدان بھی جانتا ہے کہ اس کا علم بہت قلیل ہے- میں صرف یہ کہوں گا کہ سائنسدانوں نے کچھ رازوں کے پردے سرکائے ہیں تاکہ زیادہ گہرے رازوں تک رسائی حاصل ہو سکے-"

ماضی قریب کی چند دریافتوں کو دیکھتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ جس چیز کو سائنس ٹھوس کہتی ہے وہ ٹھوس نہیں نکلتی بلکہ خالی جگہوں کا اجتماع ثابت ہوتی ہے- مادہ جسے سائنس لافانی کہتی تھی اب ثابت ہوا ہے کہ وہ لافانی نہیں بلکہ طاقت میں بدل سکتا ہے- انگریز کیمیا دان جان ڈالٹن نے کہا تھا کہ ایٹم بم ناقابل تقسیم، ابدی اور لافانی ہے درحقیقت ایٹم کے اندر ان میں سے کوئی خاصیت بھی پائی نہیں جاتی- Euclid نے سائنس کو اس حقیقت سے روشناس کروایا تھا کہ کل ہمیشہ اس کے اجزاء کے مجموعے کے برابر ہوتا ہے- لیکن ایک ایٹم کا وزن اس کے حصوں کے وزن کے مجموعہ سے کم ہوتا ہے (اسے "نقص کمیت" کے اصول کے تحت واضح کیا گیا ہے)

طبیعات کی بنیاد یہ تھی کہ مادی قوانین مقررہ وجوہات کا مقررہ نتیجہ نکالتے ہیں- لیکن موجودہ دور کے ماہرین کے لئے "غیر یقینی" کا اصول ظرافت طبع کا باعث بنا ہوا ہے-

ڈاکٹر Schilt نے کہا- اس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں کہ ہم 10 برس پیشتر دنیا کے متعلق آج کی نسبت زیادہ معلومات رکھتے تھے-

ڈاکٹر ینتھرائن نے یاد دلاتے ہوئے کہا:-

"نیوٹن نے اپنی مثال اس بچے سے دی تھی جو ساحل پر کھیل رہا ہو اور حقائق کا سمندر ابھی تک تشنہ تحقیق سامنے موجزن ہو- ہم ابھی تک سمندر کے کنارے کھڑے ہیں- جو کچھ ہم جانتے ہیں وہ ایک ننھا سا قطرہ ہے- باقی تمام کے لئے ہمیں ایمان پر اعتماد کرنا پڑتا ہے-

میں چند سائنسدانوں سے ملا جو یہ تسلیم کرتے ہوئے گھبراتے تھے کہ ان کی کوششوں کی انتہاء ان کے تخیل کی تسکین کے سوا کچھ بھی نہیں- ڈاکٹر ہیوٹ (Hewitt) جیسے ماہر جراثیم جن کی تمام زندگی تین کیڑوں کے خلاف جدوجہد میں گزری ہے- ان کیڑوں کا نام

baneraft onchrocerea volvilus wuchereria

اور Loados ہیں- یہ کیڑے ایک بیماری پیدا کرتے تھے جس کا نام Filiarisis ہے- اس بیماری میں جسم کے مختلف حصے پھول جاتے ہیں اور آدمی اندھا ہو جاتا ہے- ڈاکٹر ہیوٹ نے خطوط سرطان اور جدی پر ان کیڑوں کے تعاقب میں شدید جدوجہد کی ہے اور وسطی اور جنوبی امریکہ کے لوگوں کے ساتھ سخت محنت کر چکا ہے تاکہ وہ اس بیماری سے نجات پائیں- اس نے سینکڑوں تجربات کئے اور ان کیڑوں کا ان کی پرورش گاہوں تک پیچھا کیا- اس کے ڈسک کے پیچھے اس جنگ کا نقشہ ہے جس پر ان جگہوں کو رنگین دکھایا ہے جہاں اس نے اپنے دشمن کیڑوں کو برسرپیکار دیکھا تھا- آخر کار ڈاکٹر ہیوٹ نے ایک دوائی دریافت کی جو ان کیڑوں کو ہلاک کر ڈالتی تھی اور بیمار تندرست ہو جاتا تھا- اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ خطوط جدی اور سرطان کے لوگ اس بیماری سے چنداں خائف نہیں-

میں نے ڈاکٹر صاحب سے پوچھا- "آپ نے کام کیونکر شروع کیا؟"

ڈاکٹر ہیوٹ نے جواب دیا:-

"مجھے کسی شدید خواہش نے اس کام پر مجبور نہ کیا- میں نہیں سمجھتا تھا کہ میں انسانیت کی بھلائی کے کسی کام آ سکتا ہوں- مجھے اس چیز سے دلچسپی تھی کیونکہ ان کا وجود انسان کے لئے ایک دعوت مقابلہ تھی-"

میں نے کہا "آپ کا ehrlich اور pasteur کے متعلق کیا خیال ہے- کیا وہ انسانیت کے ہمدرد نہ تھے؟

ڈاکٹر ہیوٹ نے جواب دیا- "میرا خیال ہے وہ صرف سائنسدان تھے- ان کے سامنے ایک مسئلہ تھا اور وہ اس میں دلچسپی رکھتے تھے-"

ڈاکٹر ہیوٹ نے کہا:-

"مجھے اس وقت انتہائی خوشی ہوئی جب پہلی بار میں نے یہ دوائی وہاں کے باشندوں پر استعمال کی تو ایک آٹھ سالہ بچے کی بہت بڑھی ہوئی ٹانگ معمول پر آ گئی- اور ایک اندھے لڑکے کی بینائی درست ہو گئی-"

میں نے پوچھا "آپ کا ان لوگوں کی مدد کے لئے ایک ذریعہ دریافت کرنا محض ایک اتفاق تھا- آپ نے کیوں نہ اپنی کوششیں بیماری پھیلانے میں صرف کر دیں- اور صورت حال کو مزید خراب کیوں نہ کیا؟"

انہوں نے مسکرا کر جواب دیا- "میں ایسا کبھی نہ کروں گا" کیوں نہیں آپ نے کہا تھا- "میں انسانیت کا ہمدرد نہیں ہوں-"

انہوں نے جواب دیا- میں اپنے جواب کی وضاحت نہیں کر سکتا-

چند دن بعد میں نے یہ کہانی ڈاکٹر Nassau کے سامنے دہرائی اور یہ سوال اٹھایا کہ سائنسدان نیکی کرنا کیوں چاہتے ہیں؟ ڈاکٹر Nassau نے جواب دیا "شاید ہمارے اندر خدا ہو"

اسلام آباد میں جائیداد کی خرید و فروخت اور کرایہ پر لین دین کیلئے ایک با اعتماد ادارہ

پراپرٹی پوائنٹ

7- گراؤنڈ فلور گنز اسٹر
104- ویسٹ جناح ایونیو F-7
بلیو ایریا - اسلام آباد

فون دفتر: 051-271737
824670

فون دفتر: 051-455601

ہائی ٹیک گروپ

علی اینڈ حمزہ مارکیٹ
سٹیڈیم روڈ راولپنڈی

چیف ایگزیکٹو: محمد علیم

کارڈلیس فون، انٹرکام کی تسلی بخش مرمت کیلئے تشریف لائیں

احمد الیکٹرونکس سپیر سروسز

شاپ نمبر 69
الفیصل مارکیٹ لیاقت روڈ راولپنڈی

فون دوکان: 051-536367

قیام پاکستان کا گولڈن جوبلی سال نومبارک
کینیا کی خالص کھلی چائے، گرم مصالحہ، جنرل سٹور کی تمام آئیٹم دستیاب ہیں۔

اکبری ٹی اینڈ جنرل سٹور

344- سی حیدری مارکیٹ موتی بازار- راولپنڈی

پروپرائیٹر: چوہدری محمد شفیع

- فرج • فریزر
- کوکنگ رینج
- گیزر
- واشنگ مشین
- ہیٹر کیلئے

احمد برادرز

شہناز پلازہ
چاندنی چوک
راولپنڈی

فون: 451030
420958

یہاں پر موٹر وائنڈنگ، فرج، ایئرکنڈیشن اور بجلی کی ہر قسم کی چیزوں کی مرمت کی جاتی ہے • نیز ڈش اینٹنا کی فروخت اور مرمت کا کام تسلی بخش کیا جاتا ہے

الیکٹرو فرج

دوکان 4 بلاک 1-9
المصطفیٰ مارکیٹ
آئی اینڈ ٹی سنٹر
G-6/1
اسلام آباد

فون: 051-254619 پروپرائیٹر: نصیر الدین احمد خان

اسلام آباد کے خوبصورت شہر میں جائیداد کی خرید و فروخت کیلئے آپ کا اپنا ادارہ

اعتماد کا نشان

ہاشمی ایسوسی ایٹس

ہاشمی فرسٹ
ساجد پلازہ 15- F مرکز اسلام آباد
فون: 051-280522
294113

مہران پلازہ
9- G مرکز اسلام آباد
فون: 051-253526
858575

اسلام آباد میں جائیداد کی خرید و فروخت اور کرایہ پر لین دین کیلئے ایک با اعتماد ادارہ جو کہ عرصہ 25 سال سے احباب کی احسن طریقہ سے خدمات سرانجام دے رہا ہے

پراپرٹی ایکسچینج سنٹر

یہ ادارہ پراپرٹی مینجمنٹ کا کام بھی پوری مستعدی اور دیانتداری سے انجام دیتا ہے۔ یہ سہولت ان احباب کیلئے ہے جو اسلام آباد و پاکستان میں نہ رہنے کی وجہ سے خود انجام نہیں دے سکتے

فلیٹ نمبر 14 جناح سپر مارکیٹ F - 7 مرکز
اسلام آباد

فون دفتر: 217218-217219-217220
217221-217222
822244-829433

فیکس: 217219

مشہور امریکن سائنسدان رابرٹ ملی کن نے جواب دیا:-

"ہمیں خالق ارض و سماء نے کیسے موزوں مقام پر پیدا کیا ہے۔ اس نے ہمارے ذمہ کتنا اہم کام ڈالا ہوا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ ہمارا حقیقی مقام کیا ہے۔ ورنہ ہمیں اپنی عظیم ذمہ داریوں کا احساس کبھی نہ ہونے پاتا۔"

میں نے محسوس کیا کہ اس بوڑھے سائنسدان کے اندر بہت گہری بصیرت تھی۔ وہ لاادری کے مقام سے نکل چکا تھا۔ ایک Geneticist (ماہر علم پیدائش) نے کہا ہے:-

"جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ ہمیں بہت کچھ معلوم ہے تو ہم خدا کے وجود کا انکار کر دیتے ہیں لیکن جب ہمیں یہ احساس ہو جائے کہ ہمارا علم کتنا بے حقیقت ہے تو ہم خدا کی طرف واپس لوٹ آتے ہیں۔"

ایک نوجوان جو اپنے علم پر نازاں ہے اپنی تجربہ گاہ میں کہتا ہے:- "دیکھو میں نے ایٹم میں کیا کیا دریافت کیا ہے۔"

لیکن بوڑھا سائنسدان جواب دیتا ہے:-

"تمہیں خدا کی ہستی پر حیرت نہیں آتی۔ دیکھو اس نے ایٹم میں کیا کیا رکھا ہے۔"

محمد محمود طاہر- شاہد ایم اے (ابلاغیات)

جماعتی اخبارات کی غرض و غایت

عصر حاضر میں اخبارات کی اہمیت اور ضرورت ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ اپنے خیالات و نظریات کو نہ صرف اپنوں بلکہ دوسروں تک پہنچانے اور اس سے متاثر کرنے کے لئے اخبارات پریس کی ایجاد کے بعد بالخصوص پوری دنیا میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ آج جو کہ میڈیا کا دور ہے پریس کو عدلیہ' مقننہ اور انتظامیہ کے ساتھ ساتھ مملکت کے چوتھے ستون کا درجہ حاصل ہے۔

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے آغاز کے وقت اخبارات پوری دنیا میں اپنی اہمیت اور ضرورت کا لوہا منوا چکے تھے۔ خود ہندوستان میں سینکڑوں کی تعداد میں اخبارات مختلف زبانوں میں جاری تھے۔ ایسے حالات میں جماعت کو بھی اپنا مؤقف لوگوں تک پہنچانے کے لئے اخبارات کی ضرورت تھی۔ حضرت بانی جماعت احمدیہ اس ضرورت کو محسوس کر رہے تھے۔ آپ خود بھی قیام جماعت سے قبل کتب کی تصنیف و اشاعت کے علاوہ متعدد اخبارات میں اپنے مضامین شائع کروا چکے تھے۔ خاص طور پر بنگلور کے اخبار منشور محمدی میں آپ کے متعدد مضامین شائع ہو چکے تھے قیام جماعت کے بعد جلسہ سالانہ 1892ء میں قادیان میں ایک پریس کے قیام کی متفقہ تجویز پاس ہوئی۔ جس کے تحت ضیاء الاسلام پریس کا قیام عمل میں لایا گیا۔ یہ پریس 1895ء میں قادیان میں لگایا گیا۔ 1895ء میں حضرت بانی سلسلہ نے ایک سہ ماہی رسالہ نور القرآن جاری فرمایا لیکن دیگر مصروفیات کی وجہ سے اس رسالہ کو آپ زیادہ دیر تک جاری نہ رکھ سکے۔

اخبار کی اہم ضرورت کے پیش نظر حضرت بانی سلسلہ عالیہ کے ایک معتمد رفیق' برصغیر میں شعبہ صحافت میں اپنا نام پیدا کر لینے والے ایک ممتاز قلمکار حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی جماعتی اخبار کے آغاز کے لحاظ سے میدان صحافت میں اترنے والے پہلے شہسوار تھے۔ انہوں نے 1897ء میں امرتسر سے الحکم کے نام سے اخبار جاری کیا جو اگلے ہی سال قادیان میں منتقل ہو گیا پھر قادیان سے اخبار البدر' نور' فاروق اور الفضل جاری ہوئے۔ اسی طرح رسائل میں ریویو آف ریلیجنز اور تشحیذ الاذہان جاری ہو گئے۔ اور یوں یہ سلسلہ آگے سے آگے بڑھتا ہوا ہندوستان سے نکل کر پوری دنیا میں پھیل گیا اور میدان صحافت میں ہر آنے والا سال نئے اضافوں کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔

زیر نظر مضمون میں جماعتی اخبارات کے مقاصد اور ان کی اغراض اخبار نکالنے والوں کی زبانی بیان کرنا مقصود ہے۔ کیونکہ یہ ایک مذہبی جماعت کے پرچے ہیں اس لئے ان کی اغراض دوسرے اخبارات سے مختلف تھیں یہاں یہ بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ یہ اخبارات ایک دینی جماعت کے پرچے ہیں محض مذہبی اخبار نہیں تھے بلکہ ایک دینی جماعت کی اخلاقی' روحانی' تربیتی' تعلیمی' معاشی' معاشرتی و سیاسی ضرویات کو پورا کرنے کے لئے جاری کئے گئے تھے۔ اس مضمون میں اخبار الحکم' البدر' فاروق اور الفضل کے اجرا کی غرض و غایت بیان کی جائے گی۔

اخبار الحکم

اخبار الحکم کو حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے اکتوبر 1897ء میں امرتسر سے جاری کیا۔ اس کا پہلا پرچہ 8۔ اکتوبر کو شائع ہوا۔ 1898ء کے آغاز میں ہی یہ اخبار امرتسر سے قادیان منتقل ہو گیا۔ اس اخبار کے اجراء سے قبل اخبار کے ایڈیٹر حضرت عرفانی صاحب نے اس کے متعلق حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت میں خط تحریر فرمایا اس خط کے جواب میں حضرت بانی سلسلہ نے فرمایا:-

"ہم کو اس بارہ میں تجربہ نہیں۔ اخبار کی ضرورت تو ہے۔ مگر ہماری جماعت غرباء کی جماعت ہے مالی بوجھ برداشت نہیں کر سکتی۔ آپ اپنے تجربہ کی بنیاد پر جاری کر سکتے ہیں تو کر لیں۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔"

(حیات... جلد چہارم از عرفانی صاحب ص 588)

پہلے ہی پرچہ میں ایڈیٹر اخبار الحکم نے "دستور العمل اور ضوابط" کے عنوان کے تحت 13 نکات درج کئے ان میں سے چند یہ تھے جن سے اخبار کی غرض و غایت عیاں ہوتی ہے۔

1۔ الحکم کا مقدم اور اول فرض ہو گا کہ وہ گورنمنٹ اور رعایا کے تعلقات کو مضبوط اور مستحکم کرے۔

2۔ الحکم کے مضامین میں پارٹی سپرٹ کام نہ کرے گی اور اس لئے ایسے مضامین جو دل آزار یا مزیل حیثیت عرفی ہوں قطعاً شائع نہ ہوں گے۔

3۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مشن کا سچا خادم ہونے کا الحکم کو فخر ہو گا۔

4۔ الحکم کے جملہ مضامین از سرتاپا وہی ہوں گے جو ہر پہلو سے (دین حق) اور (دین حق) کے لئے مفید ہوں۔

5۔ خلاف تہذیب اور ایسے اشتہارات جن کی نسبت الحکم کو سچے ہونے کا تجربہ نہ ہو جائے گا کسی قدر اجرت پر بھی شائع نہ ہوں گے۔

اخبار الحکم کے پہلے پرچہ کے اداریہ میں علاوہ اور باتوں کے تحریر ہونے کے اخبار کی غرض یوں بھی واضح کی گئی:-

1۔ "چونکہ تمام اصلاحوں اور حقیقی تہذیب کا سرچشمہ اور منبع الٰہی قانون اور خدائی تعلیم ہے اس لئے الحکم نے اپنا مشن پورا کرنے اور دنیا میں راستی کی روح پھونکنے کے لئے اسی طریق کی اشاعت کا بھاری بوجھ اپنے سر لیا ہے۔ عقل سلیم اور تجربہ صحیحہ نے جس طریق کو فطرت انسانی کے بالکل مطابق قرار دیا ہے وہ طریق (دین حق) ہے۔ اس لئے الحکم (دین حق) ہی کا سچا خادم ہو گا (-)

2۔ "ہم اس کا اظہار بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ الحکم بالکل مذہبی پرچہ ہی نہ ہو گا بلکہ وہ یورپ و امریکہ کے ان خیالات کو جو اخلاق اور طریق تمدن اور معاشرت کے نام سے موسوم ہیں اپنی زبان میں لے آئے گا اور مع ہذا ملک میں مناسب طریق پر اعلیٰ تعلیم کی اشاعت کا ذریعہ ہو گا اور علمی مضامین عالمانہ دماغوں سے نکال کر ملک کی نذر کرے گا۔ اور عام معاملات پر رائے زنی کرتا ہوا دیانت داری' انصاف پسندی کو ہاتھ سے نہ دے گا۔"

(الحکم 8۔ اکتوبر 1897ء ص 1)

چنانچہ اس اخبار میں ارشادات و تقاریر حضرت بانی سلسلہ' آپ کی مصروفیات' جماعتی علماء کے مضامین' اعلیٰ علمی و تربیتی مضامین کے علاوہ احمدیت پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات' احمدی شعراء کا کلام ملکی و غیر ملکی خبروں پر تبصرے' قادیان کی جماعتی و لوکل خبریں' احمدی تاجر برادری کے اشتہارات اور خبریں الحکم میں شامل ہوا کرتی تھیں۔ اس کے علاوہ مختلف جماعتی اعلانات اور مختلف امور پر احباب جماعت کو آگاہ رکھنے کے لئے تفصیلات درج ہوا کرتی تھیں۔

اس اخبار کو حضرت بانی سلسلہ کے اقوال و ملفوظات اور تقاریر کو محفوظ کرنے کا اعزاز حاصل ہے اور ان کو نہ صرف اس زمانے کے احباب تک پہنچایا ہے بلکہ آج ہم بھی اس سے استفادہ کر رہے ہیں۔

اخبار البدر

1902ء میں جماعت کی علمی و صحافتی خدمت کرنے کے لئے قادیان سے ایک اور اخبار میدان صحافت میں اترا۔ مکرم منشی محمد افضل صاحب آف مشرقی افریقہ اور ڈاکٹر فیض علی صابر صاحب کی کوششوں سے 31۔ اکتوبر 1902ء کو قادیان سے ہفت روزہ اخبار البدر جاری ہوا۔ اس کے نمونہ کا پرچہ یکم ستمبر 1902ء کو "القادیان" کے نام سے شائع ہوا مگر اس کے بعد حضرت بانی سلسلہ نے اس کا نام تبدیل کر کے البدر تجویز فرمادیا۔

نمونہ کے پرچہ کے صفحہ نمبر 10 پر اخبار البدر کے ایڈیٹر مکرم منشی محمد افضل صاحب نے اپنا ریویو قلمبند کیا اور اس ریویو میں اپنے پرچے کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے تحریر کیا کہ:-

"جب میں 1897ء یا 98ء میں افریقہ میں تھا تو اکثر مجلسوں میں یہ ذکر آیا کرتا تھا کہ ایک کم قیمت اخبار کی بہت بڑی ضرورت ہے کیونکہ اخبار الحکم اپنے حجم اور وسعت مضامین کے لحاظ سے اگرچہ بڑا بھاری آرگن احمدی سلسلہ کا ہے مگر تاہم جماعت کا ایک بڑا حصہ اس سے استفادہ کرنے سے محروم ہے۔ کیونکہ خدا والوں کے ساتھ ہمیشہ کثیر جماعت غرباء اور مساکین کی ہوتی ہے جن کی تربیت اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتی ہے۔ غرض یہ کہ اس حیثیت سے اس وقت افریقہ میں ضرورت کو محسوس کیا کہ احمدیہ احباب کے لئے ایک کم قیمت اخبار کی ضرورت ہے...... اور وہ اخبار اس قسم کا ہو کہ اس میں حضرت بانی سلسلہ کی روزانہ مجلسوں اور حالتوں کا نقشہ ہر ایک گاؤں اور شہر میں کھینچتا رہے اور پڑھنے والوں کو قریباً یہی معلوم ہو گا کہ گویا وہ قادیان میں موجود ہیں۔ چنانچہ پنجاب آکر اس پرچہ کی ضرورت پر لوگوں کو اپنا ہم خیال پایا۔ اگست 1902ء میں اس کے لئے کمر ہمت باندھی اور اس خیال پر یکم ستمبر سے حضرت امام صاحب (ہماری نیک دعائیں آپ کے لئے) کی ڈائری لکھنی شروع کی۔ پھر اپنے اس ارادہ کو حضرت صاحب کی خدمت میں منظوری کے واسطے عرض کیا۔ حضرت صاحب نے بڑی بشاشت سے فرمایا کہ:-

"ہماری طرف سے اجازت ہے۔ خواہ آپ ایک سو پرچہ جاری کریں۔ شاید اللہ تعالیٰ اس میں ہی برکت دے دے۔"

پھر اس منظوری کے بعد مشورۃً اس امر کو اپنے محسن اور مربی حکیم نور الدین صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہ یہ بڑا کام ہے۔ اگر استقلال رکھو۔ اور اخبار کے اجرا میں کوئی عیب نہیں۔ (چنانچہ حکیم صاحب موصوف اپنی کریمانہ طبع سے ڈائری کے مضمون کو تصحیح کی نیت سے میری عاجزانہ درخواست پر باوجود عدیم الفرصت ہونے کے ملاحظہ بھی فرمایا کرتے ہیں۔") نئے اخبار کے مواد کے بارہ میں مکرم منشی محمد افضل صاحب مدیر اخبار تحریر کرتے ہیں کہ:-

"اس میں حضرت (بانی سلسلہ) کی سیر اور شام کا دربار ہی نہ ہو گا بلکہ فجر' سیر' ظہر' عصر' مغرب اور عشاء اور ان اوقات کے علاوہ اگر ایڈیٹر کی حاضری میں حضرت صاحب نے کوئی مجلس فرمائی یا باہر تشریف لائے تو اس وقت کے حالات بھی درج ہوں گے۔"

اخبار البدر میں حضرت بانی سلسلہ کے پر معارف ملفوظات پر مبنی ڈائری کے علاوہ اعلیٰ مضامین' حضرت حکیم مولانا نور الدین صاحب کا درس کلام الٰہی خطبات اور طبی نسخے افادہ عام کے لئے' قادیان کی جماعتی اور لوکل خبریں جماعتی شعرا کا کلام' اختلافی مسائل' پر بسیط مضامین نومبائعین کی فہرست' احباب جماعت کی طرف سے ایڈیٹر کو موصول ہونے والے خطوط' قادیان میں ہونے والی تقریبات' حضرت صاحب کی مصروفیات اور دیگر مواد کے علاوہ اشتہارات بھی شامل اشاعت ہوتے تھے۔ یاد رہے کہ کہ مکرم منشی محمد افضل صاحب کی وفات کے بعد

مارچ 1905ء میں حضرت صاحب نے حضرت مفتی محمد صادق صاحب کو اخبار کا ایڈیٹر مقرر فرمایا۔

اخبار فاروق حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ الثانی کے عہد امامت میں مرکز احمدیت قادیان سے پہلا اخبار "فاروق" حضرت میر قاسم علی صاحب کی ادارت میں 7۔ اکتوبر 1915ء کو جاری ہوا۔

اخبار فاروق کے مضامین کے بارہ میں مدیر اخبار حضرت میر قاسم علی صاحب نے پہلے پرچہ کے صفحہ نمبر12 پر لکھا کہ:۔

"کوشش ہوگی کہ اس کے مضامین ہمیشہ مفید اور دلچسپ اور احمدیت کا حق ادا کرنے والے صداقت سے پر ہوتے رہیں اور سلسلہ احمدیہ کی ضروری خبریں، مخالفین اندرونی اور بیرونی کے اعتراضات کے جوابات متانت اور تہذیب و نرمی سے مگر زوردار الفاظ اور مضبوط دلائل سے دیئے جایا کریں۔ تخت گاہ امامت کی خبریں دربار اولوالعزم کی حتی الوسع مکمل ڈائری ہر ہفتہ احباب کے سامنے اس طرز سے پیش ہوا کرے گویا وہ قادیان میں ہی بیٹھے دیکھ سن رہے ہیں۔ اخبارات عالم بھی درج ہوں۔ پہلے صفحہ ٹائٹل پر احمدیوں کے وہ عقائد ہمیشہ درج ہوا کریں گے جو حقیقی احمدیت کا آئینہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی سے توفیق چاہتا ہوں کہ وہ اس پرچہ کو نافع الناس بنا دے۔"

فاروق اخبار کے اجراء کے موقع پر حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی نے فاروق کو بعض نصائح فرمائیں جو اس اخبار کی غرض و غایت اور لائحہ عمل پر روشنی ڈالتی ہیں۔ یہ نصائح فاروق کے پہلے پرچہ کے صفحہ نمبر3 و نمبر4 پر درج ہیں حضرت صاحب نے فرمایا کہ:۔

فاروق کا کام:۔ فاروق عربی زبان کا ایک لفظ ہے جس کے دو معنی ہیں ڈرنے والا اور حق و باطل میں فرق کرنے والا پس فاروق کے مضامین یہ دونوں رنگ اپنے اندر رکھیں۔ تب فاروق کے نام کا وہ مستحق ہو سکتا ہے اس کے مضامین خشیت الٰہی سے لکھے جائیں اور خشیت الٰہی کے پیدا کرنے والے ہوں کیونکہ خدا تعالیٰ کا خوف اپنے دل میں رکھنے والے لوگ دوسروں کے دل میں خشیت پیدا کرنے کا باعث بھی ہو جاتے ہیں اسی طرح اس میں حق و باطل میں فرق کر کے دکھایا جائے اور کبھی اس بات کے منوانے کی کوشش نہ کی جائے جو خود منوانے والے کے نزدیک غلط ہو اور اگر کبھی غلطی بھی ہو جائے تو اس کا اعتراف کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہئے۔"

گورنمنٹ کی وفاداری:۔ "فاروق کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ ہر مشکل میں گورنمنٹ برطانیہ کا مددگار ہو اور نیک ارادوں کو لوگوں کے ذہن نشین کرنے کا آلہ۔ مگر ساتھ ہی اس بات کا بھی خیال رہے کہ ہماری خدمت بے ریا ہے اور بغیر کسی خواہش کے ہے پس خوشامد کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔"

فاروق کے مضامین:۔ "فاروق کے مضامین کی عبارت سنجیدہ ہو کہ ہنسی اور ٹھٹھا (صاحب ایمان) کے شایان شان نہیں۔"

اخبارات سے بہترین خدمت ہو سکتی ہے:۔ "اس وقت اخبارات کی بڑی قدر ہے اور لوگ اخبارات کے پڑھنے کے عادی ہیں وہ لوگ جو کتابیں نہیں پڑھ سکتے اخبارات بڑے شوق سے مطالعہ کرتے ہیں اور اخبار اس وقت تعلیم یافتہ لوگوں کی غذا ہو گیا ہے۔ پس ایک اخبار نویس بنی نوع انسان کی بڑی خدمت کر سکتا ہے۔ اور اس کے لئے قرب الٰہی کا دروازہ کھلا ہے۔ (دین حق) اس وقت سخت مصیبت میں ہے اور دنیا کی نظر میں ایک بدصورت بڑھیا کی شکل کے مشابہ ہے اس کے حسن کو دنیا کے سامنے پیش کرنا ایک ایسی خدمت ہے جو خدا تعالیٰ کے قرب کا بہترین ذریعہ ہے۔"

اخبار الفضل جون 1913ء میں حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب کے دور امامت میں حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب نے اخبار الفضل قادیان سے جاری کیا۔ یہ اخبار جو کہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ آج بھی جاری ہے اس کو سب سے طویل جماعت کی علمی اور صحافتی خدمت کی توفیق ملی ہے اور اسے جماعت احمدیہ کے پہلے روزنامہ اخبار کا اعزاز بھی حاصل ہے تقسیم برصغیر کے بعد یہ اخبار قادیان سے لاہور منتقل ہو گیا اور پھر مرکز احمدیت ربوہ سے شائع ہونا شروع ہوا۔ تین دفعہ اسے بندش کی مشکلات سے دوچار ہونا پڑا ہے اور آج بھی یہ جماعت کی علمی، تربیتی اور رابطے کی ضروریات کو پورا کر رہا ہے۔

19۔ جون 1913ء کے پرچہ میں حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب امام جماعت الاول کا ایک مضمون الفضل اخبار کے بارہ میں شائع ہوا۔ حضرت صاحب نے فرمایا:۔

"آج کل بعض اخبارات پالیٹکس پر لکھتے ہیں۔ ان کی نسبت جو میرے خیالات بعض مشاہدات پر مبنی ہیں وہ یہ ہیں:۔

یہ اخبار اپنے مصالح اور اغراض کے بندھے ہوئے ہیں اور جب مصالحہ اور اغراض اصل ہوئے تو کذب۔ غش۔ خیانت اور غدر تو ان کے لئے ضروری اور لازمی ہوتا ہے۔ ایک سیاسی انسان ہزاروں کو مروا دے اور لاکھوں کو بے خانماں کر دے اس کا دل ذرا نہیں پسیجتا۔"

"پس برادران و عزیزان و بزرگان۔ اخبار میں وہ مضمون جس میں نفسانیہ خواہشات۔ سوء ظن۔ تفرقہ و امراء پر اعتراض اور اس میں ناعاقبت اندیشی خود غرضی۔ طمع۔ دین الٰہی سے بے خبری۔ نفاق جو بد عہدوں سے پیدا ہوتا ہے۔ اور حکام کی نااہلی۔ ترک افشاء سلام (خصوصاً ہندوستان میں تو یہ مبارک دعا معیوب یقین کی گئی ہے)۔ ترک جمعہ و جماعات امراء میں تعلی۔ عادات بدنی نے کہاں تک نوبت پہنچائی ہے۔ کا علاج ہو۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔"

اسی پرچہ میں مدیر الفضل حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب نے الفضل کے اغراض و مقاصد پروگرام کے بارہ اور ان کے بارہ میں دعا کرتے ہوئے جو اداریہ لکھا اس کے بعض اقتباسات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

خدا کا نام اور اس کے فضلوں اور احسانوں پر بھروسہ رکھتے ہوئے اس سے نصرت اور توفیق چاہتے ہوئے میں الفضل جاری کرتا ہوں۔... میرے حقیقی مالک میرے متولی۔ تجھے علم ہے کہ محض تیری رضا حاصل کرنے کے لئے اور تیرے دین کی خدمت کے ارادہ سے یہ کام میں نے شروع کیا ہے...... میرے مولیٰ اس مشت خاک نے ایک کام شروع کیا ہے اس میں برکت دے اور اسے کامیاب کر...... مختصراً یہی کہتا ہوں کہ۔ الفضل کے جو اغراض ہیں ان کے پورا کرنے کے کی اللہ تعالیٰ توفیق دے۔"

اسی اداریہ میں الفضل کے صفحات اور اس کے مواد کے بارہ میں بیان کرتے ہوئے آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"ارادہ ہے کہ اگر اللہ نے چاہا سولہ صفحات کا اخبار نکالا جاوے۔ جس میں پہلا صفحہ اخبار قادیان اور کسی اور مفید نوٹ کے لئے وقف ہو گا۔ دوسرا تازہ اخبار کے لئے۔ تیسرا کسی ضروری مضمون کے لئے۔ چوتھا پانچواں اور چھٹا ضروری نوٹوں خبروں اور خصوصاً اسلامی ممالک کی خبروں کے لئے وقف ہو گا۔ ساتویں صفحہ پر اگر اللہ نے چاہا تو تاریخ دین حق کا کوئی مفید حصہ ہو گا اور آٹھویں صفحہ (-) کے ہیڈنگ کے ماتحت دین حق کی خوبیوں کا بیان ہو گا۔ نویں صفحہ پر (-) کوئی مضمون سلسلہ کی تائید میں ہو گا اور دسویں پر امر بالمعروف کے ماتحت مختلف بدعات رسومات یا قومی ضروریات کے مضامین ہوں گے۔ آگے چار صفحوں پر مختلف مضامین ہوں گے... ہاں دو کالم عورتوں کے لئے ہوں گے۔ پندرہواں اور سولہواں صفحہ اشتہارات کے لئے ہو گا۔"

الفضل کے صفحات کی اس تقسیم سے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ جماعتی اخبار میں دینی جماعت کی مختلف علمی، سیاسی، اخلاقی اور روحانی ضروریات پوری کرنے کے لئے اخبار کا اجرا کیا گیا ہے۔

آج روزنامہ الفضل جو کہ جماعتی اخبار ہے اس کے ذریعہ احباب جماعت کو جہاں ارشادات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ اور ائمہ جماعت کی بابرکت نصائح سے مستفیض کیا جاتا ہے۔ بلکہ متنوع موضوعات پر جماعت کی علمی، تربیتی اخلاقی، روحانی، معاشی، معاشرتی اور دنیاوی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے مضامین شائع ہوتے ہیں۔ احباب جماعت کی طرف سے آنے والی خوشی و غمی کی خبروں، کامیابیوں کے اعلانات، درخواست ہائے دعا، کے ذریعہ پوری جماعت ایک خاندان کی طرح نظر آتی ہے۔ جماعت کے نوجوانوں کے لئے ان کی تعلیمی آگاہی اور معلومات کی فراہمی کے لئے تعلیمی اعلانات بھی شامل اشاعت ہوتے ہیں۔ کاروباری حضرات کے لئے اشتہارات کے لئے بھی جگہ مخصوص کی جاتی ہے اسی طرح قومی خبروں میں سے اہم خبریں احباب تک پہنچائی جاتی ہیں۔ الغرض یہ پرچہ علمی و صحافتی خدمت میں مصروف عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اور دوسرے جماعتی اخبارات کو اپنے مقاصد میں کامیاب کرے۔

مرض اطراء کے مشہور معالج
زنانہ و مردانہ پیچیدہ امراض کیلئے تشریف لائیں
حکیم عطاء الرحمٰن علوی
ابن حکیم نظام جان
دواخانہ محافظ صحت
گلی نمبر 2 کوٹ نہال سنگھ اوکاڑہ
مشورہ مفت

دعوت الی اللہ میں حصہ لیکر حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع کی دعائیں حاصل کریں

طاہر سعید قائد ضلع خدام الاحمدیہ و ممبران عاملہ و اراکین و قائدین مجالس ضلع اوکاڑہ

امپورٹرز اینڈ ہول سیلرز: ٹویوٹا ہائی لکس • ہائی ایس

مزدا • T3500 - T3000 مزدا • E 2200 - B 2200

نسان پک اپ SD 22 - SD 23 - SD 25

نسان اُرون کے جینوئن پرزہ جات دستیاب ہیں

الظہور موٹرز

امپورٹرز اینڈ ہول سیلرز

C/122 شعیب بلال مارکیٹ بالمقابل جنرل بس سٹینڈ فیصل آباد

فون: 761370 - 041-786559

خالص زرعی ادویات اور بیج خریدنے کیلئے تشریف لائیں

الحمد سپرے سنٹر

راجووال (اوکاڑہ)

پروپرائیٹر: نصیر احمد گوجر
فون دکان 127 - 04449
" 127 - 51499

عالمی طور پر خدا تعالیٰ کے بیشمار فضلوں اور رحمتوں کا نظارہ جماعت احمدیہ عالمگیر کو مبارک ہو

ٹیک۔ ٹی۔ ٹسٹ

نوید۔ اے۔ خان چیئرمین

راولپنڈی آفس
ٹیک۔ ٹی۔ ٹسٹ
50 - C - I - B
سیٹلائٹ ٹاؤن۔ چاندنی چوک
مری روڈ
راولپنڈی
فون آفس: 051 - 427162
051 - 418418
فیکس آفس: 412828

لاہور آفس
ٹیک۔ ٹی۔ ٹسٹ
27 - مین سمن آباد
لاہور
فون آفس: 7584724
7590584
فیکس آفس: 7589939

کراچی آفس
ٹیک۔ ٹی۔ ٹسٹ
A - 239 بلاک II
پی۔ای۔سی۔ایچ۔ایس
شاہراہ قائدین
کراچی
فون آفس: 4556623
4556393
فیکس آفس: 4555083

احمدیہ ٹیلیویژن
کے ذریعے حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع
کے ارشادات و خطبات احباب جماعت کو
مبارک ہوں

چوہدری امان اللہ سیال امیر جماعتہائے احمدیہ و ممبران عاملہ و صدران ضلع قصور

اقبال احمد اختر ناظم انصار اللہ و ممبران عاملہ و اراکین و زعماء مجالس ضلع قصور

صدر لجنہ اماء اللہ و ممبران عاملہ و اراکین و صدران ضلع قصور

سلیم احمد شاہد قائد خدام الاحمدیہ و ممبران عاملہ و اراکین و قائدین ضلع قصور

دعوت الی اللہ میں حصہ لیکر حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع کی دعائیں حاصل کریں

چوہدری محمد نواز امیر جماعتہائے احمدیہ و ممبران عاملہ وارا کین و صدر صاحبان ضلع اوکاڑہ

محمد احمد مظفر علوی صدر جماعت احمدیہ و ممبران عاملہ وارا کین 52/2-L (اوکاڑہ)

صدر لجنہ اماء اللہ و ممبرات عاملہ وارا کین و سیکرٹری ناصرات الاحمدیہ " "

محمد احمد مظفر علوی زعیم انصار اللہ و ممبران عاملہ وارا کین " "